

ذیاد و سادہ اور دلچسپ انداز میں لکھا گیا ہے۔

ہندوستان

بابی

اہم حکمت کلام: **مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَانْفِرْ بِهِ**

مكتبة قادريه . لاہور

الْثَوْبَةُ الْهِنْدِيَّةُ

# بانی ہندوستان

مؤلف: مولانا محمد فضل حق خیر آبادی

(وفات: ۱۳۷۸ھ جزیرہ اندمان)

مترجم: عبدالشاه خاں شروانی،

(وفات: ۱۳۰۴ھ علی گڑھ)

مکتبہ قادریہ لاہور

## کتاب کی تفصیل

- کتاب : \_\_\_\_\_ : التورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)
- تسنیف : \_\_\_\_\_ : علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
- ترجمہ و تفسیر : \_\_\_\_\_ : عبدالشاہ خان شروانی
- مقدمہ و تفسیر تفہیمات : \_\_\_\_\_ : " " " "
- ابتداء و ادر منیمہ : \_\_\_\_\_ : علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
- طبع چہارم : \_\_\_\_\_ : الجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا)
- طبع چہارم : \_\_\_\_\_ : جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ نومبر ۱۹۹۷ء
- قیمت : \_\_\_\_\_ : \_\_\_\_\_

پٹنہ کاپیت

مکشیہ قادریہ ، داتا دربار مارکیٹ ، لاہور

مردن، نازی، جنگ، حق، پست، فکری،  
تقی، کتاب، حیات، کتب، پست، حق

● جنگ آزادی - ۱۹۴۷ء میں فرنگی سامراج کے خلاف ریت  
کے لرزہ نيز واقعات اور خونی داستان۔

● مجاہدین اسلام کی جدوجہد، جس دوسم، مردوں، مہر، تر  
اور بچوں کا قتل عام، پھانسیاں اور گالے پانی کی سزا

● سینوں میں چلتی، ترپتی، آزادی کی چنگاری کو ہوا دینے والے  
سرکف، سرفروش مجاہد، شہید، ترکیب آزادی، سلسلہ  
محمد فضل حق خیر آبادی کے بے مثال علمی، ادبی اور عجیب و غریب  
کارنامے۔

● سلسلہ خیر آبادی کے جلیل القدر علماء کے مفصل حالات  
زندگی۔

● علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کے مقدمہ اور اس کے متعلقات  
کی تفصیل پر مشتمل نیا ضخیمہ۔



## وہ اہم فلسفہ وہ نازشیں علم و سخن

از جناب امیر البیان کسروردی

وہ اہم فلسفہ وہ نازشیں علم و سخن  
 موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کہ ہنستا رہا  
 زندہ گی اس کی سرپا سوز دسار عشق بھی  
 دیو استبداد اس سے لرزہ براندازم ہمت  
 سامراجی جوتوں کا توڑ کہ زور جنوں  
 اس نے سمجھایا "نہیں ممکن نظیر مصطفیٰ"  
 کاتب امتا اس کے فتوؤں سے فرنگی سامراج  
 وہ خطیب حریت، شعلہ نوا، جوش آنسو ہیں  
 اس کا وہ خزانہ فضل اس کی سچی یادگار  
 ہند میں روشن کیا جس نے چراغ فلسفہ  
 آسمان اہل سنت کا درخشاں آفتاب

جس نے زندہ کر دیا تھاقصہ دار در سن  
 اللہ اللہ جنگ آزادی کے سحر کا بانگین  
 دانش و حکمت میں حاصل تھا اسے معراج فن  
 اس کی شمشیر نگ سے کاپتا عمتا ہرمن  
 اس نے پیدا کی تھی آزادی کی ہر دل میں لگن  
 گونجتا ہے آج تک یہ نعرہ باطل شکن  
 اس کے نعروں سے ہوئے بیدار شیران وطن  
 جامع دہلی کو گر ماتا رہا جس کا سخن  
 عاشق میر عرب، عبید خدا سے ذوالمنن  
 پیکر علم و مہر، ظلمت میں شمع انجمن  
 ہند کے ظلمت کدوں پر چوہر جیلوہ لگن

مردِ حرم، غازی، مجاہدِ حق پرست و فضل حق

تھا کتب حریت کا بے گناہ پیدل و حق

(رضا مصطفیٰ، ۶ فروری ۱۳۸۶ء)

اضافہ از ناشر

سے مدارِ سب حق خیر آبادی

# فهرست

| صفحه | مناظرین                        |
|------|--------------------------------|
| ۱    | حزب آغاز از نامش               |
| ۳۵   | مقدمه از مؤلف                  |
| ۵۸   | تعارف از ابراهیم کلام آبادی    |
|      | مواضع حیات علامه فضل حق شیرازی |
| ۵۹   | تمهید                          |
| ۶۶   | ولادت و نسب                    |
| ۷۲   | تعلیم و تربیت                  |
| ۷۷   | فطانت و ذکاوت                  |
| ۷۹   | درس و تدریس                    |
| ۹۰   | ملازمت                         |
| ۹۵   | سخن فہمی                       |
| ۹۶   | شاعری و شریک‌کاری              |
| ۱۰۳  | سند و نامند                    |
| ۱۰۸  | تصانیف                         |
| ۱۰۳  | بحث و مناظره                   |
| ۱۰۸  | بعیت                           |
| ۱۰۹  | امدق و عادت                    |

|     |   |
|-----|---|
| ۱۶۱ | بیست  |
| ۱۶۳ | الرب  |
| ۱۶۴ | در  |
|     | ضمیمه (سلسله متواتره)                                       |
| ۱۶۵ | جیاست شمس مولانا محمد عبد الحق خیرآبادی                     |
| ۱۶۶ | بدرالمنند مولانا حکیم میر کات احمدی                         |
| ۲۰۲ | مولانا محمد مولانا معین الدین الابریری                      |
| ۲۲۱ | مؤلف کتاب محمد عبدالشاه شروانی                              |
| ۲۴۵ | کس نامہ مولانا غلامہ فضل حق خیرآبادی                        |
|     | شوق الہستہ  |
| ۲۵۱ | یسار  |
| ۲۹۹ | تفسیر بہنریہ  |
| ۳۱۴ | تفسیرہ و لہ   |
| ۳۲۸ | عبادت انعام   |
|     | تتمہ باغی بہنہ وستان (سلسلہ خیرآبادی)                       |
| ۳۳۱ | مولانا فضل امام کی ایک غیبی طور تفسیر کا تعارف (انڈیا ناشر) |
| ۳۳۳ | حبہ مولانا ابابا بت الشرفاں جو پندری                        |
| ۳۳۵ | صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت)    |
| ۳۴۴ | فقیرانہ دلنایا محمد بن دیاوہی                               |
| ۳۴۸ | میں نے سیکھا مولانا سلیمان شرف بہاری                        |
| ۳۶۰ | مولانا عبدالحق خیرآبادی                                     |

# حرفِ غار

اسلام کے زریں گانہ ناموں کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کسی بھی قوم کی رہنمائی  
 علامت سمجھی جاسکتی ہے، اسی سے قوتِ مثال میں اضافہ ہوتا ہے اور منجملہ معنوں میں  
 تحریک کی برقی زود دور جاتی ہے، غیر منصف مورخین اور اہل قلم سے یہ حرفِ بیت  
 اکابر کے جھوٹے سپیچے کارناموں کو پورے زور و شور سے بھید با بید ۵۰ برس  
 سنت کے قابلِ فخر کردار کو شائبہ اور واخدا بنانے کے لئے زور قہ صرف کیا جیت  
 ہے کہ مخالفین کے ایک طرفہ جارحانہ حملوں کے باوجود ہمیں مجاہدینِ اجنت کی حمایت  
 اور دفاع کی توفیق نصیب نہ ہوئی، ضرورت ہے کہ اہل علم و قدر و عنایت کا بور و قاتلہ سیاحت  
 جو ماحول کی ضروریات کے مطابق لٹریچر پیش کرے اور کمال تحقیق و جستجو کے بعد ہی مذہبِ راست  
 کی عالمانہ اور مجاہدانہ خدمات جلیلیہ سے غلامِ دشمن اس کو دشمناس کرے

اللہ الحمد کہ مکتبہ قادریہ لاہور نے سراپاِ اخلاص، اہلِ مدد و فکر حضرت کی سرپرستی میں  
 کام شروع کر دیا ہے، انشاء اللہ عزیزِ مستقبل قریب میں ایسا لٹریچر پیش کرنے کی کوشش  
 کی جائے گی جس سے علمی، اعتقادی، مذہبی اور تاریخی ضرورت پوری ہو جائے، اس  
 سلسلے کی ابتداء بانیِ کرمی، خاتمِ الحکماء، علامہ فضل حق خیر آبادی کی حیات پر سب سے پہلی  
 مبسوط کتاب "بانیِ ہندوستان" پیش خدمت ہے، امید ہے کہ علمی معنوں میں یہ  
 کتاب پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اربابِ بصیرت اپنے مفید شعوروں  
 سے ہماری رہنمائی فرمائیں گے

**علم و فضل** موافق و مخالف اس بات پر متفق ہیں کہ علامہ فضل حق خیر آبادی شہرِ علم کے ماحدہ  
 اور دورِ آخر میں منطق و فلسفہ کے مسلم الثبوت امام تھے، تیرہ سال کی عمر میں وہ کے تمام دروس  
 علوم سے فارغ ہو کر سند تدریس کو بہت بخشی، مافق اس غصہ کا تھا کہ چار ماہ اور کچھ دنوں میں  
 قرآنِ یاق منظرِ کریم، در علم و فضل میں دو معامہ صل کیا جہاں تک معاصرین میں سے کوئی رہنما

سرستیتہ کھتے ہیں :-

”جمع علوم و فنون میں بیکتا سے روزگار میں اور منطق و حکمت کی تزکیا انہیں کی فکر عالی  
نے بنا ڈالی ہے۔ غنائے عشرت و فطائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگردو  
ہل کمال کے غنوں میں بساط مناظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ  
آپ کو دیکھ کر ذوقین سمجھتے تھے جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دغاوائے کمال  
کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔“

منشی محمد جعفر نقاشی کھتے ہیں :-

”مردی فضل جہ معقولی خیر آبادی جو اس زمانے میں محکم اعلیٰ شیردہلی کے سرشتہ دار  
اور منہ منطق کے پتے، ورافلاطون و مقراط و بقراط کی فطیروں کی تصحیح کرنے والے  
تھے۔“

میر محمد فضل خیر آبادی معقول و منقول میں تبصرہ فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ باکمالی شاعر  
بھی تھے عربی میں ہزار ہا شعرا آپ سے یادگار ہیں۔ علامہ کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں  
یا تو سرور کون و مطلق سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء ہے یا کفار اور بد مذہبوں کی مذمت۔  
مولانا کا جند پایہ کا نام اس وقت ہے کہ اسے عربی ادب کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ مولانا محمد الدین  
کھتے ہیں :-

”تھانہ خراپ کے امیر اقیس اور لہید کے قضاہ پر فوقیت رکھتے ہیں نظم و نثر میں  
آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ ہر مبالغہ شایع سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ  
نہیں ہو سکتے۔“

میرزا غالب دہلوی جن کی نظریں جڑے بڑے شعرا بھی نہ پہنچتے تھے، شعر و سخن  
میں قابلِ تامل و تخیل تھے۔ ان کی اصلاح  
آپ کو بھی تھی۔ وہ دہلی میں بیارچہ غالب نے ششگل پسندی کو ترک کیا تھا، مولانا

میرزا غالب دہلوی نے مولانا کو ششگل پسندی سے روکا۔  
مولانا کو ششگل پسندی سے روکا۔  
مولانا کو ششگل پسندی سے روکا۔

آپ حیات کے مطابق موجودہ دیوان غالب غلامراد مرزا غانی ہی کا انتخاب ہے۔ غلامراد مرزا نے اپنی ابتدائی کی بکرا اقتصادی مشکلات حل کرنے میں بھی مرزا غالب کی حتیٰ توسیع امداد فرمائی۔ غلامراد احسانات کا اثر غالب کے دل پر بہت گہرا تھا جس کا اندازہ مرزا غالب کی تحریرات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ غلامراد کی شہادت کے بعد غالب نے شیخ لطیف احمد کو ایک غلط لکھا جس میں غلامراد کی گہری عقیدت کی ایک سی اور روحانی درد و کربا نمایاں انصاف سے لکھتے ہیں :-

”فخریاجاد و تکریم مولانا فضل حق ایسا دوست مرزا ہے۔ غالب نیم مردہ۔“

نیم ہاں۔ وہ جانتے تھے

موت آتی ہے پر نہیں آتی  
موت آتی ہے پر نہیں آتی  
اگے آتی تھی حال دل پر نہیں  
اب کسی بات پر نہیں آتی

شیخ محمد اکرام غالب پرستی میں یہاں تک کہ گئے ،

”یہ معنی ہے کہ مولوی فضل حق کی محبت سے انہیں (مرزا غالب کو) فائدہ ہو  
لیکن ادب اور حکمت کی جن بندیوں پر مرزا اپنے رباں فضل حق یہ شینقتہ کیسے سادہ  
دے سکتے تھے۔“

پروفیسر ریست سلیم چشتی نے اس کا تعلق سے نوٹس لیا ہے اور وہ غلامراد مرزا میں شیخ  
اکرام کی غلط فہمی کی نشاندہی کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

”اب شیخ محمد اکرام (ایم۔ اے۔ سابق آئی سی ایس) صاحب سی ایس پی کو  
کوئی کیونکر سمجھا سکتا ہے کہ ادب و حکمت کی جن بندیوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی  
پہنچے غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی حیثیت مولانا کے سامنے جنرل  
مکتب سے زیادہ نہیں ہے۔“

چرچہ بہت خاک ، بانہ پاک

”جو شمس غلامراد ثروت میں بھی قیاز ذکر کر سکے اسے حاتم علی مرزا فضل حق مرحوم

نہ ، ایم سی تا پوری : غالب اکرام ، ص ۱۵۰ جو ، بانہ اردو سے ملی تھی مرزا ، ص ۱۰۰

غلامراد اکرام شیخ : حیدرآباد ، ص ۵۲



پر نصیحت دینا شیخ صاحب ہی کا فرض ہے۔ اگر اکرام صاحب مولانا کا حاشیہ بر قاضی کی  
پر جو لیتے تو اس جہالت کا اہل کتاب ہرگز نہ کرتے، سچ تو یہ ہے کہ :  
جب تک فضل حق شامل نہ ہو انسان مولانا فضل حق کے  
مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا ۔

### مرزا حیرت کی غلط بیانی

حاشیہ قاضی کی بات آگئی تو بقول نامہ سیٹا پوری مشہور ”مکتبہ خفایہ“ مرزا حیرت دہلوی  
کا چھوڑا ہوا ایک نسخہ فر بھی بر حفظ ہو۔ لکھتے ہیں :

مولوی امیر محمد صاحب مرحوم نے مولوی فضل حق صاحب کی تصانیف (حواشی) اشرا  
وغیرہ پر یہ سوا اعتراض کئے ہیں اور اس رسالہ کا نام تیرہ صدی رکھا ہے ، مولوی  
شبلی صاحب نعمانی نے ان کثیر التعداد اعتراضوں کا جواب دینا چاہا تھا مگر میں نہ پڑھا  
یہ درست ہے کہ بعض علماء نے حاشیہ قاضی کی چچا اعتراض کئے تھے لیکن علامہ نے ان  
اعتراضات کو درجہ فوقتاً نہیں سمجھا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی (مصنف تحذیر اناس) لکھتے ہیں :-  
”مولانا فضل حق صاحب مرحوم و مغفور کے حاشیہ قاضی پر بعض فضلا وقت نے  
کچھ اعتراض کیے تھے۔ مولانا نے دیکھا اور لوگ امیدوار تحریر جواب تھے پر آپ  
نے کچھ نہ لکھا۔ ورنہ فرمایا کہ اس کے جواب بھی قاضی کے حاشیہ ہی میں  
ہیں ۔“

لیکن تیرہ صدی ، لا مغفورہ فضل مرزا حیرت کی اعتراضات ہے۔

سرسے میں پروفیسر محمد ایوب قادری کا ایک مکتوب پوری طرح حقیقت حال کو پہ نقاب  
ازالتہ وہ لکھتے ہیں ۔

”میں نے کتاب حیات طیبہ امواج شہداء شہیدانہ کی اور

شہادت کی اور مدینہ دیون غاب میں ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲،

مرزا حیرت کا وہ نواسہ ورنوٹ دیکھا، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ میری طرف سے نہ تو تیرہ صدی رسالہ گزرا اور نہ ہی اس حوالہ کے حوا میں سے اس رسالہ کا کہیں دوسری جگہ ذکر یا حوالہ دیکھا جگہ مرزا نے اس کے مرتب سید احمد رامپوری اور مولف امیر محمد، ماشیہ، ستارہ دئے ہیں۔ میں ان دونوں شخصیتوں سے بھی ناواقف ہوں اور نہ ہی یہ حوالہ کہیں غلط سے گزرا کہ مولف شبلی مرحوم نے اس رسالہ کی جواب دہی کی کوشش کی۔

تذکرہ کا علان رامپور میرے سامنے ہے اس میں سید محمد یا امیر احمد کوئی ایسے صاحب نہیں ہیں جو تیرہ صدی رسالہ کے مرتب یا مولف ہوں، حیات شبلی کو بھی دیکھا، وہاں بھی مولف شبلی کے مال میں کوئی ایسا ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے تیرہ صدی رسالہ کے جواب دہی کی کوشش کی۔

میری رائے ہے کہ مرزا حیرت کی یہ سب ذہنی خیرات ہیں، مرزا حیرت نے حیات طیبہ میں چند اور کتابوں مثلاً میر دہی، تذکرہ مشاہیر دہلی اور توارخ ملتانے دہلی کے بھی حوالے دئے ہیں، میرے خیال سے ان کتابوں کا بھی خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔

دیئے بھی مرزا کی یہ کتاب تاریخی یا فذ کے اعتبار سے سب کچھ ہے اسی طرح امیر الدیات بھی میرے خیال سے غیر مستند، فذ سے مل میں بھی اکثر ناقابل اعتبار روایتیں جمع کر دی گئی ہیں، لہ

### تلا بازہ

علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے کیں تعلیم کے بعد پندرہ روز مت جدادہ دتی ہیں



- ۸۔ مولانا دارغوش چٹاپانی      تذکرہ طاعون بمبہ بریس حرمی مس ۵۰
- ۹۔ مولانا سید یاقوتی سہروردی      (یضاً ص ۹۹)
- ۱۰۔ نواب یوسف علی خان دامپٹوی      (بانی ہندوستان مس ۳۰)
- ۱۱۔ نواب کب علی خان دامپٹوی      (مس ۲۵)
- ۱۲۔ مولانا محمد حسن گیلانی، عبد العزیز مولانا مناظر حسن گیلانی، متوفی ۱۲۰۱ھ - ۱۲۸۳ھ
- (ذریعہ التواضع، جلد ہشتم، انجیکم عبدالحی کھنوی مس ۳۰۸)
- ۱۳۔ مولانا نور احمد بدایونی      متوفی ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء (تذکرہ مہنت برست، نیشاد  
محمد احمد قادری مس ۲۵)
- ۱۴۔ مولانا نور الحسن کاندھلوی      متوفی ۱۳۸۵ھ / ۱۸۹۸ء (مناشیہ تذکرہ طاعون ہند  
اردو، ص ۲۹۸)

### تحریر یک زادی ۱۸۵۷ء کے عوائل

علامہ محمد فضل حق خیر آبادی راسخ العقیدہ مسلمان اور بیدار دل و دماغ کے مالک تھے انہوں نے قیام دہلی کے دوران اور اس کے بعد، گہری نظر سے ماحول کو جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ سفید چمڑی واسے سیاہ باطن انگریز مسلمانوں کو معاشی طور پر مفلوک کر کے ان کی دینی حیثیت و غیرت ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ذیل میں مقدمہ کے ایک نامکمل نسخہ ہی مکتوب کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جس میں انگریزی حکومت کے اوجھے ٹیکنڈوں کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ مکتوب غالباً خاندان مغنیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے نام ہے، اس سے اندازہ ہوسکے گا کہ اس وقت کا ایک عالم دین حالات حاضرہ سے کس قدر رنجور و اقتصادیات پر کتنی گہری نظر رکھتا تھا، علامہ فرماتے ہیں:

اس ملک کے باشندے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، ان میں کچھ کسان اور کاشت کار ہیں، کچھ روزگار پیشہ، کچھ تاجر اور اہل حرفہ، کچھ لوگ دغا بدار اور دزدانہ دار ہیں، کچھ کی معاش محض دروازہ گری پر ہے

یہاں کے باشندے مسلمان بیشتر اور ہندو کمتر ایسے ہیں جو اپنا معیشتی وطن ترک

زرت سے کسی سے اس کو آباد ہوے جب تک ہندوستان کی حکومت  
 دہشت ہوں اور جاؤں کے تصرف میں رہی اس ملک کے باشندوں کو  
 معشت کی کوئی تنگی نہ تھی کیونکہ ہر قسم کی سرکاری خدمات خواہ وہ سپاہ  
 و نوکری و بادوسری خدمات اس ملک کے باشندوں کے واسطے  
 مفت تھیں وہ یہاں کے باشندوں میں ہر شخص اپنے حوصلے اور بیعت کے  
 موافق تجارت، حرفہ، سپاہ یا مناسب میں اپنا روزگار پالیتا تھا۔

مگر جب سے انگریزوں کی مملکتاری ہوئی ہے اس وقت سے بدتر  
 معاشی زندگی شروع ہوئی کہ اگر کافقدان اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ عوام کی  
 حالت تباہ ہو گئی ہے کیونکہ انگریز سرکار کے زمانے میں معاش کے سارے  
 وسائل مفقود ہیں اور روزگار کے دروازے بند ہو گئے ہیں سوائے معدودہ  
 چند لوگوں کے جنہیں عدالت دیوانی، کلکٹری، فرہداری پرنٹ، حقانہ تحصیل  
 کے عملے میں معدودہ سی تنخواہ کی نوکری مل جاتی ہے، وہ بھی اب دفتروں  
 کے تبدیل ہونے اور سرکاری کام کا ڈھانچہ بدل جانے کے بعد ایسا  
 نظر آ رہا ہے کہ ان لوگوں سے چھین جائے گی۔

چنانچہ اس شہر کے باشندوں کا حال اور یہاں کے تاجروں  
 کی کیفیت یہ ہے کہ سرکار انگریز نے تجارت کے سارے گھر اپنے قبضے  
 میں رکھے ہیں اور تمام اجناس مثلاً کپڑا، صوف، برتن، گھوڑے  
 و دوسرے مویشی وغیرہ ملک انگلستان سے لاتے ہیں اور اس ملک  
 کے ہر شہ اور گاؤں میں فروخت کر کے خود نفع کھاتے ہیں اور یہاں  
 کے باشندوں کو نفع اندازی کا کوئی موقع نہیں دیتے، اس لئے ہمارے  
 ملک کے تاجر نے پیشوں سے دستبردار ہو گئے ہیں۔

روحانی دروں کا حال یہ ہے کہ سلسلہ اور سلسلہ کے قوانین

کی دوسے اگرچہ انگریز سرکار نے غور و بچان کے لئے کئی دفعہ کمر سری  
 و خراجی زمینیں جو یکم جنوری ۱۸۰۰ء اور یکم جنوری ۱۸۰۲ء سے پہلے  
 و خراجی دار کے تصرف میں ہوگی، چاہے وہ ان کی سند رکھتا ہو یا نہ رکھتا  
 ہو، اور خواہ ان کے داسب کو عطا کا اختیار ہو یا نہ ہو، ایسی زمینوں  
 کو ضبط نہ کیا جائے گا، مگر اب بغیر کسی تحقیقات کے سر زمین میں معافیاں  
 ضبط کر لی گئی ہیں اور معافی داروں کے لئے کوئی وجہ معاشرتی نہیں  
 چھوڑی۔

اور کسانوں کا یہ حال ہے کہ ان پر اتنے مہل واجب کر دیئے  
 گئے ہیں کہ ان میں ادا کرنے کی سکت نہیں ہے، ان کے استطاعتی اور  
 بے مقدروری خود دفتر کلکٹر کے ریکارڈ سے ظاہر ہو جاتی ہے پس جب کسی  
 کے لئے اس ملک میں روزگار باقی نہ رہا تو بے روزگار کس کے لئے کام  
 کریں جو ان کا پیٹ بھرے، اور جب سارے ہی رنگ تنگی معاش میں  
 مبتلا ہوں تو بھیک مانگنے کو کون خیرات دے، بے مقدر سی کیفیت  
 رعایا نے ہندوستان کی معاشی تنگی کی ہے۔

اور عند قوت بھان آباد کی رعایا کا اقتصادی حال بطور اجمال یہ ہے  
 کہ ابتداء سے محل سرکار، انگریزی میں ہوڈل، دیول، رتین و نجف گڑھ و سالک  
و فیروز آباد و ڈیک و ہونا ہانا و سانگر کس و بجنور و موٹی پت و گوانڈو  
جسٹھ و کھر کھودہ و روہنگ و مہم و پانسی و حصار، یہ سارے پر گئے جاگیر  
میں تھے اور جاگیرداروں کی سرکار میں ہزار با آدمی فوج، اتھامیہ اور شاگرد پیشہ  
کی خدمات پر مامور تھے، ان میں اکثر دیہات معافی کے تھے، اب یہ سب پر گئے  
اور دیہات و اراضیات سرکار انگریز نے ضبط کر لی ہیں اور لاکھوں کسان  
یک لخت بے روزگار ہو گئے و قیام عام میں روزگار ملنے کی طرت ناپید ہو گیا،



سیبڑوں، برائوں اور محتاج اپنی روزی کا دار و مدار چھوڑ کاتے، رسیاں بننے لگتی تھیں، برقوقت کئے ہوئے تھے، اب رسیاں کی تجارت سرکار نے پنے بغویں سے لی ہے اور باغ کی چٹکیوں کی جگہ پن پتلیاں لگ گئی ہیں، تزیہ ذرندہ سناستیں بھی جاتا رہا۔ اسی طرح اہل حرفہ اور ساموکار علوم کی بعض مہمتی کے باعث نفع اندوزی سے محروم ہو گئے اور جو کچھ سرمایہ ان کے پاس تھا کھاپی کر ہار کر دیا اور اپنے دیوانے نکال دیئے۔

ن ساری دشواریوں کے باوجود سرچارلس شکاف بہادر کی پیشی سے حکم ہوا کہ ہم مغرب زور چکریہ اری، ادا کریں اگرچہ کبھی سلاطین کے سامنے میں یہ رسم نہیں ہوئی مگر ”حکیم حاکم مرگ، مغفبات“ سمجھ کر اسے بھی قبول کیا اور اب تک ادا کرتے رہے۔ اب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا نیا حکم آیا ہے جس میں انہوں نے ہر گلی کو چھ مہینے میں چھانک تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے جس کا فائدہ نہ پتے کچھ تھا نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ ہم مغریوں نے فاقہ کشی کی مصیبت جھیل کر سامان گروی رکھ کر یا بچ کھڑج کر ہزار ہا روپیہ خرچ کیا اور اس حکم کی تعمیل بھی کر دی اب ان نو تسمیر چالکوں کے کھیلنے اور بند ہونے کے اوقات یا چوکیدار کے تساہل سے ہم لوگوں کو اُسے دن تکلیف کا سامنا ہے مگر اسے بھی جھیل لیا۔ اس خبر کے علاوہ اب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے ہر محلہ میں پانچ پانچ بچوں کے مقرر کرنے کا حکم دیا ہے۔“ ملے

کس طویل مگر نامکمل مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزی حکومت نے اہل ہند کو سے بس دور پار بنانے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کئے اور مجبور انسانوں کو کس طرح سے دست دیا نایا۔ مگر کے نزدیک تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے یہی عوامل تھے جن کی بنا پر

عساکرین کفن بردوشش میدان مل میں نکل آئے تھے۔ مہر نے پی دستار میں  
میں بڑے افتخار اور بامعیت سے ان مول کی نشاندہی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ انگریزوں نے چہرے کو اپنا دین اور اپنی زبان سکھانے کے لئے جگہ جگہ سکوں  
کھولے اور دینی مدارس کو ختم کرنے کے لئے پوری کوشش کی۔

۲۔ ملک کی تمام سپرداوار خرید کر نئے کی قیمت اور سپردی پر ابارہ دہی مت نہ کر  
اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسیحی خدا جہادی دست نگر ہو جائے اور بے چون و  
چرا ہمارے احکام کی تعمیل کرے

۳۔ مسلمانوں کو قتل کرانے سے روکنے اور پردہ نشین خواتین کا پردہ ختم کرانے کی  
کوشش کی۔

۴۔ مسلمانوں کو سور کی سپردی دے اور ہندوؤں کو گائے کی پرہی دے کہ توں  
دے گئے جو ہندو سے کاٹنے پڑتے تھے۔ ان کی نظر میں اپنی حکومت کو مستحکم  
بنانے کا یہی طریقہ تھا کہ مذہبی اختلافات ختم کر کے تمام رعایا کو نصرت کفر و احماد  
پر متفق کر دیا جائے۔ لے

### علامہ فضل حق کا تحریک آزادی میں حصہ

اس تجزیے کے پیش نظر کون سا ایسا مسلمان ہوگا جو انگریزوں سے  
متنفرد اور بیزار نہیں ہوگا، یہی وجہ تھی کہ علامہ کے دل کے کسی گوشے میں انگریزوں  
سے محبت اور ہمدردی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی بلکہ "ملکہ علامہ" قصائد فقہ "الہند" میں توہیناں  
تک فرماتے ہیں۔

"نصرت آئی سے ثابت ہے کہ ان کی محبت کفر ہے، کسی حق پرست

انسان کو اس میں شہ نہیں ہو سکتا، انصار نے سے بہت کس طرح جائز ہو سکتی  
 بہت کم کر لوگ کس ذات تو اس سے اتنے تقاتل عید و سدا کے  
 دیکھیں جس سے میں میں دسما پیہہ کے گئے " ملے

جنگ آزادی کی بسمار مئی، ۱۸۵۷ میں ہوئی اس وقت غلام غفران خان خاں  
 اور میں تھم سے نہیں ماس مور پر دہلی سے جریا گیا صدار کے اپنے اٹھنا یہ ہیں۔  
 و دکان فرب و عین صبر میں عیالی  
 و عفو و مع ذلک صعب مدست و کلاں  
 امداد و رافلاج مرحوم و المعزح و المعزح  
 مضروب

"آؤ کہ دہلی میں میرے بہت سے سارے ہی دمیال تھے اس کے باوجود

مجھے جیہ بھی گیا تھا وہ دہلی کی قومی مسیہ بھی  
 یہ امر کو باقی ہندوستان کے صدار سے وضع ہو جانے کا کہ بھادش و غلام  
 کے عید کے ساتھ گیسٹ مر سوسے اس نے قریب فی کس یہی بہت کسرت دستور و کھنے  
 انہوں نے ہی قور کو مایہ ہو گا۔

اُس دور کے مذہناپوں سے یہ چلتا ہے کہ ہمارے شریک دربار ہوتے رہے  
 در اپنے مشورہ سے رہائی کرتے رہے۔ اس زمانے کی پوری تفصیل: تو روزناموں  
 سے ملتی ہے ورنہ ہی غلام نے اسے تسلیم کیا، صرف شارات ملے ہیں مثلاً ایک جگہ  
 قور و غلام ہیں۔

و انصوب فی اساس سما اقصی رافق و قضی بہ

سے غفران خان کی عید و اقصیٰ غلام میں ۱۸۵۷ء

قرۃ العین ۱۸۵۷ء

ہمیں ملے باسرو مسابست

بنی عقل اور فہم کے معنیوں کو اپنی رائے درست و

سے "کوہ کبابین" اس نے ہوا مشورہ قبول کیا و

بہی بات مانی

ظاہر ہے کہ عین ایسا حکم صحیح ہے و منکر صاحب ہی سے پہنچا کر سکتا

معا و یہ بھی سنو ہے کہ میدان جنگ میں لڑنے والوں کو تو وہاں میں اس کی رستی جو ایک

دوسری رستی ہے۔

دوسری طرف سے ہیں۔

"میں بیٹھے دوسرے کروٹی میں ہر اگلے بھارتیہ

لڑائی شروع ہو جانے پر خود بیکار ہوا۔۔۔ میں اپنی سست

یاد سے اسے موقع پر بازو ہوا۔ یہی سارے بڑے جرم کی

تجربہ شدہ بنت جہاں نے مجھے شہادت کے لئے

تو جس حادثہ میں وہ ہیں شہادت سے کسب و کم ہوجائے

معدود مندوں نے جام شہادت نوش کیا۔

اس قبائلس سے وضع طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عہد مکرر مکرر اس بات کو

کہ وہ ملک جہاں میں عہد مکرر حسب مشاہدات و شواہد کر کے دروازہ ترغیب جہاد و فکری

راہنہائی میں کسی سے قہر نہ تھے۔ بہرہ و بددینی کی موت نے شوق و تہمت بھی پر گرایا

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عہد و بددینی سے پہلے ہی و حیل کو لے کر چپے نہیں

بنے بلکہ لنگڑوں کے قتل کے بعد بھی پانچ دن تک وہیں جھڑپ رہے کہ عہد و بددینی

۳۰ ص ۳۰

۳۰ ص ۳۰

کود سے کرلی تھیں نہ ہونا تو اتنی دیر وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ تھی ورنہ فوراً کسی اور جگہ چھوٹا جانا چاہئے تھا۔

سور اتھن کی منظم تیاری نہ ہونے اور بچوں کی غسٹاری اور غفلت کی وجہ سے انگریزوں پر مسلط ہو گئے اور جی بھر کر خونی زبیری کی اس دوران علامہ پانچ دن بنو کے ریاست دہلی میں رہے۔ پھر بال دعیال سمیت چھپتے چھپاتے خیر آباد پہنچ گئے، سقوطِ برصغیر کے باوجود دودھ کی ملکہ حضرت محل نے کمال جدوجہد و بہمت کا مظاہرہ کیا۔ جہاں کرتے داسے فوجیوں کو سپتہ دی اور شمالی علاقے میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قیام پذیر ہو گئیں، افواج کو علاقے کا انتقام کرنے اور دریا کے گھاٹوں پر حفاظت کے لیے مصیبن کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ اگر دشمن اس طرف رخ کرے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے علامہ اس جگہ بھی مشیرِ خاص کے طور پر شریک ہوئے

علامہ پر قائم کردہ مقصد کی رپورٹ میں لکھا ہے :  
 "یہ بات ان ایام میں عام طور پر مشہور تھی کہ چند آدمی  
 بیگم (حضرت محل) کے مشیرانِ خاص ہیں، باغی فوج میں ان  
 کی "ابعد شورے" کے نام سے شہرت تھی بلکہ کبھی کبھی  
 انہیں "پکھری پارہینت" کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا  
 اس شورے میں ملزم (علامہ فضل حق) بہت مستاز  
 تھا۔"

بھلے میں یہ بھی لکھا ہے :-

"وہ خطرناک ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی بے مد

نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے نشان اور مس مامور

تقاضا ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔

علامہ پر لازم قلم کیا گیا کہ انہوں نے بیگم حضرت عیسیٰ کے متبر ہونے کی حیثیت سے بڑھئی میں دو ایسے شخصوں کے قتل کا فتوے دیا تھا جو انگریز کے وفادار تھے، چپن نچان میں سے ایک شخص عبدالکیم نے بیان دینے سے منع کیا۔

”مجھے تمہارا اور مولوی فضل حق کے سامنے پیش کیا

گیا، مٹو خاں نے مولانا فضل حق سے دریافت کیا

کہ میرے ساتھ کیا سنگ کیا جائے؟ موسیٰ نے

فتوے دیا کہ یتیموں کو ملازم ہے اس لئے

سزائے موت کا مستحق ہے۔“

خود علامہ نے صبح صورت حال کا انکشاف الفاظ میں کیا ہے۔

”میری پہلی ایسے دو مرتبہ جمعہ والو، تہ خواہ فردا (عید الفطر)

اور مرتبے حسین نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی حکمت آیت

میں محسوس کر رہے تھے جس کو یہ کہنا تھا کہ دوست بھی غم سے

دو دونوں نصاریٰ کی عزت و محبت بڑھاتے تھے، انہوں نے مرتبہ کو کو بیان

سے بدل لیا تھا۔“

علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی تحریرات میں اپنے مجاہدانہ کورناموں کو اجاگر

۱۔ ایضاً ص ۱۰

۲۔ ایضاً ص ۱۰

۳۔ مرفوض حق خیر آبادی، ص ۱۰، شریعت الاسلامیہ ص ۱۰



کرنے کی کوشش میں کی ۔ کہ بات ہے کہ شہنشاہِ شہزادہ کوئی بات آگئی ہو ،  
 برہنہ میں بیگم حضرت لال کے شیر سونے کی حیثیت سے اپنی کاروائی کا اثر رتہ بھی  
 کر میں کہ جب رقیہ دہلی کے بارے میں کئی باتیں کہہ چکے ہیں اس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ رتن کی سرگرمیاں برہنہ کی نسبت دہلی میں زیادہ تھیں ۔

سربراہِ پنجاب کیمبل جرنلشنل کمنز اور دودھ اور میجر بارو قائم مقام  
 سرتیہ آباد نے ۱۸۵۹ء کو فیصلہ صادر کرتے ہوئے لکھا :-

بعد از شروع ہونے کے وقت وہ الوری میں ملازم

ملا گیا اس سے دیدہ و نستہ دہلی آیا اور اس کے

بہت سے باغیوں اور بغاوت کے قدم بہ قدم چلتا رہا

یہ شخص کو سخت ترین سزا ملنا چاہئے اور اسے

خاص طور پر ہندوستان سے خارج کر دینا چاہئے ۔

پیوں اور کوششوں کے باوجود ملّا وطنی کا فیصلہ بحال ملا اور عسکر

برہمنہ سے خارج کر دینا نامی ہمساز میں سوار کر کے انڈیمان بھیج دیا گیا

برجہ ۸۰ کتوبر ۱۸۵۹ء کو پورٹ بلیئر پہنچا ۔

## فستوائی جہاد

عالمی سماج حق خیر آبادی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور قہار تھے ۔

یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جسے رد نہیں کیا جاسکتا ، ایک عرصہ تک

سے بہت دور مابعدی : مس ،

سے بہت دور مابعدی : مس ،

ان کے فتوے جہاد میں شریک ہونے کو نیز اختلافِ تعلیم کا یہاں بت قرآن  
 جس نے بھی علامہ کا ذکر کیا ہے اس فتوے کا ضرور ذکر کیا ہے۔ جو حدیث ملاحظہ فرمائی  
 نے باغی ہندوستان میں ۱۵۶ مولوی حسین دہلوی نے نقل کیا ہے اور  
 میں ۳۶ مفتی احتشام اللہ شہابی نے آیت بڑی کینی اور باغی مسلمانوں  
 اور مولوی فضل حق خیر آبادی اور پیر بنگلہ لکھنؤ ۱۸۵۵ء میں ۴۰ مولوی  
 نے "اعجازہ سوسائڈن کے یہاں" میں ۴۰۶ پر فضیر محمد ایوب فاروقی نے  
 "مولانا فیض احمد بدایونی" میں ۲۱، ۲۲ ڈاکٹر سیّد سیدات نے اپنی ایک مضمون  
 "مولانا فضل حق خیر آبادی" — سرپا فضل، سرپا حق، سرپا خیر، مفت، دزدہ کی  
 (اذان حق، شمارہ ۱۳ نومبر ۱۹۷۲ء) میں مولانا سید سلیمان ندوی نے حکمت مسلم  
 جلد دوم میں ۳۲ میں اور مولانا ریاست علی نے "ہندو مسلمان ملتظم گنڈو" (کتوبر ۱۹۵۲ء)  
 میں ۳۱۲ میں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ہنسی قریب میں پیش وگن نے علامہ کے فتوے جہاد کا انکار  
 کیا ہے اور کہا ہے کہ علامہ کا دہلی آنا ۱۸۵۷ء سے پہلے ثابت  
 نہیں جب کہ فتوے جہاد جولائی ۱۸۵۷ء کی ابتدا یا وسط میں جاری کیے  
 گیا تھا۔ نیز صادق الاخبار، دہلی مورخ ۲۷ جولائی ۱۸۵۷ء میں سکھوں  
 اخبار الغفر دہلی جو فتویٰ شائع ہوا تھا اس میں علامہ کے دستخط نہیں ملے  
 ملاحظہ اس دور کے تاریخی روزناموں سے ۱۷ اگست ۱۸۵۷ء کو علامہ کی  
 بہادر شاہ ظفر کے دربار میں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے یہ یقین کیے  
 پیدا ہو گیا کہ علامہ اس سے پہلے دہلی میں نہیں تھے پھر اپنے دعوے کو ثابت  
 کرنے کیلئے منی نہیں کر یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ دہلی سے صرف ایک ہی فتویٰ  
 جاری ہوا تھا جس کی نقل صادق الاخبار میں چھپی تھی۔

## علامہ کے معنی لفین کا تعصب

مذہب فضل حق خیر آبادی کے ساتھ یہ رُسیجڑی جوئی کہ اول تو ان کی حیات پر  
بست کم کام کیا گیا، وہ جو کچھ کیا گیا وہ بد تحقیق سنی سنائی باتوں پر مشتمل مفت۔  
بست سی غلط روایات ان سے منسوب کر دی گئیں جیسا کہ ”باغی ہندوستان“  
کے بستہ بستہ حواشی سے معلوم ہو گا۔

دوسری طرف بعض مؤرخین نے مذہبی مخالفت کی بنا پر ان پر رکیک حملے  
کئے اور ان کے بلند کردار کو بسوچ کر سننے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، جناب  
علامہ سیٹا پوری نے بجا کہہ ہے :

”مولانا فضل حق خیر آبادی گذشتہ انقلابی صدی کا  
وہ بد نصیب کردار ہے جسے دشمنوں سے زیادہ دوستوں  
نے نقصان پہنچایا، انگریز اور ان کے ہوا خواہ تو مولانا  
سے اس لئے ناراض تھے کہ انقلابی ہندوستان کے مسئلہ  
میں کسی نہ کسی منہج سے ان کا نام آگیا تھا لیکن مسلمانوں کا  
ایک ”پروپگینڈہ سٹ گر وپ“ مولانا سے اس لئے بیزار تھا  
کہ وہ ان کے مذہبی نظریات کے خلاف عالمانہ مصباحہ  
کر چکے تھے، یہ ہادفت علمی مباحثے کوئی ذاتی اور عامیانہ  
جنگ نہیں تھی جس کا سہارا لے کر مولانا خیر آبادی کے  
خلاف ایک مستقل محاذ قائم کر دیا جاتا لیکن ہوا  
کیہ ایسا ہی :

مولانا کے اکثر بہت نگاہوں نے ناراضت نہیں  
نہ مولانا کی مدت اس انداز سے کی کہ خود ”مدح“ اور

”جو بلخ“ مرہج میاں ہر گئے چسپاںچہ اس کا قیو یہ سکھ  
 آج جب رسیقت اور تحقیق کی نگاہیں تارخ کے س اور نی  
 ایک پنپیں تو دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آتی ہے ۔

مولانا امتیاز علی عرشی رامپوری کا ایک مقالہ ”مولانا فضل حسن جیلانی  
 اور ۱۸۵۵ء کا فتوے جہاد“ ماہست مارکب دہلی میں گشت ۱۹۵۷ء میں  
 شائع ہوا جس میں انہوں نے غلام کے فتوے جہاد باری کرنے، بیچ کے سامنے  
 اقرارِ جہم کرنے اور بیچ کے بادل مانو استہ جس دو مرکا فیصلہ کرنے کی تفسیر  
 جائزہ لیا، اس ضمن میں انہوں نے نواب یوسف علی خاں والی رامپور کے نام علیہ  
 کا ایک مکتوب نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا پر تین وزارت نامہ  
 کئے گئے تھے :

۱۔ نواب خان بس درخشاں نہرہ حافظ دست خاں بہادر نے حسب  
 انگریزوں کے خلاف بریلی میں بغاوت کی تو مولانا نے ان کا ساتھ دیا  
 اور ان کی طرف سے نظامت بریلی پست کا کام نبھایا دیا  
 ۲۔ جب انگریزوں نے بریلی منسوخ کر لی تو مولانا بیساں سے بھاگ کر  
 اودھ پہنچے اور خان علی خاں کی طرف سے ریاست مسعودی کے چکدار  
 (منظم) مقرر ہوئے۔

۳۔ مولانا نے اس کے بعد ایک باغی لشکر کی کمان اچھے ہاتھ میں لی۔ سہ  
 اس مکتوب کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ مولانا کا تحریک  
 آزادی سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ ایک دوسرے شخص فضل حق ثبجہا پوری کے

سے نام سیٹا پوری ۱۔ غالب نام دوم، جمع بروز ۱۹۰۹ء میں ۱۰۔

عہ امتیاز علی عرشی رامپوری ۱۔ ماہست مارکب دہلی، گشت ۱۹۵۷ء

شعبے میں ہیں سب سے زیادہ حق کے مصائب برداشت کرنے پر تھے جیسا کہ مولانا  
 عریضے میں لکھ دینے کی کوشش کی ہے، اس سلسلے میں چند امور متوجہ رہیں۔

۱۔ مذکورہ حق خیر آبادی کا جنگ آزادی میں حصہ لینا مسلمات سے ہے لہذا  
 سے مجتہدین کے لئے جس مکتوب کا عکس شائع کرنا ضروری تھا۔  
 ۲۔ جناب مالک رام نے مذکورہ مقدمے کی کاروائی مابین امیر تحریک دہلی کے  
 شہرہ جون ۱۹۴۰ء میں شائع کرادی ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ مذکورہ مذکورہ بہ الزام میں سے کوئی الزام بھی قائم نہیں کیا گیا بلکہ خبروں  
 کے بیانات سے ثابت ہونے والے الزامات کی بنا پر ان کی جلا وطنی کا حکم  
 صادر کیا گیا جن کا تعلق بونڈی (اردو) کے ساتھ تھا، بریلی یا محمدی کے  
 واقعات سے نہ تھا، التواء السندیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا  
 کہ منقریب آئے گا۔

۳۔ مولانا مٹھی نے علامہ کے شریک قوت سے نہ ہونے کے ضمن میں کہا ہے :-  
 "مولانا نے طرزِ مذاہرہ اور امرِ ایجاب کے فرق سے دیکھنے  
 کا تذکرہ کیا ہے مگر اپنا حوالہ بالکل نہیں دیا، اس  
 سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر وہ شریک قوت سے بھی ہوتے  
 وہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ (ص ۳۷) اور باب حکومت  
 کو اپنے مشورے دینے کا تذکرہ فرماتے ہیں یہاں بھی  
 قوت سے کی طرف کچھ نہ کچھ اشارہ ضرور کرتے"۔  
 ۴۔ میں نے اس میں بھی کہا کہ اس کتاب ہے کہ اگر علامہ تحریک آزادی سے

مطبوعہ ہوتے۔ اس کے ساتھ تمام کاروبار کی سہولتیں، جو کہ ان کے لئے ضروری تھیں، انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے قید و بند کی رو سے یہ بھی نہیں کیا۔

۱۱۔ نگرینوں کو اس بات کا علم تھا کہ میں داسہ میں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے یہاں سے جاکر دہلی میں مقیم ہونے کی حیثیت سے شہرت، اعلیٰ درجے کی شہرت، مجھے منسوب کیا۔

۱۲۔ حاکم نصرانی کے سامنے دو مرتبہ، سخت دل دشمنوں (مہاراجا اور تھاکر) نے چلی کھائی، وہ دونوں میرے ساتھ قرآن پاک کی کس آیت مبارکہ کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے جس کا حکم یہ ہے کہ نصارے ۵: دوست بھی نصرانی ہے اور ان دونوں کو نصارے کی دوستی پر سرور تھا چنانچہ انہوں نے، میں نے کے بدلے کفر اپنا لیا۔

۱۳۔ علامہ کا اشتباہ کی بنا پر امیر ہونا اس اعتبار سے بھی محل غرض ہے کہ علامہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے، دینی و غیرہ میں ممتاز شخصوں پر ناز ہے تھے، مسٹر باری کیمبل اور مسٹر باروے نے اپنے فیصلے میں لکھا:

"ایک زمانے میں وہ خود بھی سرکاری ملازمت ترک کر کے

اودھ، رام پور، الودھ وغیرہ متفرق دیہی ریاستوں میں معقول

عہدوں پر ممتاز رہا ہے، اس کی ہمیشہ بہت شہرت رہی ہے

جن گواہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ بھی مولوی



حسن حق کا نام اکثر سنتے تھے۔

۔۔۔ بھی لکھ کر

کس نے مقدمے کے دوران ایک موقع پر یہ صفائی پیش کی  
تھی کہ دوسرے میں دو مشہور نفوس حق میں لیکن یہ بات صاف ہو گئی  
کہ وہ دوسرے شخص (نفوس حق شاہجہانپوری) ضلع برنی کا تحصیلدار  
ہے۔ درپہلے دنوں چنگہ درادر باغیوں کا سرغنہ رہا ہے۔  
لیکن مزہم تو کبھی صاحب سیف رہا ہی نہیں بلکہ اس کی ہمیشہ صاحب  
رہے۔ مشورہ کی حیثیت سے شہرت رہی ہے۔

بناب : کٹر محمد ریاض اپنے ایک معنوں میں مالک رام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :  
مولوی فضل حق اتنا مسکین آدمی نہیں تھا کہ اسے کسی دوسرے  
شخص کے بارے میں تنقید کی سزا دی جاتی اور اس کا کوئی پرسان  
حال نہ ہوتا۔ شاید انہیں (مالک رام وغیرہ) یہ معلوم نہیں کہ  
اس کا چھوٹا بھائی سردار فضل الرحمن ریاست پٹیالہ کا وزیر تھا اور  
لوہ والا جاہ بہادر آت کر نامک اس کا عزیز قریب تھا اور  
نوب سید برکت علی خاں بہادر جو انگریز سرکار میں بڑا مقتدر  
تھا اس کا بھانجہ تھا، کیا یہ سب محض ہستے سنگدل ہو گئے  
تھے کہ اپنے خاص اثرات، خاندان کے ایک بزرگ کو بے گناہ  
نابت کرنے کے لئے ستم نہیں کر سکتے تھے؟

مگر یہ محکوم اگر چاہتی تو مقدمہ چلائے بغیر علاؤ کوئی بھی سزا دے سکتی تھی لیکن اس نے

۱۰۰۰ مئی، ۱۹۹۰ء

۱۱

۱۲

۱۳ مئی، ۱۹۹۰ء

ایسا میں کیا جبکہ تحقیق و تفتیش کے بعد عائد کردہ زمانہ کے باب جو عاصی اور اس وقت  
صاف ہو جانے پر فیصلہ صادر کیا۔ ان امور کی بنا پر مولانا عرشی کے نقل کردہ مکتوب  
بعلیت منکوک ہو جاتی ہے۔

۵۔ مولانا عرشی بمبئی نے فرمائے ہیں اور پرورشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

”اس وقت کے حالات کو بغور غائر دیکھا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے  
گا کہ دستخط کرنے والوں میں کچھ اہل علم ایسے بھی تھے جو دل و جان سے  
انگریزی تسلط کے مخالف تھے اور انگریزوں کے خلاف جنگ کو نہایت ضروری  
جانتے تھے اس لئے انہوں نے یہ فتوے مرتب کیا اور اپنے اختیار اور  
رضامندی سے دستخط کئے، البتہ نے عبسبوا تو شیعہ کی شکست کے  
بعد جان بچانے کی صورت یہی ایک تدبیر تھی کہ جبر کی پناہ لی جائے، اس بنا  
پر جس سے باز پرس ہوئی اس نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا“

اگر مولانا عرشی کے نقل کردہ مکتوب کو تسلیم ہی کیا جائے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ صدر  
نے بھی جان بچانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی ہو کہ فضل حق دو میں ہمارے پاس کیا ثبوت  
ہے کہ جسے ہم گردانا جا رہا ہے وہ میں ہی ہوں؟

حافظ الملک حافظ رحمت خاں ششہ کے پوتے نواب خاں بہادر خاں ششہ  
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ممتاز مجاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ جناب سبب مصطفیٰ علی برہوی  
اپنی تالیف ”نواب خاں بہادر خاں ششہ“ (مجمع آل پاکستان ایکویشنل کانفرنس کراچی میں  
ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے اور تفصیلی بیان کیا ہے کہ نواب خاں  
بہادر خاں نے کس طرح افواج کو منظم کیا اور کس طرح انگریزی افواج کے مقابلہ و شجاعت  
دی اور کیونکر گرفتار ہو کر تختہ دار پر چڑھائے گئے،

لیکن محمد بہادر ششہ پر مقدمہ چلایا گیا تو انہوں نے جنگ آزادی سے انہی

رست کا خدا کیا، جناب نادرسیتا پوری نے لاہور کے قدیم اخبار کوہ نور کی فائی سے  
نواب بہادر شہید کے مقدمہ کا ایک حلقہ نقل کیا ہے، نواب صاحب نے اپنے بیان میں

یہ ہے۔

”جب تک فوج بدلی، بریلی میں رہی، کسی نے اطاعت نہیں کی اور میرے  
باس فوج نہ تھی کہ ان کو شرارت سے باز رکھتا، میں نے کسی صاحب  
بازر کے بارے میں نہ سنا، دیا بلکہ میں نے ملک کو میاٹوں  
کا پریشانی سے بچانے کے واسطے کوششیں کیں، میں ہیکس تھا  
در نظام شیریں کا نہ کر سکا، انہوں نے میرے حکم کو نہیں مانا بلکہ  
وہ سب بدلی خود اپنے کاربند رہے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ایک  
اقتدار بھی در باب قتل صاحبان انگریزی کے جاری ہوا تھا، وہ کہتے تھے  
کہ فرنگی اب نہیں آویں گے، جب میں نے آند آند انگریزوں کی سخی توہیں  
فوز بری سے نکل گیا اور فوج انگریزی سے صحت آرائیں ہوا“

کیا نواب صاحب کے بارے میں بھی یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے پہلی جنگ آزادی میں  
کوئی حصہ نہیں لیا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ نواب خان بہادر شہید نے اپنی جان بچانے کی خاطر  
یہ بیان دیا تو علامہ کے بارے میں یہی وجہ کیوں قابل قبول نہیں ہو سکتی؟

۶۔ مولانا شہید احمد گنگوہی کو بھی تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں شمار کیا جاتا  
ہے، اگر یہ سب بدست میں مستند مواد دستیاب نہیں ہو سکا لیکن ان کے معتقدین بہت ہی عقیدت  
نما پر انہیں معاف مجاہدین میں شامل کرنے پر پُر تھیں، مولانا غلام رسول مہر کہتے ہیں: ”  
ان بزرگوں و مولانا شہید احمد گنگوہی و مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بھی  
۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا، افسوس کہ صحیح تفصیلات ان کے  
مذکورہ ذہن میں نہ تھیں“

جہاں تک ان کے سوانح نگار مولانا عاشق الہی نے مثنوی کو بیان بت اس سے نصرت  
یہ پتہ نہیں چلتا کہ مولانا گنگوہی جنگ آزادی میں شریک تھے بلکہ ان کے بیان سے تو "خیر خواہ" اور  
برہنہ معلوم ہوتا ہے۔ مولانا عاشق الہی جنگ آزادی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بدنسیب، غافل بر باد ہمسار شاہ نظر بادشاہ دہلی کا وہ درخیز  
سماں تھا جس میں کہ قوسوں پر سپر پی پیشے کی مورتی افواہ اڑی اور غدر پرا  
کرنے کے پیچھے کھلے نعروں میں چہچہے شروع ہوئے تھے۔ تباہ یونیورسٹی  
رعایا کی خسرت تقدیر نے ان کو جو کچھ سمجھا یا اس کا انہوں نے قیہہ دیکھا  
اور ان کی نسل دیکھ رہی ہے جن کے سردوں پر موت کھیل رہی تھی  
انہوں نے کپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور  
اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔" ۱

"تحریک آزادی کا دور گزر گیا تو بعض لوگوں نے کسی خاصیت کی بناء پر مولانا  
گنگوہی اور مولانا نازقی کے "باغی" ہونے کی خبری کر دی۔ مولانا عاشق الہی کے الفاظ  
یہ ہیں:-

"جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت  
نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفلسوں  
کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی بھی تہمتوں اور  
خبری کے پیشے سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں، انہوں نے اپنا  
رنگ جھایا اور ان کو شر نشین معصرت پر بھی بغاوت کا الزام لگا دیا۔"

حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ:

"یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یادہ گوئی نے ان کو  
باغی و فساد برآم و سرکاری خطا دار قرار دیا۔ انہوں نے اس لئے گرفتاری کی تلاش

حق سترحق تہوں کی حفاظت برسرِ حق اس لئے کوئی آنسو نہ آئی اور جیسا کہ آپ  
حضرت اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔  
ن دن خوف و ہراس کی ہر شہرِ محسن کے رنگ و پہنے میں سرایت کئے ہوئے تھے مولانا لنگوہی  
کو معدوم ہو گیا تھا کہ ان کا نام بھی قابلِ اخذ جھرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے لیکن ان کی حالت  
یہ تھی کہ :-

”آپ کو ہر مستقل بنے ہوئے خدا کے حکم پر نہ ماضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ  
میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جیوٹے الزام سے میرا بال  
بھی ہینکا نہ ہوگا۔ در اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے،  
جو چاہے کرے“۔

ایک دفعہ مولانا لنگوہی، مولانا فوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ شاہ جہلمی اور حافظ ضامن کہیں  
جا رہے تھے کہ باغیوں کا سامنا ہو گیا، پھر کیا ہوا، مولانا عاشق الہی کی زبانی سنئے :  
یہ نبرد آزما جھٹا اپنی سرکار کے مخالفت باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ  
جانے والا تھا، اس لئے اُل پیاد کی طرح پراچھا کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان باری  
کے لئے فیار ہو گیا“۔

مولانا لنگوہی کو متغیر کر کی عدالت میں پیش کیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے مسندوں کا ساتھ دیا

سے عاشق الہی علیہ الرحمۃ ارشید مجدد دوم، ص ۵۷۔ لکھ ایضاً : ص ۸۰۔

تھے ہن : ص ۵۰۔ (نوٹ) مولانا نے یہ عہدہ دیر بزرگ مہاد ثابت کرنے کے لئے اس عبارت کی عین توجہ کی ہے  
وہ اتنے سہرا کے بغیر کے مخالف سے لفظ نفی پیدا ہوا، سیاق سرکار سے مراد خود حضرت حاجی صاحب ہیں اور مقابلہ ان  
دووں سے خاصہ شکر ہیں کہ خدا نے جو کرنا چاہا ہے۔ یہ بھی عرض کروں کہ یہ میری رائے اور میرا اثر ہے اور میں اسے قطعی طور  
پر یکجا تصدیق نہیں کرتا، مصنف رحمہ کے پیش نظر کی بات تھی ۱۰۵۷ھ کے مہاد ص ۲۵۶۔

میں : میں اس عہدہ سے متعلق عقیدت ہے وہ کہہ دے، عالیٰ نہیں یا جس توجہ کو لانا، قطعی طور پر صریح قرار دے رہے ہیں چارک  
موت : اس بات کے متعلق میں غرضاً صاحب بھی شریک تھے جو بقول مولانا میرٹھی اپنی رائے کے مخالفت باغیوں کے سامنے  
ہلکے اٹھ جائے۔ صاحب : صاحب حضرت حاجی صاحب اچھا رہا، آپ تھے : فیاض : اثرن قادری

اور فساد کیا تو انہوں نے کہا: "ہمارا کام نساو گناہیں، نہ جو مفسدوں کے ساتھ "تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ انہیں بغاوت سے کوئی تعلق نہیں تو ربا کر دے گئے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی اور نواب خان بہادر خاں کے بارے میں تو کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ظالم و جاہل حاکم کے سامنے، جان بچانے کی خاطر ایسی باتیں کہیں جس سے بڑھ چکا تھا کہ ان کا توجہ بکلی اس کے کوئی تعلق نہیں لیکن مولانا لنگوٹی تو خادما کے سامنے نہیں ملے اپنی جگہ پر رہے ہیں۔ اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے۔ ایسے ارشادات کے باوجود کہ مولانا لنگوٹی جاہلین میں شامل ہیں تو علامہ فضل حق خیر آبادی کا کیا قصور ہے کہ انہیں یکے کے متعلق تو دیکھتا ہے، مولانا لنگوٹی سب قصور ثابت ہونے تک چھوڑ دیتا ہے۔ مولانا نواری کے گرفتار

ہونے کی نوبت ہی نہ آئی لیکن علامہ خیر آبادی کے جلا وطن ہونے اور غریب وطن کی راتیں نہ بیاہن ساری میں کسے شک ہو سکتا ہے، ان کا جہاد آزادی سے کسی قسم کا تعلق ثابت نہ بھی ہو تو ان کے شبہ ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ ایک ظالم حکومت کے جز و تشدد و کاغذ مشتق بنے اور جبر و جہنی میں ملک تحقیق کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

غالب کے مشہور محقق مالک رام نے علامہ فضل حق خیر آبادی کے مقدمہ کا فیصلہ اپنے مضمون میں اپنا مہر تحریر کیا، دہلی جون ۱۹۶۰ء میں پیش کیا ہے اور میں بنا، پر گھر رنوتائے دہلی میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ اس وقت دہلی میں موجود ہی نہ تھے اور انہوں نے ایک موقع پر یہ بیان دیا تھا کہ دوسرے شخص کے شبہ کی بنا پر میرے فحاش کاروائی کی جا رہی ہے یہ تقریر قائد کریم آباد

"مولانا فضل حق مرحوم نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا

انہوں نے اس سے پہلے لوگوں کو جرمین بھی کی ہو اور اس کی

طرف انہوں نے ایک جگہ اشارہ بھی کیا ہے لیکن جب یہ جگہ مرشد آباد ہو تو

وہ علامہ اس سے الگ تھلک رہے، انہوں نے پہلو سے اس میں شریک ہوئے

ذہلی کا فلسفہ، انہوں نے نہ کوئی فخری لکھا نہ قلمرا اٹھائی" کے

حسن سان کو کافی سمجھتے ہوئے بس جگہ جناب نادام سیتا پوری کی ایک عبارت نقل کرنے پر کئی سال سے وہ متحرک ہیں :

”جی جی ریسترن تحقیق سے متعلقہ زاویہ نگاہ سے کم۔ ارا دی اور جو بی مقدمہ نظر سے زیادہ کس بات سے انکار کیا ہے کہ مولانا خیر آبادی نے اس جنگ ارا دی میں کسی قسم کا حصہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی مضامین پیش آچکے ہیں جس کی نذر نہ درحقیقہ بصیرت افزائی کے اعتراف کے باوجود میں پینٹپ کو کس زاویہ نگاہ سے متفق نہیں کر سکا۔“

مسئلہ بہت غریب ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے مجاہدانہ کارناموں کا حساب لیا۔ سندھ، نند، مد، کاغذی، رب، الشوریۃ، السندیہ اور فقہانہ فقہ السنہ میں جناب نادام سیتا پوری نہیں مل سکتا۔ دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

”جس زمانے میں کوئٹہ اور خیبر کے کچھ حصے یہ منتشر پیرچے شمس العلماء مولوی عبد حق پیچھے تو سزا سنے میں وہ اپنے جوتھے باپ کی رہائی کے لئے کوشاں تھے گریہ مان بھی صاحب کے یہ منتشر پیرچے ایک سیاسی قیدی کے ساتھ بھیج دیا۔ دست میں جہز نہ مان سے ہندوستان کے حامل کتب پہنچ گئے تو بھی یہ بات ذہن پر نہیں ہے کہ ان کی ترقی ترویج کے وقت شمس العلماء مولوی عبد الحق نے اس بات کو غور نہ کر دیا۔ یہ واقعہ اگر حکومت ہند تک پہنچ گئے تو مولانا دہلوی دتواری سب میں جواب دے گی۔ ایسی صورت میں اس کا توئی امکان ہے کہ کتابوں میں کچھ کچھ تحریریں ضرور کی گئی، وہ تحریریں یا ترجمیں یا اقتباسات اس کے بارے میں نقل طور پر تو کوئی بات کہی نہیں جاسکتی لیکن بہت زیادہ بار و قصائد مختلف پڑھنا بہ کوئی نہ سے لکھے ہوئے تھے، کی اس پر نہیں شہ مانی تصنیف سمجھا بلکہ حل طلب ترجمہ درج ہے۔“







جا بجا یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اس حضرت کا حضرت صاحبِ کرم کے متبرکت و مرجعِ مہدی اور  
یہ اختلاف علمی اور فروعی نوعیت کا حامل تھا حالانکہ فریقین کی تعالیف کے مصداقست بہ انصاف بہ  
اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ اختلاف صرف علمی نہیں بلکہ اصولی اور عقیداتی تھا اور ایسے حرف کہہ ہوتے  
ہوئے ہر دو فریق کو حق پر نہیں کہا جاسکتا مولانا صاحبِ کتاب بھی مانتے ہیں کہ شاہ و کسب نے غلو و زندقہ  
سے کام لیا اور تقویۃ الایمان میں ان امور کو جو شرکِ خفی سے شرکِ بلی مکمل دیا اور ان تحریر سے متعلق  
شوہر و شرکے بابت میں یہ کہہ کر دل کو تسلی دے کر کہ :

”گو س سے شوہر ش ہوگی مگر توقع ہے کہ درمیانِ کفر و نصیب پر ہوا میں کے ہے

تقویۃ الایمان کا منظر عام پر آنا تھا کہ واقعی زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور سو دفعہ میں اس  
کی طرف سے بیسیوں کتابیں لکھی گئیں۔ اس کتاب نے اختلاف و انتشار و یسار و درود  
کھولا کہ شوہر ش بھی ہوئی ”لڑائی بھڑائی“ بھی لڑکر نصیب ہوئے کہ محدثانہ یہ نتیجہ قیامت میں نکلتے  
مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شفاعت کی تین فرمیں بیان کیں (۱) شفاعتِ وحی  
(۲) شفاعتِ نبوت (۳) شفاعتِ بلاؤں ، اور پہلی دو قسموں کا بڑی شد و حد سے انکار کیا کسی سے یہ عجز  
نقل کر کے علامہ فضل متین خیر آبادی کی خدمت میں مستند پیش کیا اور پرچہ یہ علامہ حسن سے یا جمل ہا اس  
میں سید عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ قدس کا اختلاف سے یا نہیں ؟ اور اس کے دل کا کیا حکم  
ہے ؟ علامہ نے اس کے جواب میں ایک مسودہ کتاب تحقیقِ اختلاف فی ابعادِ لغوی و حرک و  
اور اسے چار مقامات پر تقسیم کیا ، آخر کتاب میں نقل و کتب بیان کرتے ہوئے فرمایا :

”جواب سوال ثانیہ : این است کہ عامل بی کلام زہر سے سرطامین  
بلایا شبہ کافر و بے دین است ، بہرگز مومن و مسلمان نیست و حکم و شرع  
قتل و تکفیر است ۔“

علامہ عبدالمطلب بن شریف الی ، عالمی ہندوستان ، ص ۵

علامہ عبدالمطلب بن شریف الی ، عالمی ہندوستان ، ص ۵

کہ جس پر سلفِ مبارک ، سوانح و فضائل میں لکھی مدح و ثناء و تعریف ہو جائے ، وہ

کہ مومن ہو ، مومن ہو ، مومن ہو ، اور مومن ہو ، مومن ہو ، مومن ہو

فہم نے اس پر ، دلائل و حجتیں ، دلائل و حجتیں ، دلائل و حجتیں



قدیم نے اس یہ گرفت کی اور ذرا

باید دانست کہ جس قوم کا تمام دہب و درازات

بہ فروغ است

اور شرح و بسط سے اس پر تفسیریں دیں، کیا کہ وصاف و مرثیہ حضرت نامہ، تنبیہیں مسیحی و عیسیٰ علیہ السلام کی نظیر بالذات ناممکن ہے۔ اس کا جواب ایسی کی و سنسٹی کی لفظی ترجمہ صرف افسوس ہے۔  
ایسی محققانہ کتاب لکھی جواب تک رہا جواب ہے۔

عقد مرثیہ نقد و مرثیہ در خیال برتہ فرمائی نے پنی قابل قد کتاب مرثیہ میں تا دیوبند کا فکری تضاد جس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے۔ لفظ واد ہے اس میں ہوں نے تقریریں دیوبند و مرثیہ کتب سے ایسے حوالے پیش کئے ہیں کہ جن سے مرثیہ واد ہے لفظی و معنی میں واد ہے کے تقد و مرثیہ غیب کے زہ کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری عربی و یونانی سے ایسے حوالے پیش کئے ہیں جن میں کا دیوبند کے علوم غیبیہ و رشتہ انصاف کو فہم کیا ہے۔ بیان کیا ہے۔  
زلزلہ کی وقعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ مرثیہ واد ہے لفظی و معنی میں تا دیوبند کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

۶۔ ہمارے نزدیک بان چھڑنے کی کیسے ہی رہے۔ لفظ واد ہے لفظی و معنی میں تا دیوبند کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :  
ریان اور فتاویٰ رشیدیہ و رفقا و ست مزایہ و حقائق و مسائل جیسی کتابوں کو چورا ہے پر رکھ کر الگ وکدی جاسے و رصاف مرثیہ واد ہے جاسے کہ  
اس کے مندرجات مرثیہ واد ہے کے غرض میں واد ہے دیوبند یوں کے مصیبت  
علقہ اندازہ شرح واد ہے اور سوانح قاسمی اور مرثیہ واد ہے مرثیہ واد ہے کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :  
معلوم کرنے چاہئیں یا چہ ن مرثیہ واد ہے مرثیہ واد ہے کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :  
حاصل یہ کہ مرثیہ واد ہے مرثیہ واد ہے کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

۷۔ مرثیہ واد ہے مرثیہ واد ہے کے پتہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

میں نے چارے صحیح عقائد و دینی میں جواہر ال الذکر کتابوں میں مندرج ہیں۔<sup>۱۵</sup>

مولوی اقبال اور سیدنا صدرِ ہند میں

مولا غلام احمد شاد شروانی نے عالمی ہندوستان میں بابا جاسو دی سنگھیل دہلوی کے جہاد بھلا کر  
کا ذکر کیا ہے اس سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولا جاسو دی کی کارروائی کا مختصر جائزہ پیش کر دیا جائے۔  
مولا غلام احمد شاد شروانی کا بیان ہے کہ :

سستی و حب نے پیدا جہاد یا محمد عباس حاکم پاکستان سے کیا تھا۔  
 جس جہاد کو قیبر خاطر خاں، پشاور اور کوٹ قبضے میں آگئے۔ سید مراد علی منشی مرعوسہ چوکی  
 دربارہ ہزارہ لکھے ہیں۔

۱۰۔ دیوانِ مقبرہ چشمہ دیدہ نقل کرتے ہیں کہ ۱۸۳۰ء میں غلیبہ سید احمد

مرگزہ وہ بیاں ہے یا خمسہ حاکم پشاور کو ہاٹ، بہادر دوست محمد خاں

وہاں کابن کو بہشت گری مشکو غازیوں شکت دی اور ملک پیشاور و کوہاٹ

یہ قبضہ کر کے اپنے تمام ارجاوات مقرر کئے اور یہ لقب سستیہ بادشاہ مشہور ہوا۔

میں کے بعد سن ۱۸۷۱ء میں یہ تختہ دار اور پٹیل تو ہم کے عزیز ملک فاس وغیرہ مسیحا صاحب کے مرید ہو گئے

سین، اپت دور کے مشہور باجمت سردار پانیہ خاں نے بیعت نہ کی اسید صاحب اور مولوی اسماعیل

میری یہ بقدرِ مشاوارہاں سے طاقت کی اور بیعت کی دولت دی لیکن وہ تیار نہ ہوئے۔ اسی اثنا

میں نے اپنی وہی قافچہ بھائی مٹر رندھن مسیہ صاحب سے بیعت ہوا اور بتایا کہ میرا بھائی میرا

یہی وہنبت جس کے باطن میں پستانِ بزمِ بسیدہ صاعب سے اسے سلی دی اور

یہ کتاب پڑھ کر محسوس ہوا کہ اس لئے کہ وہ بہت سب سے جو امتحان اور اس سے تیار کرنے

کے لئے چختار سے موضع کیرمی پہنچ گئے۔ پانڈو خان کو پتہ چلا تو وہ بھی مقابل کر گشت کر چکے تھے۔  
گشت و خون کے بعد پانڈو خان کو شکست ہو گئی اور وہ جان بچ کر موضع پانی سے ہوتا ہوا  
موضع شکرہرہ علاقہ اگور پہنچا گیا۔

مردار پانڈو خان اس سے پہلے بھی سکھوں سے کڑے حکم تھا اور اس کے بعد بھی ان  
سے برسرِ پیکار رہا، لیکن اس وقت اس نے اپنی حفاظت کی بنیاد پر سخت نفاذ کی کہ ہری سنگھ  
سے امداد کی اپیل کی جاتے ہو اس وقت ہانسہرہ میں مقیم تھا۔ ہری سنگھ نے مدد دینے کے لئے  
یہ شرط عائد کر دی کہ تمہیں اپنا لڑکا جہانڈا و خاں بھوجی عنایت میر سے سپرد کرنا ہوگا تا کہ میر سے  
خلافت کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ پانڈو خان نے اس شرط کو منظور کر لیا اور سکھوں کی درجنوں  
فوج سے کھچڑہ کی طرف روانہ ہوا۔ دریائے سرن کے راستے پر سید صاحب کے بھائی موہی  
احمد علی اور اس کے ساتھیوں نے مزاحمت کی، میدان کارزار گرم ہوا، بے شمار سکھ مارے گئے  
مولوی احمد علی اور (چند ایک کے سوا) ان کے تمام ساتھی مارے گئے۔ اس کے بعد وہ موضع  
چکربائی میں مقابلہ ہوا اور سید صاحب کے رفقاء کو شکست فاش ہوئی، اس کے بعد سید  
صاحب پختار چلے گئے۔

اس طرح پانڈو خان کی جان بھی بچ گئی اور مدد بھی ملا ہو گیا لیکن ہری سنگھ سے  
حسبِ وعدہ اس کا لڑکا جہانڈا و خاں واپس نہ کیا، اور چاہتا تھا کہ پانڈو خان خود آکر ہنسے بیٹے کی  
راہی کے لئے انتہا کرے لیکن پانڈو خان کسی صورت میں بھی عداوت پر آمادہ نہ ہو کیونکہ اس  
کے باپ کی وصیت تھی کہ کسی حاکم سے نہ ملنا، اسی سبب میں اسے سکھوں سے نبرد آزما ہونا پڑا اور  
جائگسل معرکے ہوئے، ہری سنگھ نے جہانڈا کو نجیت سنگھ کے پاس ڈھونڈ پنی دیا جس سے  
سات سال بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اس جنگ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مردار پانڈو خان تمام  
سکھوں سے برسرِ پیکار رہا اور بالآخر ۱۵۷۷ء/۱۲۰۴ء میں فوت ہوئے۔  
میں تفصیل سے یہ دیکھ رہا تھا کہ سب صاحب کاموں سے بھی شمشیر کھٹ مرنے سے دور رہے۔

مورہ پر وہ سکھوں کے ہاتھوں میں آکر اور نہ مد میں سید صاحب کی ناکامی کی بڑی وجہ رہا پانچ  
 سالہ جو نہ وہاں پر گزرتے تھے کیونکہ سرحد کے کٹر باشندے بستی منفی  
 اور آباد دروہیت مند تھے، گرتھ دور و باہت ایسے امور در میان میں حال نہ ہوتے تو  
 سب سب نہایت کچھ دلی ہمارے دہا بڑا، بہت خوب موٹا، تمغیل دہوی اور سید صاحب  
 ۱۲۰۰ء میں مذکور گرتھ کے قریب مر کے میں کام سے اور عقیدت مندوں نے شہید مشہور  
 کردی کس میں شک نہیں کہ سید صاحب نے عمر بھر ہی مسلمانوں کے علاوہ سکھوں سے بھی جہاد  
 کی تھی یہ بات بھی تشہد تھی ہے کہ وہ کسی سکھ کے ہاتھوں مارے گئے یا کسی سرحدی پٹان کے  
 ہاتھوں شہید کیے ہیں۔

۱۲۲۰ء میں وہ بیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات  
 کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قریب ان  
 کے مقاصد مخالف میں کس سے وہ وہاں ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ  
 کر کے کہ وہ کچھ مسافر کو بھی چھوڑتے۔

مگر چونکہ وہ سکھوں کے چور و ستم سے نہایت تنگ تھے اس سبب وہ بیوں  
 کے ساتھ نہ رہیں بھی نہ رہ سکے کیونکہ سکھوں پر جہاد کیا جاسکے اور آخر کار وہ بیوں  
 وہ پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر جہاد بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت  
 سخت ہے اس سبب اس قوم نے غیر میں وہاں بیوں سے دنا کر کے سکھوں  
 سے غافل رہا اور مولوی محمد علی صاحب نے سید صاحب کو شہید کیا۔  
 صاحب یہ لفظ نہایت جاننا کہ میرے بعد اجداد سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے  
 تھے۔ میں نے۔

مسلحہ سب سے پہلے تھے وہاں سکھوں کے خلاف سے نہایت دے  
 سکھوں کے ہاتھوں میں تھے شہید ہوئے اور ان مقامی سے جاسے؟

۱۲۰۰ء میں سید صاحب

۱۲۰۰ء میں سید صاحب

سید صاحب کی وجہ سے جس طرح معلوم رہے ہے وہ انہیں تہذیب و تمدن کی بابت  
ایک اتالیق کا جذبہ پروردہ سمجھتے ہیں۔

۴ سید صاحب کا اصل مقصد جو کہ ہندوستان سے انگریزی تہذیب و تمدن کو  
تعمیل کرنا تھا جس کے باعث ہندو دھرم کی دونوں ہی ریختوں پر تھیں اس بنیاد پر  
اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی و مسافرت ہندوستان پر کیا۔  
آپ کا اصل مقصد ملک سے بیسی لوگوں کا وفد بھجوانا تھا کہ اس کے بعد ان کو  
جوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے سندھ و  
مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔

مولانا غلام عثمانی نے ماہنامہ ترقی و تہذیب میں اس پر یوں تبصرہ کیا ہے :  
۵ کوئی شک نہیں اگر استاد محترم حضرت مرنی کے ارشاد کو درست نہ سمجھا  
جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت میں فساد بن جاتی ہے۔ وہی پریشانیوں کو رفع کرنے  
کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا، اور بھی مقصد میں نہیں  
اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں اس لائحہ کی کوشش کے دوران  
مادر اہل اناس شہادت سے بعد کیا تعلق رکھتے ہیں کہ جو سہم کی ایک سہم تری اور  
مقصود اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قیہ و ہند کی مصیبتیں  
اٹھانا اجراء آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟

وضع احادیث | سید صاحب کے مہینہ کو حقیقت میں مندرجہ بالا بنا دیا گیا تھا کہ وہ جابر  
اور جابر طریق سے سید صاحب کی مرن و شہادت کے جو گھر ہو گئے تھے۔  
سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ من گھڑت روایات کو بھی اگر مصلحت تقاضا کرے تو اس کی طرف مروجہ کرنے میں  
بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے مشہور اہل بیت مولانا غلامی نے تہذیب و تمدن کو  
کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے۔



ب مودی نقل فی اسے س جہالت کا شایع کردہ رسالہ بنام غلام سبھے  
 ہوا جس میں درج ہے "مختار منہاس و مہاس و ابوعول سہنہ  
 حہ شد مہدی حبیب یحییٰ سیدہ حنہ کثیر شہد یعجبہ اللہ  
 حہ و یحییٰ و دہرہ ہسوارہ من مہر کتاب اللہ و ستہ  
 ستہ"

مجموعہ ۱۰۰۰ مورخہ پر مشتمل مہدی کا جس کے ہاتھوں پر حق کثیر بیت ہوگی پھر اللہ  
 کے ساتھ غائب کردہ ہے تو لوگ اپنے آباؤ کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے  
 سو یہ کتاب دست کے متبعین کے ہے

تو یکس وقت دو برس تک مگر ان صفحہ اس سے روایت سابقہ پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ایک روایت  
 میں بھی بعد از

فیقال صغرۃ لاہور ستہ

مولا غایت تازی اہل کجرات سے روایت کے ساتھ میں کچھ اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔  
 یہ حالت کی روایت کتاب میں بھی نہیں دیکھی مگر جو ذخیہ ہوا موصوفات کے نام سے علماء  
 اہل سنت میں مذکور ہے روایت میں بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی شہادت  
 کے بعد سے پہلے یا بعد سے

مولا ابوالکلام آزاد مولانا شاہ فیاض اللہ مولانا ابوالکلام آزاد کی مدد سے مرانی میں بھی بڑے مشافہ  
 سے کام لیا ہے اور آزاد کو مدد کے ہمسری حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے

علاوہ ازیں تفتیشیہ ہادی سے جو منظر یہ تھا از قلم کیا تھا تاہم اس پر قلم رسیہ جبکہ مولانا آزاد اب تبار میں  
 رہے دور سے کمالی غلویت و ہر بار رہے اور فرما با کرتے تھے

مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا گروہی شرم غیز سول نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پستی کیل  
 میں سے نہ ٹھک رہا ہے مستعد بن رہا ہے ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت  
 نہیں ہوتی بلکہ وہ خود بخود ہی رہ رہ کر سب سے مایوس و حزن تک پہنچے ہیں وہ  
 اپنے آپ کو سب سے مایوس و حزن تک پہنچے ہیں وہ اپنے آپ کو سب سے مایوس و حزن تک پہنچے ہیں

میں ۱۰۰۰ مورخہ

میں ۱۰۰۰ مورخہ





تھے ان میں بہت سے لوگ تھے جن کے پاس بہت سے کتب تھے۔  
تقریباً ہر ایک کی منہ کی ۔

## لیکھ بنگلی جندوستان سے بارے میں

مولانا عبد الشاہ شروانی نے اپنی کتاب کہ بریلی زبان میں مکتبہ اسلامیہ کے  
کے معاونت مصنف کی وصیت نظر میں لے کر ان کی وصیت میں یہ بات لکھی ہے کہ یہ  
عقیدت کا پتہ چلتا ہے ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مسرت سے ہمیں بریلی و حرمینہ مکتبہ میں  
خیر آبادی کیے تھے، ادبی اور عبادت گزارانہ کام کے کتابی شکل میں منب کر کے ماننا بنا دے۔ ان کی زندگی  
کو نظر انداز کر کے علامہ پر کوئی تحقیقی مقالہ یا کتاب نہیں لکھی جاسکتی

مولانا عبد الشاہ شروانی نے سب سے پہلے تو ایک روز کی مستند دستاویزات و  
کے ہر مقالہ پر لکھی خیر آبادی کی تصنیف لطیف شرف نامہ "و تقاضا تہذیب مند و درود و تحریکات  
کے ساتھ ۱۹۴۴ء میں شائع کروا کر ان کی بیعت کا رونا دھونا سا اور قصبات کا ایسی برکات میں  
لکھی کتاب بہادر شاہ خاندان کا علمہ "میں شامل کر دیا مگر اس کا مکتبہ چشتیان مدینہ نے اسے  
بہادر شاہ خاندان سے التورۃ السندیہ کا ترجمہ اپنی کتاب "ایرانی مذہب کا علمی و فاضل میں شامل کر دیا ہے  
علی وہ مولانا شہر علی مظہر نے التورۃ السندیہ پر ایوانیت مہر کے نام سے طبع میں شائع کیا ہے۔  
میں شائع کیا جس میں اصل کتاب کے علاوہ کثیر تعداد میں اصل سے کتب کے کتب ہیں

مولانا عبد الشاہ شروانی نے اپنی شیشیل کانگریس سے ملنے والے دستاویزات و مکتبہ میں  
کہہ گئے ہیں جو تقریباً پاکستان کے خلاف اور مذہب کے بیجا مبالغہ آمیز مدد میں بریلی میں  
قائد اعظم پریمی نام لے کر بیرون کیا گیا ہے، لہذا ریاست علی لکھنؤ، نائی بندستان یہ مدد کرتے تو کتبے میں  
میں بہت سی ایسی تفصیلات لکھی ہیں جن سے تعلق حیات فضل میں سے کچھ زیادہ رہتا ہے  
اسی طرح انہوں نے اپنے حالات ہاں لکھے ہیں کہ اس مکتبہ میں صرف کر کے ۱۰۰۰

لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰

لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ۱۰۰۰

ہیے تاکہ یہ مواد بنی جگہ بہت اور حرف آغاز میں اس کی تردید کر دی جاتی لیکن کاغذ کی ہوش ربا  
کرنی سے نئی کوشش میں رہنے والی سائے بہتے بعض مقامات سے انہی پاکستان مواد اور غیر ضروری  
مصر صرف کر دیا جتے تاہم یہی جتنی معرب بانی رہ گئی ہیں نیز مختلف کے حالات کی بتھیں کر دی ہے۔

### جذبات شکر

محرمی حکیم محمد موسیٰ مرتضیٰ۔ علامہ شکر ادا کرنا ضروری ثابت کر انہوں نے شب و  
دن غرض سے۔ وجود بانی ہندوستان پر جہتہ جہتہ حواشی تحریر فرمائے جن کی بدولت کتاب کی  
ثابت میں آغاز ہو گیا ہے۔ نیز قدم قدم پر ان کے مشورے ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے  
جن کی وجہ سے ہم کتاب کو بہتر صورت میں پیش کرنے کے قابل ہوئے حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے  
شکر سے عمدہ بڑ نہیں ہو سکتے۔ ہمارے فاضل دوست محمد عامر مختار حق بھی شکر پر کئے مستحق  
ہیں کہ انہوں نے ہمیں بلی ہندوستان کا نسخہ فراہم کیا جو ہمیں کوشش بسیار کے باوجود دوسری جگہ  
سے لینا ملتا تھا۔

استاذ علمائے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی علیہ السلام نے اس میں ضروری اصلاحیں دنا علم  
میں پیشہ دار اس اہل سنت پاکستان۔ مفتی محمد عثمانی صاحب قصبہ قصبہ، برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر  
صاحبی فی بصورتی کتابستانہ غازیہ حضرت شیخ الحدیث جھنگ بازار لاہور، اور مولانا شاہ محمد حسین قصبہ  
ریہ نجد کی کوشش واتی تحسین میں کہ ان کی وجہ سے یہ کتاب پاکستان میں پہلی بار پیش کی جا رہی ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

۲۹ شعبان ۱۳۹۲ھ

۱۰ ستمبر ۱۹۷۲ء

## باسمہ سبحانہ

تازہ خواہی داشتق گردانما سے سببہ را  
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارسینہ را

آٹھ دس برس ہوئے میں دارالخیر اجسبہ میں مقیم اور حضرت استاد علامہ الہند مولانا معین الدین اجیری مرحوم و مغفور سے کسب علوم میں مشغول تھا مولانا علامہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا خیال فرماتے تھے۔ اکثر صحبتوں میں جہاد و حریت کی تلقین اور ثبات و استقلال کا درس بھی رہتا تھا۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کا ذکر بغیر ٹیسے والہانہ انداز میں تو تھا۔ علامہ خیر آبادی مولانا کے پردادا استاد بھی تھے اور جادۂ آزادی کے بہرہ ور تھے۔ بھی علامہ کا جس طرح علمی فضل و کمال مستم تھا اسی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء میں عزم و ثبات و شرب المثل تھا۔ مولانا جہاں درس گاہ میں بیٹھ کر علامہ کے منطقیانہ و فلسفیانہ حقائق و نکات بیان فرماتے تھے وہیں دوسری محبتوں میں اپنے اساتذہ و اسلاف سے سنے ہوئے حکم و واقعات انقلاب اور علامہ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ بھی کرتے رہتے تھے۔

مجھ پر غیر معمولی شفقت تھی۔ سفر و حضر میں بیشتر ساتھ رہتا۔ جمعیتہ العلماء ہند جلسہ احرار اسلام ہند اور دوسرے حریت پسند اداروں کے اجلاسوں میں بھی معیت کا شرف اکثر حاصل رہتا تھا۔ اس فیض صحبت نے مجھ جیسے غاندی رجسٹر بند کو حق و سچ ہی دن میں پورا باغی بنا دیا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں فلسطین سے متعلق چند تقریروں پر حکومت راجپوتانہ نے مجھے گرفتار کر کے مقدمہ چلا دیا مولانا مھمل تھے۔ کرم بے پایاں نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ عدل نے ایک سال بعد اس مصیبت سے جس پر ہزار ہا تئیں قربان ہوں، نجات دی تو مولانا نے خوش ہو کر ”سدا غدیریہ“ عنایت فرمایا۔

یہ رسالہ علامہ خیر آبادی نے جزیرہ اندمان میں بحالت مجبوری لکھا تھا۔ اقلیدس جیٹل  
 کے ساک و دعات حکومت مسئلہ کے عزائم اور اپنی تباہی و بربادی کا اپنے مخصوص انداز میں  
 نقشہ کشا ہے۔ حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کا کوردی (استاذ مولانا لطف اللہ  
 صاحب) نے یہ رسالہ سب سے پہلے پڑھ کر تقریم لکھی۔ ان کا ترجمہ کر کے ۱۲۷۷ھ میں رہائی پا کر  
 دارم بندہ دستان ہوئے تو یہ رسالہ علامہ نے اپنے خلف الرشید مولانا عبدالحق خیر آبادی  
 کے پاس مختلف کاغذ کے پرزوں اور کپڑوں پر کوئٹہ وغیرہ سے لکھ کر بھیج دیا تھا۔ اسی رسالہ  
 میں قصائد فقہانہ لکھے تھے۔ مولانا عبدالحق نے بڑی محنت و کاوش سے اسے مرتب کیا  
 اور چند مخلصین و معتقدین نے اس کی نقلیں حزر جہاں بنا کر اپنے پاس رکھیں۔

اس طرح اس کے نسخے خاص خاص حضرات کے پاس محفوظ ہو گئے۔ حکومت  
 کے خوف سے کسی نے اس کے نام کرنے کی کوشش کی نہ کوئی چھپوانے کی جرأت  
 کر سکا۔ مولانا اجیری نے کئی بار ارادہ اشاعت کیا لیکن عمل اہل سرھوٹ  
 اوقات کے مطابق پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

یہ مؤثر نسخہ مولانا نے اپنے قلم سے استاذ محترم مولانا حکیم برکات احمد بہاری  
 قونکی کے نسخہ سے بڑا مذہب طلب علی خوش خط نقل کیا تھا۔ حواشی پر جا بجا اہل لغات بھی کر دیا گیا  
 ہے۔ اس رسالے میں دو عربی قصائد فقہانہ لکھے ہیں جو ۱۲۷۶ھ میں رسالہ کے ساتھ انہیں  
 دعات پر متسلل لکھے گئے ہیں ایک قصیدہ ہمزہ اور دوسرا ذالیہ ہے۔

تکمیل درسیات اور مولانا اجیری کی وفات کے بعد میں ۱۹۲۰ء میں وطن ماریٹ  
 جین یا اور دارالعلوم مافقیہ سعیدیہ دادوں ضلع علیگڑھ میں تدریسی خدمات اور خانگی مصروفیات  
 میں چنس گیا۔ ۸۰۰ ذی قعدہ ۱۹۳۵ء کو بھونائی تحصیل انزولی ضلع علیگڑھ میں کسان کانفرنس  
 بڑے اہم پیمانہ پر منعقد ہوئی۔

ہندوستان کے مشہور بیرونی سابق کاغذ سی کیو نیٹس بڑا کٹر کوئٹہ محمد شرف صاحب اہل  
 تھے۔ انھوں نے فارغ ہو کر سابقہ تعلقات کی بنا پر غریب خانہ ہادی منزل بھنوی ضلع  
 علیگڑھ پر پیار پیار جوئے۔ میسے فقہ سے کتاب خانہ کاشبانہ روز جائزہ لیتے رہے



رسالہ خدیوہ یعنی ہاتھ میں لیا۔ دیکھا وہ دیکھتے چلے گئے عبارت نہ فصاحت و بلاغت ہضمین کی  
روانی و سلاست پر مدد کرتے جاتے تھے جب زیادہ حلف آتا تھا یا متاثر کر دیا تو وہی جملہ آ  
تھا تو مجھ کو قیوم کر لینا آواز سے مجھے منانے لگتے تھے شب کی مجلس میں جہاں سبست ماندہ  
اور ملکی معاملات پر گفتگو رہی ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ کے ترجمہ کی بھی پروردگار نے خوش  
خاطر کی۔ ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے بھول ہوا سبق یاد دلادیا۔ آتش شرف کی دہلی بونی چمک رہی تھی  
ابھی میں نے اولین فرصت میں ترجمہ کرنے کا وعدہ کر لیا کہ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب نے  
بہی سے پھر یاد دہانی کی اسی زمانے میں تصوف نے اپنے دوست سید محمد گوئی نچر  
پرنسپل اسکول علیگڑھ کو بھی اس کے متعلق لکھا۔ گوئی صاحب نے بروقت ملاقات مجھے  
اس طرف متوجہ کیا۔

اسی درمیان میں سید الطاف علی شہید نے آل مسلمان کونسل کے انفرسٹ ملاقات  
ہوئی اور یہ بھی جن اتفاق تھا کہ سید صاحب نے سب سے پہلی علمی خدمت اسی رسالہ کے ترجمہ  
کی میرے سپرد کی اب تو اسے مایہ ناز بھی بھی بھنا پڑا اور خدا کا نام ہے کہ اس بارگراں کو اٹھانے  
کا عزم ختم کر لیا۔

ایکے دن سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کتنا دشوار ہے خصوصاً صاحب کے ترجمہ  
بامحاورہ بھی ہوا اور الفاظ کے معانی نظر انداز نہ ہوں اس پر پھر یہ کہ صاحب فضل و کمال اور مسلم دین  
کی وہ فکر رکھتی۔ علامہ کی درجنوں معرکہ الہام تصانیف میں تصنیف میں علمی و ادبی کمال پرستوں پر  
جلوہ گر ہے اس رسالہ کی اہمیت یوں چمک گئی ہے کہ خوفناک مصائب اور اہم نیکیز حالات میں لکھا  
گیا ہے شامہ خلعت کے سبائے فقیرانہ لباس میں ملبوس نغمہ آوازی کی جگہ جزیرہ اندامان میں  
محبوس اعزاز و احباب سے دور اور اس پر بھڑ و مقہور، پھر بھی ادبیت کی پاشنی پوری طرح حدیث  
دین، اور فصاحت و بلاغت کی بوشک بیزبے۔

۲۷ ستمبر ۱۹۳۵ء کو دہلی جانا ہوا۔ اہم النہ مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں ملاقی  
ہوئی میں نے رسالہ کے ترجمہ کا ذکر کیا تو نہ صرف کلمات ہمت افزائی فرمائے بلکہ وقت کی بہ  
ترین ضرورت بھی بتائی۔ یہ بھی فرمایا کہ ۱۹۳۱ء میں مولانا معین الدین اجیری مرحوم سے یہ رسالہ



مجھے یہ بتائیں کہ میں نے فرض کیا کہ یہی رسالہ مولانا مرحوم نے مجھے عنایت فرمادیا تھا اور میرے پاس محفوظ ہے بالآخر یہ رہا کہ ترجمہ کی تکمیل کے بعد مولانا کی خدمت میں بھیجا جاوے چنانچہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مذکورہ جسر میں پارس مولانا کے پتہ پر کلکتہ روانہ کر دیا۔ مولانا کلکتہ سے خرابی صحت کی بنا پر بندھن پل ضلع مرزا پور تشریف لے گئے اور وہاں سے سواہینے کے بعد ملاحظہ کر کے ۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو واپس روانہ کیا جو ۲۱ نومبر کو مجھے مل گیا۔ مولانا شفقت بزرگ کانہ سے چار مقام پر مختصر اصلاح بھی فرمائی و سارے ساتھ حسب ذیل گرامی نامہ بھی باعث افتخار ہوا :-

مذہب پل (مرزا پور)

۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء

مزیدی آپ کا خط اور رسالہ پہنچ گیا تھا۔ رسالہ کو میں نے سرسری نظر سے دیکھا ترجمہ صاف اور سلیس ہے۔ رسالہ کو "عذریہ" سے تعبیر نہ کیجئے۔ اسے "ثورة الهندية" کے نام سے سنی کر سکتے ہیں۔ رسالہ جسر ڈاؤن ایس کر رہا ہوں۔

اردو میں عربی عطف کا استعمال حالت ترکیب میں مستحسن نہیں مثلاً "اب مجوس ظلم و تباہ شد ہے" اسے یوں کہنا چاہئے "اب مجوس ظلم اور تباہ شدہ ہے"۔

جس تفسیر کی عبارت سرسید مرحوم نے تہذیب الافلاق میں نقل کی تھی اس کا نام غالباً "سیرت نبیہ" تھا۔ آپ کتب خانہ میں دیکھ کر کوئی تفسیر عربی قلمی غیر مطبوعہ وجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہو تو سورہ نساء کے اس مقام کی تفسیر دیکھئے جس میں حضرت مسیح کی نسبت و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبهہ لهم آیا ہے۔ یہی حصہ سرسید نے نقل کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس صنف کا نام معلوم ہو جو عبارت سرسید مرحوم نے نقل کی تھی اس سے ثابت ہو تب کہ یہ صنف وفات مسیح کا قائل ہے میں نے تہذیب الافلاق کا مجموعہ کلکتہ میں لکھنا تھا مگر تاہم میں اس میں کیونکہ ادھر تائیں غیر مرتب ہو گئی ہیں۔ والسلام علیکم

ابوالکلام

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو واپس روانہ کیا جو ۲۱ نومبر کو مجھے مل گیا۔ مولانا شفقت بزرگ کانہ سے چار مقام پر مختصر اصلاح بھی فرمائی و سارے ساتھ حسب ذیل گرامی نامہ بھی باعث افتخار ہوا :-

میں نے اس رسالہ کے ترجمہ کے سلسلے میں کتاب فائدہ حبیب گنج اور لین لائبریری مسلم یونیورسٹی کے نسخوں سے بھی مدد لی ہے۔ ایک نسخہ مولانا بدایت الدخاں جو پوری شاعر و رشید علامہ خیر آبادی کے دست مبارک کا لکھا ہوا بھی دستیاب ہو گیا تھا۔ یہ نسخہ مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم سابق صدر و نیاں مسلم یونیورسٹی (شاگرد مولانا جو پوری) کی دوسری مخصوص کتابوں کے ساتھ حبیب گنج پہنچ گیا تھا۔ کتابت کے لحاظ سے دوسرے نسخوں سے قدیم اور صحیح ثابت ہوا۔

ترجمہ کرنے اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی سند قبول ماحصل ہو جانے کے بعد خیال ہوا کہ اس نعمت سے دوسروں کو بھی متفقہ ہونے کا موقع دیا جائے۔ مگر میٹروپولیٹن مجید حسن صاحب مالک اخبار مدنیہ بجنور سے حسب مشورہ مولانا آزاد رجوع کیا گیا۔ موصوف نے میری آواز پر صدا سے بیک بلند فرمائی اور مدد کے خائف الصدق عزیز محترم سعید اختر بجنوری نے پیہم تلقین بھی شروع کر دی۔

دو راہِ جہادِ حریت کی اشاعت کے لئے آزاد پریس اور مجاہد مالک مطبع کی ضرورت تھی وہ خدا نے پوری کی۔ اب ایک مرحلہ باقی تھا اور وہ یہ کہ علامہ جیسے صاحب فضل و کمال اور بطلِ تحلیل کے رسالہ "الثورة الهندیہ" پر مقدمہ یا پیش گفتہ لکھنے والے بھی ایسے مجاہد نہ ہو سکا۔ محقق اور جادو نگار ادیب شہسوار بخش حریت اور مجاہدِ اعظم ہونا چاہئے۔ چاہے وہ حرفِ نکامی میں دوڑائیں۔ پیشوا نے اعظم امام الہند مولانا آزاد کے سوا ان اصناف سے متصف کوئی دوسرا نظر نہ آیا۔

ایک طرف مولانا کی ہنگامہ خیز سب سی مصروفیت کے ساتھ خرابی صحت دوسری جانب اس معاملہ کی اہمیت و ضرورت، اور اپنی علمی تہی ماگی کو بے بقاعدگی، دھر علم و فضل کی فراوانی و جبر گیری، بغفل و دل میں کشمکش پیدا ہونی شوقِ انقلاب کے طبعاً تھا و عقل و دامن پکڑتی تھی۔ جذبہِ عاطفہ و رازہ جرات دلاتا تھا، درہوش و خرد راہ کے نشیب و فراز دکھاتے تھے آخر ۲ جون ۱۹۴۶ء کو یہ امتحان کا وقت بھی گیا۔ دلی پہنچ کر تاجی دربار میں حاضر ہو کر رات بھر حرفِ بدعا زبان پر آیا۔ حسب معمول خندہ پیشانی کے ساتھ ششمنہ زمیں شرب



پیہم جدوجہد اور کوشش و کوشش سے اب دستیاب ہو سکتے ہیں۔

مصر میں جب علامہ کی مسکرتہ اور ارکان بھرپور سید یہ چھپی تو مدیرہ جمعیت صاحبہ  
تاسف کرتے ہوئے لکھا کہ انیسویں سب سے فاضل ملیں گے متفق ہیں تو بھی معلوم نہیں  
کہ اس صنعت کا تعارف کرا سکتے۔ ان خیالات کے پیش نظر ۸۰ سال کے بعد اس غیر  
کو اٹھانے کی جرأت کرنا پڑی۔ خوش نصیبی سے مسلسل سات سال متفقہ ایک حصول نام  
کی خاطر خیر آباد میں قیام رہا۔ علامہ کے اہل فائدہ ان سے گھر کا سادہ سادہ رہا۔ بزرگوں کی شفقت  
اور برابر والوں کی عنایت شامل حال رہی۔ وقتاً فوقتاً مدرسہ کے دورے کے غفرت رشید مورانا  
عبداللہ کے حالات و واقعات سن گئے آشنا ہوتے رہے۔

شعبان ۱۳۵۵ء کو حضرت الاستاذ علامہ ہند مولانا جمیری کی خدمت میں حاضر کی  
بلندی اور نصیب کی فیروزہ مندی نے پہنچا دیا۔ مولانا جمیری سلسلہ جیہ باد کے زعفران سرد  
نئے بلکہ عاشق بھی تھے جس ذوق و شوق اور جود و دی و رفتگی سے ذکر فیض خیر باد کرتے تھے  
سننے والے اور دیکھنے والے ہی اس کی لذت سے واقف ہو سکتے ہیں۔ کافی ذخیرہ معنومات  
اس دربار سے باقاعدہ لگاتار۔

بیسویں تا تیسویں اور درجنوں تذکرے بھی دیکھنے پڑے۔ ہر جگہ عنایت اختصار کے ساتھ  
علامہ کا ذکر ملا۔ اس میں بھی مرزا اساتذہ خاں غالب کا شکر گزار ہونا پڑے گا کہ تو صرف  
نے بعد وفات بھی حق دوستی ادا کیا۔ غالب کے تقریباً تمام تذکروں میں علامہ کا ذکر خیر  
مختلف پہلوؤں سے ملا۔

مجاہد جمیل مولانا اسماعیل شہید کی سوانح حیات لکھنے والوں نے عدم کے ساتھ بڑا غم  
روا لکھا۔ رنگ آمیزی اور بہتان طرازی سے بھی دریغ نہ کیا۔ خالص علمی مسائل کے مناظرہ  
تباہ کو ذاتی نفس و عناد پر محمول کیا۔ مجھے اس مقام پر ذرا تعقیر سے روشنی ڈالنی پڑی۔ عدم  
کے حالات کے سلسلے میں مختلف مقامات کو خطوط لکھنا پڑے۔ میں ان تمام دستوں اور  
بزرگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری عرضداشت پر تکلف گوارا کر کے حالت صحیح  
سب سے زیادہ مدد فریق مخرم مولوی سیاح محمد حسن مولوی جی سے پہچان



پہلے جو جس وقت ولی و امیر ہوا۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے  
 میں سے پرہیز فرمے کہ جس سے وہ ملتا تھا۔ اس وقت تک کہ اس نے اپنے  
 میں ہیبت خراج صاحب موصوف مانگی ہوئی کر و نہایت ضعف سے اس کو روک دیا  
 و حفظ کرنے میں صرف فرمایا اور کلماتِ محبین سے نوازا میں اپنی سے بہرہ منی و نامہ احوال  
 حضرت الامام مولانا محمد عین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نامہ نامی سے منسوب مضمون ترا  
 ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ مولانا اجمیری اور علامہ خیر آبادی ہ ثبات و استقلال ہم  
 سب واجب نگاہ دامن کو بھی عطا فرمائے۔ آمین  
 میں نے رسالہ و قصائد کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ "مشک است کہ خود ہو یہ  
 دیکھ عطار بگوید" پر غل کیا ہے۔

اس رسالہ کے دیکھنے سے اس وقت کے ہوناک حالات کا نقشہ سامنے آتا ہے  
 اور نصاریٰ کے خوفناک عظیم کا بہرہ پلتا ہے کہ کس طرح ہندوستان کا رہا یا کے گھر میں ہی غامی  
 اور نصاریت کا پتہ ڈالنے کی کوششیں ہو رہی تھیں اور علماء مجاہدین کا ایسے وقت پر عدت جہاد  
 کس قدر برد وقت اور ضروری تھا علامہ خیر آبادی ۵ رجب ۱۲۵۵ھ میں باطل قوتوں کے  
 سامنے یہ اعلانِ حق ہمیشہ آپ زور سے لکھا جاتا رہا ہے کہ :

"وہ قوتی صحیح ہے میرا لکھا ہوا ہے۔ اور آج اس وقت بھی میری وہی ہے۔"

ان جملوں کے بعد عدالت سے جس میں دامِ بے پروا دریائے شور کی سرخندہ پیشانی سے سنکر  
 راہی جزیرہ اندمان ہوئے اور ۲۱ جنوری ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو سفرِ فرات و رحمتہ اللہ  
 علیہ رحمتہ واسعہ کاملہ۔

بعد وفات تربت مادر زمیں بحر۔

در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

محمد عبد الشاہ خاں شروانی

اور بیٹے بین لائبریری مسلم یونیورسٹی شیمیلہ

جمعہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ  
 ۲۱ اگست ۱۹۸۶ء

## زیر اہم مولانا ابوالکلام محمد الدین احمد آزاد مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا حسین حق جوئے علیہ رحمۃ اللہ یہ ساراں علم میں مہر و نیکن آجنگ اس کی طباعت کا مرکز سانا  
 بہر حال "خبر" ۵۰ کی برادریوں کے بعد وگروں کی جہتیں اس درجہ پست ہو گئی تھیں کہ اس قسم کی  
 تجویز کی سلامت کو کسی کو دہرمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ خود مولانا کے فائدان نے اس کی  
 تمام مصنفات کے خلاف سمجھی و جن دوں کے پاس اس کی نقیض تھیں وہ بھی اس کی نمائش  
 متباط نفوذ سمجھتے تھے۔ آج ہم اس رسالہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں کوئی بات ایسی نہیں پاتے  
 جسے سیاسی حیثیت سے خطرناک تصور کیا جائے لیکن اس زمانے کا حال دوسرا تھا۔

مذہب کے حالات کا ذکر ۱۵ اور پھر ایسے شخص کی زبانی جسے بھرم بغاوت مدۃ العمر قبیہ کی سزا  
 دی تھی زیادہ سے زیادہ خطرناک بات یقین کی جانی تھی۔

وہ مرحوم نے عقوبات کی تکمیل مولانا مرحوم کی خدمت میں کی تھی اس لئے ان کی مصنفات  
 درجہ اس سے خاص مدد رکھتے تھے۔

مولانا کے ذریعہ مولانا صاحب الحق مرحوم نے یہ رسالہ خود اپنے قلم سے نقل کر کے درجہ مرحوم  
 کے مطبعہ بھیج دیا تھا چنانچہ وہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ذاتی وجہ سے مولانا صاحب شرفی نے جب مجھ سے اس رسالہ کی توضیح و شاعت کے ارادہ  
 بیان کیے نہایت خوشی ہوئی۔

اس کی کوشش سے نہ صرف اصل رسالہ پہلی مرتبہ شائع ہو رہا ہے بلکہ اس کا اردو ترجمہ بھی مہیا  
 ہو رہا ہے۔ یہ مختلف مقامات سے دیکھا سلیس و شگفتہ عبارت میں کیا گیا ہے۔ دراصل  
 اس کی غائب سے ساتھ سلوب بیان کی شگفتگی و دروہی بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

بہت سی اصلاحات کی یہی شکوہ ہوگی و درجہ عام طور پر مقبول ہوگا۔

ابوالکلام

دہلی ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء



## حامداً و مصنياً و مسلماً

ہندوستان جنت نشان جہاں اپنی رزین کی صنعت حرفت عام ہو رہی ہو  
 سے ہمیشہ سے ایک خاص شہرت کا مالک رہا ہے وہیں ہر فن و فنکار کا مور بھی سار پہ  
 فلسفہ و حکماء ہند کی خدمت میں استفادہ کے لئے دوسرے ملکوں سے محقق تھے رہتے ہیں  
 سکندر ذوالقورین کے حملہ ہندوستان اور اسے فوراً بادشاہ سنہ پخت پانے کے بعد ہندوستان  
 نے سکندر کے مقرر کردہ حاکم کو قتل کر کے اسے واپس لے کر بادشاہ بنایا تھا اس بادشاہ  
 نے اس احسان کا بدلہ دیا اور پانچ سو سال تک اس کی اولاد بادشاہ رہی تھی کہ بادشاہ کو نصیب  
 کر کے یا کوئی حشر شر ہو دے سکے۔ ہندو حکیم ہیدیا فلسفی نے اپنے شاگردوں کو جمع کر کے  
 اس اہم مسئلہ پر اسے طلب کی۔ ہندو تجویز کے ماتحت ایک کتاب لکھی جس میں ہندو  
 کی زبان سے عدل و انصاف کے قصے تحریر کئے گئے تھے در اس حید سے ہم سے بارہ گئے  
 کی کوشش کی گئی۔ اس کتاب کی نقل کے لئے نوشیرواں عادل شاہ فارس نے اپنے  
 مشیر فاضل حکیم بزدوید کو ہندوستان بھیجا اور اس کی نقل کر کے فارسی میں ترجمہ کر دیا یہ  
 کتاب اب کلید و دمنہ کے نام سے مشہور ہے اس کو ترجمہ فارسی یونانی اعلیٰ ترکی و  
 اردو و دوسری مشہور زبانوں میں ہو چکا ہے۔ عربی زبان میں فارسی سے عبدلہ بن مقفع  
 انطیلب الفارسی مصاحب ابو جعفر المنصور العباسی خلیفہ عباسی فیض ثانی سے سب سے پہلے ترجمہ کیا  
 قدیم زمانے میں جبکہ شاہان چین و ترک و فارسی و روم کو بھی ترتیب ملک سامس  
 ملک سباع، ملک ملوک و ملک روباں کہا جاتا تھا ہندوستان کو چونکہ ان حکمت اور اس  
 کے بادشاہ کو ملک الحکمت کے بادفت لقب سے یاد کیا جاتا تھا  
 فلسفہ و حکمت میں ہندو اپنی مستقل رائے رکھتے تھے ہندوستان کی قدیم ہندو مت  
 کی بنیاد گوتم بٹی نے لگ بھگ ۵۰۰ سال قبل مسیح میں ڈالی تھی جو بکثرت شاستر کے نام سے مشہور ہے۔

لے لکھا ہوا ہے ہندوستان کے حاکم



یہ سب جہادِ سماجی و تعلیمی کی قدر و اہمیت کی تاریخ کی کتب کی ورق گردانی اور  
تعمیر و ترمیم کی کامیابیوں سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

مصر میں مسیحیوں کی پہلی صدی عیسوی اور پہلی صدی ہجری سے ہی مسلمانوں کے قدم اس ملک میں چھنا  
 رہے ہیں ان کے ساتھ ان کے متبادل علوم نے بھی اپنی جگہ بنا مشروط کی۔

موی غلیفہ ولید بن عبد ملک کے دوہ خانات ۹۲ء مطابق ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم  
 ثقفی شامہ و جون نے سندھ پر قبضہ کیا ۹۵ء میں قنوج تک سائی ہوئی اس طرح خلفاء  
 میر و عباسی کی فتوحات پنجویں صدی ہجری تک دیا بلکہ یکسپہنج کی تھیں چوتھی صدی  
 کے اخیر میں سلطان محمود غزنوی کے حملے شروع ہوئے ۱۱۷۷ء میں غلیفہ انقادار باد  
 عباسی کے ۵۸۲ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے خضر پور  
 و قنوج کے دلی گودار اسطفت قرار دیا اور سارے ملک بنا پر قبضہ جمایا ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ء  
 تک مسلمانوں ۹۰ برس مسلسل حکومت رہی باضابطہ و درجہ ہنا بط ۷۶ بادشاہ ہوئے  
 آخری، محمد بہادر شاہ افغان تھے

۱۔ دو میں غلام دلیا آتے رہے۔ نظابری سلطنت کی طرح باطنی حکومت بھی  
پہاہ رکھتی رہی جو بعض جمعیتیں سہی سہی انتہائی ۱۰۰ شاکر دہانام الاولیاء  
حسن بدی سندھ ہی میں وفات کے بعد دفن ہوئے۔ یہ بزرگ سفیان ثوری اور دکن  
استاد ماموشی کے استاد تھے۔ ان کے ملازم علی بن عثمان الجبیری المتوفی ۴۶۵ھ شاد  
دعوت کردہ تھے شیخ فخر الدین رجبانی خواجہ عین الدین حبشی سنوری الجبیری المتوفی ۴۳۳ھ  
شیخ ابو زریا محمد بن ابی بنوری متوفی ۴۶۱ھ وغیرہم اپنے علوم و معارف سے  
میں مستفیض فرماتے رہے۔

مذہبی عدم سلام کی طرح عقل شناسان یونانی بھی مسلمانوں ہی کے ذریعے پہنچے۔  
اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ منطق و فلسفہ کو کس بلند مقام تک مسلمان علما نے  
پہنچایا۔ اس فن منطق کا فہرہ کی علامت ہے کسی خفہ پر دلیل، برہان پیش کرنا، قیاس کر کے  
نتیجہ اخذ کرنا۔ مذہب سے بیگانا، کسی کا نام نہ ملتا۔ اسی کا نام منطق ہے۔ دیر جموں مسجد میں آدھی بھی اسی کی

کوشش کرتا ہے اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے :  
مخالفین کو عاجز و ساکت کرنے کے لئے بطور معجزہ اس کا استعمال کیا گیا

پھر ان علوم کو یونانیوں کے اپنایا۔ یونان میں بڑے رتبے کے یہ پانچ شاخوں کو نفسی و فنی  
۱۔ بنہ فلسفہ ۵۰۰ قبل مسیح زمانہ و آؤد علیہ السلام میں گڑھ بنے حضرت لقمان سے غیر متصل  
کرنے کے بعد یونان واپس آگیا۔

۲۔ فیثاغورس اصحاب سلیمان علیہ السلام کا شاگرد ہے۔  
۳۔ سقراط، فیثاغورس کا شاگرد ہے۔ بتوں کی پرستش سے مخلوق کو روکنے اور دلائل  
کے ساتھ مخالف و احد کی طرف توجہ دلانے پر بادشاہ وقت نے قید کر کے رہا کر دیا  
۴۔ اطلاطون۔ یہ بھی فیثاغورس کا شاگرد اور خاندان اہل علم سے ہے۔ بمقدار کی موجودگی  
میں گنہگار رہا اس کے بعد چپکا اور خوب چپکا۔

۵۔ ارسطاطالیس۔ نیکو ماخوش کا بیٹا ہے اور صاحب المنطق کے لقب سے مشہور ہے  
خاتم حکماء یونان کہا جاتا ہے اور بعد کے سارے فلاسفہ اسی کے رہن مست اور  
خوشہ چین ہیں۔

ان پانچ کے بعد دوسرے درجہ پر تالیس الملطی صاحب فیثاغورس، ذمیقرامیس اور کسانورس یہ  
ارسطو کی کتابوں کے شارح ہونے کی حیثیت سے و فلسفی مشہور ہیں یہ سب مقلد  
تھے مجتہد نہ تھے۔ ثاؤڈورس، امپطق، بیس، کیمی بطریق اسکندریہ، اثونورس بلقیس  
ثاؤڈ، فرورڈیوس، ثامسغیوس، افروردیسی (اسکندر) ان میں آخر اندکرتیزوں شارح  
اوپنچے درجہ کے مالک ہیں۔

یونان میں مخصوص فنون کے کامل بھی بڑے بڑے نامور گزرے ہیں۔ بقراط دبا بینوک  
علم طبیعات و طب میں تقلیدس ہندسہ میں، ارٹمیدس علم الدوائے میں، بطلمیوس اور دیو بانس  
کبھی علم المناظر و نجوم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ہر ایک اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا۔ آج بھی ان  
سب کے نام زبان زد خواص اہل علم ہیں۔

سہل بادشاہوں میں سب سے پہلے عباسی خاندان کے خلیفہ ثانی ابو جعفر المنصور عبد اللہ  
 بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن العباس نے علم فقہ کے ساتھ علم فلسفہ و منطق و ہیئت کو بھی حاصل کیا۔ اس کے  
 کتب خانہ بن مقفع خلیفہ عباسی ترجمہ کلید و دمنہ نے اس کی تین کتابوں کا طغور پاس  
 باہر میاں در نو و جیقا کا عربی میں ترجمہ کر کے منصفی کے لقب سے شہرت حاصل کی۔  
 رحو سے لیکر خلافت عباسیہ تک گیارہ صدیاں گزری تھیں علوم فلسفہ کی کوئی ترقی

نہ ہو سکی۔ اور باز سرد و چوکا تھا۔ ساتواں خلیفہ عباسی مامون الرشید جب ۱۹۸ھ میں  
 تخت قدرت پر بیٹھا تو اپنے ذوق کی بنا پر فنون کی طرف متوجہ ہوا۔ قیصر روم کو لکھا۔ وہاں سے  
 اس کی کتابوں کا ذخیرہ لیا۔ وزیر جمال الدین قسطنطینی اخبار الحکام میں لکھتے ہیں:

وہ سیرت الکتاب الی السامون ترجمہ اسطو کی کتابیں اردم کے کتاب خانہ  
 جاء بعضها تام و بعضها ناقصا جو مامون کے پاس پہنچیں ان میں بعض مکمل  
 قائم قص منها ناقص الح اور بعض ناقص تھیں جو ناقص تھیں وہ اب  
 لات۔ تک ناقص ہیں۔

مامون الرشید نے حنین بن اسحاق الکندی اور ثابت بن قریہ وغیرہ کو عربی ترجمہ کا حکم  
 دیا۔ اس طرح ثور و قیری صدی ہجری میں مسلمانوں نے کلمات الحکماء حوالہ  
 لئومن ایمن و جدها فهو احق بہما پر عمل پیرا ہو کر اپنی وراثت سمجھے ہوئے  
 اب کتاب کے ساتھ علوم کو چمکایا۔ چوتھی صدی ہجری میں مشاہد منصور بن نوح سامانی کی درخواست  
 پر یارموند فارابی نے اس کی ترمیم و تہذیب کر کے معلم ثانی کا لقب پایا اور فلسفہ اسطو میں ہمارے  
 یہاں کر کے تقریباً دو درجن تصانیف کیں جو سلطان مسعود کے زمانے تک اصفہان کے کتب خانہ  
 صوات الحکماء کی زمین بنی رہیں۔ سلطان مسعود نے شیخ الرئیس ابو علی بن سینا المتوفی ۴۲۸ھ  
 کو اپنا وزیر بنا کر تصانیف فارابی سے تقبیل کر کے کتابیں لکھوائیں۔ القان سے  
 کتب خانہ نذر قش مو گیا تو بن سینا محافظ علوم بن گیا۔ اب جو کچھ ہے اسی کی محنت کا

ابو محمد بن احمد اندلسی وزیر عبد الرحمن مستطیر باشد محمد زکریا رازی صاحب مبدیہ فیہ  
التوفی ۵۳۲/۹۳۲ء (عبد منصور بن اسمعیل سامانی) نے بھی چوتھی صدی ہجری میں مس پر دے  
کو پروان چڑھانے میں کسرۃ اتفاق کی۔ آخر الذکر نے فلسفۃ ارسطو کی دو جیاں فضا سے آسمانی میں  
اڑائیں اور اعتراضات و شبہات کا سب سے پناہ ذخیرہ کتابوں میں بچھوڑا۔

پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد امام ابو حامد محمد غزالی التوفی ۵۰۵ھ عمر ابن  
رشد التوفی ۱۱۹۸ء امام فخر الدین رازی التوفی ۶۰۶ھ ابن تیمیہ الحنفی التوفی ۷۲۸ھ  
نجم الدین نجفی، ابن بسلامان اور افضل الدین خوجی وغیرہم نے ان فنون میں نئی نئی باکیاں پیدا  
کیں۔ اجتادات کہے۔ آخر الذکر کی کتابیں دو سو سال تک داخل نصاب رہیں۔ علامہ  
ابن خلدون نے وعلى صتبہ معتمد المشرق لہذا العهد  
"اس کی کتابوں کو اس عہد کے علماء مشرق کا اعتماد حاصل ہے" لکھ کر سند اجمیت  
عطا کر دی ہے۔

شیخ الاشراف شہاب الدین سروردی نے مشابہہ (تبعین ارسطو حائیس) کے  
معتقدات پر ضرب کاری لگا کر نئے باب کا اضافہ کیا۔

نصیر الدین محقق طوسی، قطب الدین رازی، صدر الدین شیرازی، قزابل محقق دوانی  
علامہ جوہری شمس بازغہ و فراند وغیرہم نے اس فن کو چار چاند لگاتے۔ یوں تو شاہان اسلام  
کی قدرا فرمایوں نے اطراف و اکناف عالم کے مشاہیر و فضلاء کو ہندوستان کی طرف متوجہ  
کر دیا تھا لیکن سلاطین مغلیہ کے عہد میں عرب و عجم کے اہل فضل و کمال کو یہ ملک مسکن بن گیا۔  
حضرت امیر خسرو نے یکے بعد دیگرے سات بادشاہوں کے دربار میں اعزاز  
حاصل کیا۔ مختلف افتخارات دیکھے مگر ہندوستان سے منہ موڑا

شعراء میں نظیری، نیشاپوری، ملک فنی، عرفی شیرازی، غلامی، غزالی، مشدی، عالم  
شیرازی، حکیم بہانی، غنی کشمیری۔

ملک میں حکیم بنیا، حکیم علی، حکیم ملک گیلانی، حکیم عین ملک شیرازی، حکیم ابو الفتح  
گیلان، حکیم جام گیلانی، بیچ ملک شیرازی۔

کتاب میں شیریں قلم، زین قلم، مفت قلم۔  
 مولانا شیخ حسین موسیٰ، مولانا فتح اللہ شیرازی المتوفی ۹۹۹ھ، مولانا میرا سترخان  
 میرکم ہروی المتوفی ۱۰۶۰ھ، میرزا بدیع ہروی المتوفی ۱۱۱۱ھ، مولانا میرکھاں معلم جہانگیر المتوفی ۹۸۳ھ  
 مولانا صدیق جہاں، مولانا نازکی فاضل بخشی وغیرہم۔

ان کے علاوہ دوسرے فنون کے ماہرین نے شاہی درباروں کو رونق بخشی تھی۔ ہندوستان  
 حقیقت جنت نشان بن گیا تھا۔ علوم و معارف کے دریا بہہ رہے تھے۔ روحانیت کے  
 پختے بن رہے تھے۔

سلطان بادشاہوں کی قدردانی کے مرتبہ دو واقعے شہادت کے لئے کافی ہیں۔  
 سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین علمانی دہلوی کو قاضی کو قاضی محمد بن تغلق  
 کی خدمت میں شہر بھیج کر درخواست کی کہ ہر قیمت پر ہندوستان تشریف لا کر متن مواقع  
 و میرت نام پر مضمون کر دیجئے۔ سلطان ابوالفتح دلی شیراز کو پتہ چلا تو درجہ اہوا علامہ قاضی  
 کی خدمت میں پہنچ کر عرض پرداز ہوا کہ ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں تخت سلطنت کی  
 خدمت ہے۔ تو دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔ خدا کے لئے شیراز کو تمیم نہ بنائے۔ قاضی صاحب نے  
 سلطان کی توفیق و قدردانی سے فائز ہو کر ارادہ بدل دیا اور سلطان ہی کے نام پر کتاب معنون  
 ہے۔ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنادیا۔

دوسرا واقعہ علامہ میر فتح اللہ شیرازی سے متعلق ہے۔ عادل شاہ بجاپوری نے  
 بن دو غوثوں کے ساتھ دکن بلا کر اپنا وکیل مطلق بنایا۔ ۹۹۱ھ میں اکبر بادشاہ نے  
 مدد رکھ کر ۹۹۳ھ میں امین المملک اور محمد نور کے خطاب سے نوازہ ہندوستان کے  
 مشیر علی ان کے متعلقہ درس میں شریک رہے محقق دوانی، صدر شیرازی، میرغیاث الدین  
 منصور و میرزا جان کی تصنیف ہندوستان لا کر داخل قنداب کیں۔ انہی کے زمانے سے  
 مدد معیہ رت۔ فردغ حاصل ہوا۔ ۹۹۴ھ میں ان کا انتقال پر اکبر بادشاہ کے افاضانظر انداز  
 نہیں کیا جاسکتے تاثر ملام میں ہے۔

"پادشہ رفت میرے پاس سفرت و رہنمائی کے لیے  
 میرے وکیل و مہتمم ہو کر آئے۔ ان کے ساتھ  
 ایک دست فنگ فنگ فنگ و مہتمم و رہنمائی کے لیے  
 دینے کے لیے وہاں سے گئے۔ وہاں سے گئے۔  
 خریدے۔"

فیض گوید

شہنشاہ جہاں اور فالتش سپہ پرہیز  
 سکندر اشکب مسرت بخت کا فداغور

یہی وہ قدر والی اور عزت افزائی تھی جس کی وجہ سے سارے مہتمم و رہنمائی کے لیے  
 کچھ چلا آئے۔ یہی وہ عزت افزائی تھی۔ علاوہ فضل حق کے مورخان علی شمس الدین و رہنمائی کے لیے  
 دونوں جہانیوں نے بھی ہندوستان کو رونق بخش کر عہد سے منہا ہے۔

# ولادت و نسب

مدظلہ فضل حق خیر آبادی ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں اپنے آبائی وطن خیر آباد خیر آباد  
میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی غلامی کے غنم میں ممتاز اور علوم  
مغیہ کے مانی و جہ پر سر فراز تھے دارالسلطنت دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ مجلسیہ پر  
روز بروز پیش قدمی و ترقی نمودوں سے بالامال بن گئے مولانا کے والد مولانا محمد ارشد بہرگام سے خیر آباد  
آ کر سکونت پزیر ہوئے۔

شجرہ نسب یہ ہے :-

فضل حق بن مودت فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبد الواحد بن  
عبد ماجد بن قاضی محمد ابدین بن قاضی اسمعیل بہرگامی بن قاضی محمود ابدینی بن شیخ آزادانی  
بدایونی بن شیخ منصور بن شیخ خطیر ملک بن شیخ سلاستام بن شیخ وحید الملک بن شیخ  
شاہد بن شیر ملک شاہ ابدینی بن شاہ عطاء الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل  
بن تاج محمد بن محمد بن محمد شہر باد بن عثمان بن دہان بن صاحب بن قمریش بن  
سنان بن عثمان بن عبدالقدیر بن محمد بن عبدالقدیر بن امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت علی المرتضیٰ  
بن ابی طالب علیہ السلام

میں سن ۳۳۳ھ مسطور سے خلیفہ ثانی تک نسب گرامی پہنچتا ہے۔

علامہ کے مورث اعلیٰ شیر ملک بن شاہ عطاء الملک ابدانی کے مورثان ایک قطعہ  
ملک بن تاج محمد بن محمد بن محمد شہر باد بن عثمان بن دہان بن صاحب بن قمریش بن  
سنان بن عثمان بن عبدالقدیر بن محمد بن عبدالقدیر بن امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت علی المرتضیٰ  
بن ابی طالب علیہ السلام







۱۱۔ دونوں اجزاء میں متوالہ جویم ایک صاحبزادی سے منع نہ کرے گا پانچ سو روپے  
فاروقی بن شیخ خیرات حسن گواہی اور قریباً ۵۰۰ روپے جویم کو منسوب ہو گیا  
علامہ کے دادا شیخ محمد اشد نے ہرگز کو کوئٹہ بادگیر کر خیر آباد میں سنا پورہ دودھ آباد  
کیا کہ موصوف کی زوجہ ثانیہ سے علامہ کے والد ماجد مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے

مولانا محمد اشد نے وہاں کیسے وہاں کی خاندان خیرات کے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
موجودہ مولانا فضل صاحب خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
کے وزیر اعظم غلام نواب شرف الدین آباد کے پیر شریف تھے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
آپہ نواب بشیر احمد مرحوم داماد نواب فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
الصدق مولوی قلی محمد فاروقی تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
بزرگ تھے اس خاندانی شجرہ اور دوسرے معلومات میں وضاحت ملے گی ہا تھا بیاست ۔

دو صاحبزادیاں تھیں ایک علامہ کی شریک بیات اور مولانا فضل صاحب خیر آبادی کی والدہ ماجدہ تھیں اور دوسری خان آبادی سے تھیں  
مظہری داماد نواب فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے

دوسری زوجہ سیدہ محمد شکر اللہ کی دختر تھیں جو فرزند ان تھیں وقت قدم شدہ و خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
تھیں اور صاحبزادے شمس برکت علی خان مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
محمد صالح کی صاحبزادی بی بی نعمت اور صاحبزادے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے

مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
کی شادی مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
بی بی مریم زوجہ مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
اور مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
تھیں ایک کاغذ رسید محمد اشد صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
شیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
تھیں انھی صاحبزادوں کی بی بی صاحبہ سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
ترمت بی بی بڑی صاحبہ سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے  
دوسری صاحبہ سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے ان سے مولانا فضل صاحب خیر آبادی سے تھے

موسس کے لئے جو اس وقت ہوا بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
ہے اور وہ محلہ میں سے حاصل کے لئے اس کے بعد اس کے بعد درمی کے عہدہ جمعیہ پر  
موسس کے لئے جو اس وقت ہوا بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار

نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار

موسس کے لئے جو اس وقت ہوا بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار

موسس کے لئے جو اس وقت ہوا بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار

موسس کے لئے جو اس وقت ہوا بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار  
نہ ہوا اس کے بعد جب کہ وہ کرمانی خیربادی کے رشتہ دار



س۔ ۱۰:۔ دروغ و معاشرت سے بھری نظر تمام جزا و سزا سے لائق ہے۔

س۔ ۱۱:۔ مسرت و شادی و شادی کے بعد کرم و عظام، مقتدر اسے نام مولانا

محمد و نام موقوف فضل نام و خدا نہ ہوا جسے جنت و غیرہ جنت العظیم

مولانا و معاشرت میں بھی برہنہ تھے۔ آپ کے دل و شہید محمد ارشد فرشتہ میرت انسان

تھے مولانا و حاجی صاحب سے محدث خیر باد کی است بھیت تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے

موجودہ میں فوت ہوئے۔ یہ فقہاء و علمائے کرام شریعہ کے پابند نہ تھے۔ اس لئے مولوی ارشد

صاحب و شورش رستی تھی پیر مرشد کی خدمت میں تقبی سے یعنی ظاہر کی۔ پیر نے دعا کی۔ شب میں

س۔ ۱۲:۔ دو ماہ سے اللہ تعالیٰ عید و ملک کی زیارت مولانا سرور رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے

دعا میں جس طرح کی برکتی تشریف لائے اور میل کے نیچے و نحو فرمایا۔ بعد نماز فجر پیر و مسرور

دونوں بہ دوسرے کو مبارکباد دینے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دونوں ملاقی ہوئے تو ایک

دوسرے کو بشارت حاصل بتایا۔ دینی سے دونوں پکے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ مقام معبود پر

مولانا شعیب پانی کی تری موجود تھی۔ ایک غرض تک لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے رہے۔ مولانا

قیس بن جحش سے صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان ۱۰۹۰ھ میں اس مقام کی زیارت کے لئے برائے

خیر پہنچے و مولانا حسن بخش کے مکان ہوئے افسوس کہ اب وہ درخت باقی ہے نہ اس جگہ کا

تعلیق ملتا ہے مفتی خراسانی خیر باد کی جوان غرضمندانوں کی زیارت میں شریک رہے تھے حفیظ

سے اس کی بیل کے درخت کی جگہ تھے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے شفیق باپ نے فضل امام کی تربیت

میں ماسرور رکھی ہوگی۔

مولانا نے وہی میں خوب دیکھا کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں فرود کش ہوئے ہیں

س۔ ۱۳:۔ حضرت مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔

س۔ ۱۴:۔ مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔

س۔ ۱۵:۔ مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔

س۔ ۱۶:۔ مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔

س۔ ۱۷:۔ مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔

س۔ ۱۸:۔ مولانا نے اسے و درجہ در کمال لکھا سداوی سے شاکر و دعا و دعوت ہی بھیت تھے۔



میں جلد ہی ۱۰ درس سیکھ گیا تھا۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ دسے خال خال میں بکاش کوئی قہرول  
نہیں تھا۔ ہم نے اس کے ہاتھ کو مار کر دیکھا تو وہ بڑا خوش ہوا۔

تعالیم و تربیت

عدالت کے مخصوص ذمہ دہن و پیشہ علم و فضل اور امانت و ریاست کو جملہ گردیکھا غنائی  
عادت سے پاک کیا گیا ہو نہ سند بدنس۔ باطن حیدر و امانت دونوں ساتھ ساتھ وراثت سے رہے  
ہی جو کسی کے غلام کے خدمت و وہ اس کے بنام کے بعد مادی ریاست سے محروم ہو کہ بھی مستغنی اور  
وہ وقار سے محض۔ حق شمس نظر ہوں نازید الحق خیر باد کی نازک مزاجی، سیر چشمی و اولاد و بی  
کے، قیامت سب بھی تشرید بیان کرنے والے ہتھے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور مردوخہ قبائل میں خیرباد (منلع میتا پوراودھ) کا نام بھی صفا دل میں  
 صاف ہے۔ بابہ ستامی۔ مانے میں کشمیری پایہ تخت بھی رہ چکا ہے محلہ میاں سہ سے اس باب  
 صاحب بھی تار پستہ صاحب میں محمد توحید اور فرشتا بھی اب تک موجود ہے اور میاں کے کراٹھ  
 صاحب سے نام گزرتے ہیں فنا و مہشیخ محمد الدین محمد و نظم الدین اللہ دیا کے مزارات  
 بھی یہاں موجود ہیں ذوق شاد محمد صاحب صاحب فرمایاں شیخ موسیٰ در شاہ غلام محمد صاحب کی قبریں اور  
 رہنمائی ہاں بزرگ درجہ عالم گریہ میں تری دور میں حضرت معشوق علی شاہ و حافظ محمد علی شاہ اور

[illegible]



حافظہ کرم جہلم لکھتے ہیں وقت کے صاحب کشف و کراہت نہ کہ ہوس و بے رحمی  
 کرم شاذ بھی تھے قصوف و حفت میں نہ تو باہوا حرم بھی اور سے تو کویہ سے جو  
 نرس کے مواقع پر زینت مافیل بناتے۔ اس وقت بھی حضرت شاہ صاحبوں میں سے صاحب قدر  
 کی بدولت خیر آباد میں خلق بنا ہوا ہے

علماء میں چھپے دور میں سب سے بڑی شخصیت ..... دینی صفت تہ نور  
 خیر آبادی شاکرہ مناقب الدین شمس آبادی کنہی سے آپ کے صاحبزادے نور محمد نے ان کے  
 شاکرہ مناقب الاولیاء کرمالی خیر آبادی صاحب فضل و کمال اور دور و نزدیک مشہور تھے  
 علامہ خیر آباد سے دہلی پہنچے تو ایک سے بڑھ کر ایک بالوں لفظ یا مفسرین متدین فقہ  
 فلاسفہ اولیاء اور شعراء جس طبقہ پر نگاہ ڈالتے :

زکدام بلے اس گل کہ نہیں خوش است بویت

زبان پر ہے ساختہ آب و آفتاب

وزند ماجد مولانا فضل امام صدر الصدوق نے مکان کے سرور و باغی اور پامی پر بھی دوبار  
 آجاتے وقت ساتھ بیٹا کر دس دینا شروع کیا۔ غور میں یہ صغریٰ تئیں بن مسایدہ روزہ  
 بنادیا۔ منقولات کی تمجس کے لئے درجہ شہادہ عہدہ دار و حضرت تہذیب حریت شہاد  
 میں پہنچا۔

علامہ فضل حق دہلوی بھی ہاتھی ہی پر جاتے تھے مفتی محمد الہ دین خاں آزاد بھی ساتھ سے  
 تھے۔ رئیس زادہ ہونے کی وجہ سے کہیں نہ جتھہ رکتاب سانوسے کر پہنچتا تو رش و صاحب کشف  
 سے صلیع ہوا اس روز سبق پہنچا تھے اس سے پیشہ تھا اسے یہ تعبیر کے ساتھ اس دربار

ملہ برصوت خوش خیر فاضل تھے نہ کو برشگر، زماناں ہریرہ و خاتون سودے کھدی نہ وہاں ملے بھی بلکہ  
 مجھتا تھا کہ امام علم سند لوگ تھے کہ زمرہ سے صاحب دہلی سے ہوا کہ وہاں بھی نہ ہو  
 لکھوں سے زمرہ سے کہ کچھ سہنی دوراں میں میں یہ ہو۔ موت فتاویٰ میں و حضرت شہید علی  
 ۱۰۰۰ میں ملت ہوئی ایک حرمے باغ و وقت کمی

دوبارہ و دہلی و حیدر

میں تہ ملک و دہلی



[illegible]

یہ دونوں کے میدان کے درمیان ہی فوراً برسے جیسی حضرت کی خوشی شاہ صاحب  
نے کہ بڑی مسعد و قوی پہنوں اختیار کر دادر کفر نہ مجھے دو چنانچہ حصول الاشیاء با انفسہا  
باتباہما بجز غفلت و غیبت ہوئی۔

نامہ صاحب سے واسطہ سے باشاہما کے قول کو ثابت کر دکھایا۔ بالآخر  
دو فریقوں نے صلح کرنا چاہ کر شکست تو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی ہے

[illegible]

منشور علی مستوفی

ملیت سے نہیں۔ وہ بے توبہ گئے سبیل بات وہی تھیک سے جو تمہارے میں اور ہر مسکر  
 یہ مسابقت غلام نے ماشیہ کا خلی مبارک میں اس پر شخص و مدلل نامہ فرمائی فواریت  
 شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم پر نہ سمجھو کہ جو کو موقوف نہیں ہے۔ ہم نے اس و ناقص و  
 وہ بیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے مگر اس نے ہمیں اس بات کا نہ چھوڑ دیا کہ ہم نے یہی قیام  
 یہی کہنے باقی ہے۔

اس مبارک سے شاہ صاحب کا مقصد صرف تنبیہ تھا کہ اساتذہ جانب موقوفی جنس  
 سے مانع ہوتی ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان عقیدت، یہی کہلاتے ہوتا ہے جو نہ نام و  
 استفادہ میں معین و مددگار بنتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں کامل کی بجائے ناقص و  
 لائق کے بدلے نالائق افراد کی بہتات ہے۔

## فطانت و ذہانت

۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں تیرہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم فقہیہ و فلیہ و الیہ کی تکمیل  
 کی۔ چار ماہ اور کچھ روز میں قرآن مجید حفظ کیا۔

تو اتر سے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جب روضہ  
 میں شہداء شاعشری محققانہ انداز میں تحریر فرمائی تو شیعیان ہند کی طرح اہل تشیع یرن میں بھی  
 ہرجان پیدا ہوا۔ ایران سے میرزا قرداماد صاحب الف المبین کے خاندان کا ستر عالم و مجتہد  
 انڈوں پر کتب فریقین بار کر کے شاہ صاحب سے مناظرہ کے لئے دہلی پہنچا۔ خانقاہیں  
 داخل ہوئے پر شاہ صاحب نے فراتس میزبانی اور فراتے ہوئے مناسب جگہ قیام کے لئے  
 تجویز فرما کر رخت سفر کھلوا یا۔

شام کو فصل حق حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر  
 کیفیت معلوم کی۔ تقویٰ و بر حاضر خدمت رہ کر بعد مغرب مجتہد صاحب کی خدمت میں پہنچے  
 ان پر ہی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مجتہد صاحب نے پوچھا :-

۱۔ کیا ہے۔ ۲۔ کیا ہے۔ ۳۔ کیا ہے۔ ۴۔ کیا ہے۔ ۵۔ کیا ہے۔ ۶۔ کیا ہے۔ ۷۔ کیا ہے۔ ۸۔ کیا ہے۔ ۹۔ کیا ہے۔ ۱۰۔ کیا ہے۔

”میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو؟“

اس نے کیا تدریج اشارت، شعار اور آفاق المبین وغیرہ یاد کیے تھے۔ مجتہد صاحب کو بڑی حیرت ہوئی۔ فوق المبین کی کسی عبارت کا مطلب نہ چھپایا۔ علامہ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ متغیر اعتراضات سے حسبِ وقت مبین پر کر گئے۔ ہمزہ معان نے اعتراضات کی جواب دہی کی کوشش کی تو ان کو جان چھڑانا دیکھی دو بھر ہو گئی جب خوب عاجز کر لیا تو اپنے شبہات کے ایسے انداز میں جواب دے دئے کہ تمام جہاں ہی علماء بھی اُفتشت بند رہ گئے۔

آخر یہ تشبیہ بھی اُٹھا کر دیکر حضرت شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور کفش بردار ہوں اور علماءِ محدثت کرتے ہوئے رخصت ہوتے۔

علامہ ایران نے اندازہ کر لیا کہ اس خالقِ قاد کے بچوں کے علم و فضل کا جب یہ عالم ہے تو خود شیخ خالقِ قاد کا کیا حال ہو گا۔

صبح کو جب خیریت طلبی مہمانوں کے لئے شاہ صاحب نے آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ آخر شب میں دہی سے روانہ ہو چکے ہیں۔

شاہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی۔ سببِ ناخوشی مہمانوں معلوم کرنے کی کوشش فرما کر منتقلِ حق کی کرشمہ سازئیوں کا راز کھلا۔ بلا کر بہت ڈانٹا کہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سوک نہیں کیا جاتا وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے تھے ہم خود ان سے نہٹ لیتے۔

حضرت الاستاذ علامہ احمد بن محمد بن عبدین الدین الہاجر میٹری امپور کے ایک اعلیٰ محدث و راہنہ نام حافظ میں نہیں رہا، اس کے متعلق یہ روایت بیان کرتے تھے کہ ان کا قول صاف ہے کہ میں اس وجہ سے مسلمان ہوں کہ حضرت شیخ عبدالعزیز جیلانی اور علامہ ابنِ کثیر علیہ السلام میں ہیں۔

فوجیہ کے زمانہ کے حالات روحیہ بیت، ثانی الذکر کی ہانت و فطانت کا سکہ دلوں پر کیا جا رہا تھا۔ مہاجر کے کہنے کا مفقہا تھا کہ نفسِ حق جیسا ذہنِ عین انسان جس مذہب کو حق سمجھے وہ یقیناً حق ہی ہے۔

# درس تدریس

بند و بیرون بند سے جو طلبہ مولانا فضل امام سے پڑھنے آتے مولانا کے ارشاد سے حاجی  
علامہ بھی نہیں پڑھاتے تیرہ برس کی عمر اور مسند تدریس پر رونق افزائی عجیب سا وقت معلوم ہو گیا  
مسلک درس میں معلم صاحب ریش و بردت تامل و تدبیر کی گتہا گتہا ہیں زیرِ اہس

ایں سعادت بزرگ باز و غیبت

تا نہ بخشہ خدا سے بخشندہ

ایک طرف یہ بزرگی اور دوسری جانب یہ افتخار سے ظہور کہ ایسے ہی موقع پر ایک حیرت  
آزنی ہوئی درس گاہ میں آنکھی جب زور پائی تو زقند لگا کر اسے پکڑی تو کیا تمام شریک  
درس طلبہ بے اختیار ہنس پڑے۔

ابتدا تدریس کا زمانہ تھا کہ ایک طالب علم سے جو مولانا سے پڑھنے آیا تھا موصوف نے  
فرمایا کہ خیال تم بھی فضل حق سے سبق پڑھ لیا کرو وہ آیا غریب آدمی، بد صورت، عمر زیادہ کہ  
ذہن کند، یہ نازک طبع، ناز پرورد، جمال صورت و معنی سے آراستہ، چہرہ برس کا سن نئی فضیلت  
ذہن میں چہرہ دست، بھلا پسٹ تو کیسے؟ محبت رسائے تو کیونکر آئے؟ خود سبق پڑھایا تھا کہ  
بگڑ گئے اس کی کتاب پھینک دی، برا بھلا کہہ کر نکال دیا، وہ روتا ہوا مولانا سے یہ سس پہنی  
اور مارا مارا بیان کیا فرمایا کہ بلاؤ اس غیبت کو، آئے در دست بستہ کھڑے ہو گئے، موسیٰ  
سے ایک قمیض ایسے زور سے دیا کہ ان کی دستار فضیلت و درجا پڑی پھر فرمانے لگے تو تمام عمر  
سببشتم کے جذبہ میں رہا، ناز و نفہم میں پرورش پائی، جس کے سامنے کتاب و کلمی سے  
خطرہ داری سے پڑھایا، طلبہ کی قدر و منزلت تو کیا جانے، اگر مسافرت کرتا، جیک گاڑا و خاتم  
بنا، تحقیقت معلوم ہوتی، طالب علم کی قدر و قیمت پر چھ خبر و رقم ہونے لگے گر تندرہ سما کر ابلوں  
سے کچھ کما۔

دراز کی شب از فرکانِ سن پرس

ایک دم جواب در حیرت گشت است



حضرت شاہ عبدالعزیز کا وہ بڑا محبوب بھی اپنے خوش گوار دستِ مبارک سے اس دروازے کی تھڑکی بندش کو خوشاقابہ فائدہ دیا کہ وہ مسک نہ نہ۔ غصہ نہ نہ نہ۔ جی رہا کہ وہ گریہ کی گھڑی سے کسی مرت کا نہ نہ نہ۔ تحفہ بھی قبول نہ نہ نہ۔

تھے کہ ان کا وسیلہ معیشت مستحبت

سرید احمد خاں مرحوم بھی خانقاہ کے مبدوں میں سے تھے۔ دستِ غلامی سے ہی عقیقت رکھتے تھے۔ انہوں نے جب انگریزی نوکری کر لی تو اس کے بدست کے نہ حسبِ معمول ہندے گئے تو خانقاہ کے تمام مشائخ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انگریزوں کو اس بات کی بڑی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے خاندانی ورثہ دستِ انفرادی اور صدارت کے مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند میں نوکری حکومتِ غلامی سے مقبول ہو سکے۔ ہندوستانیوں کے لئے بڑا عمدہ صدر الصدور عدالت کا تھا جس سے کہ بڑا فاضل کو یہی پیش کیا جاسکتا تھا۔ دہلی چونکہ قدیم دارالسلطنت اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھی اس لئے یہاں کی صدارت کے لئے خصیصیت سے بہنام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ غلام کے دورِ ماحب مولانا فضل امام صدر الصدور کئے گئے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رشید مفتی صدرالہ بن خیران اُردو اس عہدہ پر فائز کئے گئے۔ ان کے متعلق ریڈیو نے کبریا ڈھانی بادشاہ سے بھی مشورہ کر دیا تھا۔ اسی طرح سرشتہ داری پر غلام کو تقرر ہوا آخر میں لکھنؤ میں صدر الصدور کو دئے گئے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ریڈیو کی کٹری میں اپنے آپ کو تبدیل کر لیا۔ یہاں بھی رنگ بے رنگ تھا۔ یہ نازک مزاج واقع ہونے لگے۔ جو کچھ تمنا کرتے تھے اسے حفظِ مراتب کہاں اور اب عدوئے عہد سب ایک آنکھ سے دیکھتے جاتے غلام نے استغفار دیا۔ نواب فیض محمد خاں والی جھجھنے پانچرہ دہریہ یا موارِ مصارف کے پیش کئے اور قدر دانی کے ساتھ اپنے پاس بلایا۔ وہی سے دہلی کے وقت ولیمہ سلطنت صاحب عالم مرزا بوضف بہادر نے اپنا ملبوس و شاعر غلام کو اُدھر لے کر دروختِ خدمت اکبر یہ ہو کر کہا :

ملاک سے پہلے اس کے کھڑے ہونے کو نہیں کہیں جو سکھ  
راہ پر چلے گا۔ یہاں پر نہایت ہے۔

ملاک سے پہلے ایک خط میں اس ملاک کے ذریعہ کہیں گے۔ مولوی  
سکھ کے لئے ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔  
یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔

ملاک سے پہلے اس کے کھڑے ہونے کو نہیں کہیں جو سکھ  
راہ پر چلے گا۔ یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔  
یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔

ملاک سے پہلے اس کے کھڑے ہونے کو نہیں کہیں جو سکھ  
راہ پر چلے گا۔ یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔  
یہاں پر نہایت ہے۔ یہاں پر نہایت ہے۔

۴۰ کہ کہ کا شافی و مہر کہ من بہت و شہر و دل بہ ہر  
۱۰ یزداد یاد نہ کہ لفظ و دواش زول غریبانی سہدہ ہر تفسیر  
تا از غیا سجن و بیعد بہادر ست غلب مستہد و زہد و حور  
تو دید موبدی نفس حق و نہ دمنای و یعی بہادر و بہد و ان  
شہر بہارتے روشن و بیان و دیندہ ہر سکن رتہ لب جید و  
و مرادریں تفقد منت پذیرا لہ یہ ۱۰ سہدہ

اس خستہ مرزا غلب و خدمت سے بنے پایاں نعوس و غم جوئی و ماس  
اخلاص و محبت کا پتہ ایک طویل خط کے بتا۔ فی جملوں سے بھی پتا ہے۔ عہدہ سے کس  
کے قریب آگ گئے کی خبر مرزا کو نہ لید نہ میر لال معلوم ہوئی اس پر اس حد تک سے  
قبضہ و کعبہ اگر تپیں بودے کہ لہ بہد لال را جوات دیدن غنقا۔ ۱۰  
و ناگاہ شاہ گاہے کہ پنجشنبہ بست و پنجم جمعہ اول بود ہر شہین تہنہ  
گذر افتادے آں در گرفتن آتش گرد کرد۔ و لاکاشانہ و سوختن غار و رحمت  
بمسایگان از سر کردہ و نہ رسیدن آسبہ بلانہ ماں و درں مہنہ اہر کمانڈانہ  
و اگر نہ شہودت ہر آئینہ حق و دستاںہ پریش کہ شیبہ عمخوری و افادہ مان  
مت ناگزاردہ ماندے و ہم یزدے نیانش کہ مازہ حق شناسی اسے  
گذازنی ست بقدر ہر سبب ہوں اسے و ہر شہر۔ کچھ کیں ہوں ہر  
کہ میاب پیام و نامہ آشنایاں جہ آشنہ شہد غار  
و اسے رمن کہ قیاب از قلوب ہر ہمای

نامہ و اشارہ ہر یقینا زہد

یہ نامہ تک جھجھو رہے پھر ہمارے چہ روئے یہ کچھ ہر عہدہ ہر ہر  
و ہر ہر کسی ترے عہدہ ہر ہر ترے نواب و ملک ہر ہر سے  
ہر سے ہر ہر ہر خورنہ اختیار یا و محمد علی منت و ہر ہر ہر ہر ہر



میں نے ایک قلمی نسخہ سے یہی کتب سے پڑھا

دور قیام میں اپنے مخلص دوست مرزا اسد اللہ خاں غائب کی تعریف و توصیف کروا کر اس سے وابستہ رہا۔ ایک تو اس مرزا کے کلام کے مشتاق ہو گئے اور کچھ دن بعد تعلقات سنسنوٹ قیام میں اس طرح مرزا کی قدیم دوستی کا حق بھی ادا کر دیا گیا۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد کھنوپیش گئے۔ وہاں صدر القصد دربانے گئے۔ ۱۸۶۷ء میں مرزا کو راجہ علی شاہ اختر اپنے والد ماجد علی شاہ کے انتقال کے بعد برسرِ سلطنت واحد ہوئے۔ ابتداً عمر ہی سے عیش و عشرت کے شوگر تھے حکمران ہوئے پہلی عودت کے ساتھ نہ چھوڑا نظام سلطنت میں انتہائی پیدا ہوئی۔ لارڈ دارڈنگ رنجر جنرل نے دوسرے ہی سال ۱۸۶۹ء میں کھنوپیش کی فہمائش کی اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک یکدمی "حصّہ نگین" کے نام سے متعارف ہوئی اس کے ہتھم علاقہ فصل حق خیر آبادی ہی قرار پائے مستغنیان سپاہ فوج سرکار کہ اپنی سکنہ ملک و روہ کی زمینداری کا مقدمہ محکومات شاہی میں فیصلہ ہوا کہ تا بعد محکومت یا علی علیا سے یا سرکشی تعلقہ دار سے وہ لوگ اپنے حق کو نہ پہنچا کر ہمیشہ داد و میاد کرتے رہتے تھے۔ ان کی دوری کے لئے "حصّہ نگین" متعارف ہوئی تھی۔

نہ نہ کمزرت میں تمام امور دیانتداری اور زیر کی سے انجام دے حکام در عیاد و نول خوش رہے۔ قاضی الیکس جین سینا پوری رادی ہیں کہ زمانہ سرشار داری دہلی میں ایک قلعہ زمین سے بندہ و مسلمان دونوں خواہشمند تھے برادران وطن نے ایک لاکھ روپیہ کی پیشکش بھی کی چونکہ مستحق مسلمان کا ثابت ہوا اس لئے علاقہ نے وہ قلعہ زمین مسلمانوں ہی کے حوالے کر دی۔

یہی قلعہ پروری و ہر دلعزیزی تھی جس کی وجہ سے ملہا اقبال عبدالحق کی پیدائش پر دہلیا نے اربابانہ خصوصاً برادران جن نے تھوڑے تحائف کے علاوہ لاکھوں روپیہ نذر کئے تھے۔ قاضی صاحب رادی میں کہ دہلی کے کسی پنا پر کسی وجہ سے آمد و رفت ممنوع قرار دے دی تھی۔ اس کے بعد ایک کچھ لوگ سنہ ۱۸۷۰ء میں جہاز نکال لے جانے کی بعد منتظر الحاح سے رہے۔ وہ مشرب و مریض تھے نہ نہ وہ صبر و تحمل نہ تھے نہ ہی سکھ مراد انارو جات تھے۔

بازت چاہی سایہ نے ایک دستقمی پرچہ لکھ دیا کہ "روستہ جانے دو" خانگیں سے  
پرچہ دیکھ کر نکلا جانے دیا۔ روستہ کی طرف سے جو بے عیب ہو خانگیں سے بازت۔ رو  
پیش کر دیا غلام نے چاہا وہی کرتے ہوئے فرمایا میں نے تو کھانا روستہ جانے دو  
ملاسنے اپنی زہر کی اور دانائی سے غریبوں کو یہ بھی کھانے دو اور یہ بھی پتہ  
پڑا کہ اس جگہ میں لطیفہ یہ ہے کہ "روکو۔ کو باج سے عید کو کھانے چاہا جانے تو کھانا  
کا پہلو نکلتا ہے اور اس کے ساتھ مست" دیا کہ پڑھا جائے تو بازت ہو جاتی ہے  
روکو۔ مست جانے دو۔ روکو۔ مست۔ جانے دو۔

سرخس فہمی

عام عمار کی طریت عذرا شعر و سخن کے فن سے بے خبر نہ تھے شہ کوئی کے اندر سخن فنی میں  
میں کمال حاصل تھا۔ وطن مالوف خیر آباد جہاں عمار پہلے کا منبع و سرچشمہ تھا وہیں کھنڈوں کے  
قرب اور اپنی زمین مردم جیز کی وجہ سے مدین شعر بھی بنا جو تھا۔ عمار کے دور میں موصی و مدنی  
تراب مل نامی نسی قدرت حسین قدرت مولوی شاعر حسین شروخی متولی فنی محمد جعفر زمرہ فنی  
بہاری لال غازی نسی مہربان لال گرنی مولوی الہی بخش نازش مولوی فضل غنیہ تغیر و میر بہار  
شاعری کے مختلف رنگ و بو رکھنے والے شگفتہ پھول تھے۔ نوٹ کے طور پر ایک ایک  
دود و شعر پیش کئے جاتے ہیں۔ قدرت بیان و بدست زبان کا ۔۔۔ خود ہم جانتے گا  
نامی : سحرار جنبش شمشاد لکھنؤ گشت چین یاد م آمدش قامت و لہجہ کے  
قدرت : بیاض صبح نورانی ز نور بارش روشن سودا شام خلدانی خور موی بی پش  
شوخی : دی نازم کہ دم کش آہنگ صو بود شام فرق غت و صبیح شور۔ بود  
زہری : اے بنام تو سخن تازہ چو کل دے محمد تو ز بانہا بسبر  
در بانی تو مانا کہ کشد دل سونے کا کل و تیر سنبھ  
غازی : دود و دل ہم ہی پر کا کل ساقند چو گشتاں رخسار و سنبھ ساقند

چراغِ دل بھڑک اٹھا، چلیاں شہِ جمال  
ساروں ناکش ہمیں ہر تہاں ساختہ

پتھرِ جستِ زبانِ شمع  
قصہٴ سوز و سازِ معشوقان

خیر باد میسم کہ پہنچے زود است مر  
زنا کہ کوہِ راہِ طپسین در آورم

مٹا جوت یا رب کس حریقِ موز جواں کا  
کشتہ لکے کا نہ جلاوے گیارہ دنِ نشان کا

سور نمود بہ جان من نیکو شبِ نگہش  
بہ بزمِ غیرِ رواجِ مستگری مہیاد

یہی وہ شمع و سخن کے چرچے تھے جس نے علامہ کو سخنِ فنی و نکتہ سنجی میں ماہر

نہایتِ علم کی صاحبزادی بی بی مصیہ النساء اولادہ حضرت مفتی خیر آبادی (بھی بڑی

شاعرہ تھیں) حرمِ ان تخلص فرماتی تھیں پشہو و زبانِ زہر شمع موصوفہ ہی ہے

خارِ یار کا یہ کہو تیا بست لافوں جیسا مشتاق ہوں ز دیگ بھی ہے دھڑکتی

خیر باد کہ یہی وہ ملی و ادبی فضا تھی جس نے اس آخری دور میں بھی ریاضِ منتظر

سور و زبستوں نے درختِ جیسے صاحبِ دیوان و باکمال شاعر پر پیدا کئے جنہوں

نے مصوری کی کو پر باندہ رہنے لسانِ ملکِ باطن کی وفات کے بعد میں نے

وہیں ریختہ آباد کے نمونے سے ایک مہسور نفسوں لکھا تھا جو اننا نظر لکھتے ہیں جولائی

۱۹۳۱ء میں شاعر کی سن ۶۰ تھی چھابہ جس میں دوسرے نامور شعرا کے خیر آباد کا ذکر

بھی تھا کہ ہے۔ دوسرا فیضانِ "خیر آباد سے دہلی پہنچے تو وہاں بھی یہی رنگ دیکھا

سعدت ملی ہمنہ کی ہر سس وقت بھی کا طین فن کا مرکز تھی ولیمہ سلطنت صاحب

کا پانچواں باب۔ ریت جی شاعر سخن کی واپسی نے زمین و آبی کو اور بھی رنگ آسمان بنا دیا تھا۔

میرزا یکتا بہ نکتہ فکر کے سرشت دار ہو چکے تھے ولیمہ سے درستانہ مرام تھے

قصیدوں اور دشتِ رستی تھی۔ اسے بڑے بڑے شاعر مولوی امام بخش مہدیانی، علامہ عبداللہ

خان صدیقی، عبیدون خان، مولیٰ علی، عبداللہ خان، زر وہ، مرزا عبداللہ خان غالب، نواب

شاہد خان، خیر شاہ، نصیر الدین نصیر، شیخ محمد ابراہیم، رفیق حکیم، آغا عیش، حافظ عبدالحق

خان، ساجد حسن، سلیم، رفیع خان نے سنہ ۱۹۱۱ء کا جو گھٹا تھا جب یہ لوگ

بہشت و جہنم کے مہمان بن گئے۔ ان کا بھی جین پریشک آتا ہو گا۔

مرزا غالب سے صدامہ کے پرندوں اور گھر کے تعلقات تھے اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ  
 دونوں بالکل ہم آہنگ تھے۔ دونوں ۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے تھے مفتی صاحب نے  
 آٹھ روئے ثالث ڈاکہ تھے۔ گو یا سلیبیڈوں کی اصطلاح میں "آٹا نیم شیشہ" کہتے ہوئے تھے یہ  
 تینوں ایک جسم کے لئے "البعاد ڈاکہ" (طول عرض بلق) کا مکمل کرتے تھے جس طرح جسم  
 اپنے ابعاد کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا اسی طرح ان تینوں کو جسم منوس و محبت سے محروم نہیں کیا جاسکتا  
 تھا۔ مفتی صاحب دونوں سے آٹھ سال بڑے تھے "چراغ رخ" نامی ایک دوست ہے اگر سن وہاں تین  
 دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہ دے سکے تھے تو سن وفات میں ایک کا ساتھ نہ چھوڑا "چراغ وہ پہلا بود"  
 آٹھ روئے وفات ہے مرزا غالب کا بھی سال رحلت یہی ہے۔ اور یہ بھی کیسا پُر لطیف اتفاق ہے کہ  
 مفتی صاحب علامہ سے آٹھ سال بڑے تھے اور آٹھ سال بعد ہی وفات ہوئے علامہ  
 وفات جزیرہ اندمان میں <sup>۱۲۰۰</sup> شمس المیت فی بمرزا غالب نے وفات میں ایک دست ہا ساتھ یا اور  
 وفات میں دوسرے کا۔

مرزا کی شعر گوئی کا ہر ذریعہ سے جہ گاہ تھا طبیعت شعلین، قہر و غیور، مہر و  
 سنے قابلیتیں اور پرجا ہد کا۔ سے تھے۔ وہ ان سمجھتوں میں سے دورانی ملاحظہ منوں ہوتے۔  
 تھے۔ جملوں کی نئی نئی ترکیبیں و رنگیں پیدا۔ وہی تفسیر مرزا صاحب کو کہتے تھے تو ہر محاسب  
 کا خیال دیکھتا رہتا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میرے شمار کے غالب سے ہی ہاں حضرت جی نہیں آتے  
 بھی انہیں سے ہوتی تھی اس لئے مرزا ان ترکیبوں و مشکل و قہرین لغز کے لئے مجبور بھی تھے۔

مفتی صاحب اسی بنا پر سخت نامہ شش رہتے تھے۔ یہ شاعر سے محبت میں  
 "کہر پیدا ہو جاتا تھا جس کو غلام شمشاد و نسبت میں کرتے بھی بہتے تھے۔ مرزا کو انہوں میں "ش  
 کوئی پڑاوا نہ ہوئی تھی لیکن علامہ کے شریک محسوس ہونے اور غزلیوں کو سننے و دیکھنے سے جب  
 مرزا کو سمجھانے کی نوبت آئی کہ یہ اشعار عام نوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے تو مرزا بہت پریشان ہوئے  
 مولوی محمد حسین آزاد ب حیات میں لکھتے ہیں کہ۔

"دونوں نفس حق صاحب فاضل سے بدل تھے ایک نامہ جس دن شہر دہلی میں  
 جی مرزا خان کو نوال تھے وہ مرزا قیس کے ساتھ گئے۔ خود ڈاکہ نہ دیا جی صاحب سے

میں کہ یہ دونوں مالک مرزا صاحب کے ہی دوست تھے ہمیشہ باہم دوستوارہ جملہ  
دشمن دشمن۔ چرتے رہتے تھے انہوں نے اکثر غزلوں کو سنا اور دیوان کو دیکھا  
تو مرزا صاحب نے بھی یاد کیا یہ تمام مرگروں کی سمجھ میں نہ آئیں گے۔ مرزا صاحب نے  
کہ جو کچھ لکھا ہے تب تک کہ جو لکھا ہے "انہوں نے کہا کہ خیر جو مرگروں نے انقلاب  
پر وہ مشکل شدہ ہے؟ تو مرزا صاحب نے ورنہ دوسرے کر دیا۔ دونوں مرگروں  
سے دیکھ کر تعجب کیا وہ یہی دیوان ہے جو آج عینک کی طرح مرگروں سے  
کھل کر رہے ہیں۔ مرگروں نے لکھتے ہیں۔

مورق لعل جن کی تحریک سے، انہوں نے اپنے اردو کلام میں سے جو اس وقت موجود تھا  
دوست سے قریب لے کر لیا۔ اس کے بعد اس پر پیش پرچہ بالکل چھوڑ دیا۔  
مرگروں سے کسی سے متاثر ہو کر یہ باغی کسی تھی سے

مشکل ہے جس کو میرا ہے دیا سن کے اسے قنونیہ کا کل  
توان لکھنے کی کڑے ہیں فرمائش گویم مشکل و گزرا گویم مشکل  
مدن سحر بھی؟ اندر اس وقت سے لگایا جاسکتا ہے مرگروں نے لکھتے ہیں۔  
مرگروں کے ایک ذہنی قصبے کی تشبیہ شعر ہے۔

میں نے دیکھا تو غیب شہوتے دارند یہ جہز کے کہ نہ اندر نہ خارج اعلیٰ  
مرگروں صاحب خود مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے "ثوئے" کی جگہ "نور" لکھا تھا مولوی  
افضل حق کو جب شعر سنایا تو انہوں نے کہا کہ بیان ثابۃ کے لئے نور کا لفظ نامناسب ہے  
نور بنو بنو جہاز طبع ثانی میں بجائے نور کے ثبوت بنا دیا ہے۔

نور نام ہے جس کا ان اصحاب نے تفسیر اصطلاح کے مطابق شعر کو کہاں سے  
لکھا ہے؟ اس سے ایک مینوں و بال کی کمال نکالنے والوں سے سابقہ تھا  
وہ تھی۔ مصنف نے کہنے سے کہ "نور" کا لفظ پڑی و در شواہد میں مبتلا ہو کر  
کہ "مشکل و گزرا" لکھا ہے۔

مرزا نے ایک خط میں صدر کو خطہ صحیحین کی شہادت لکھی ہے وہ ایک قصہ جو مزنیہ :  
 یہ قصیدے پر لکھا ہے۔ خطہ کے ساتھ بھیجا ہے اور سی و ۱۰ جاتی ہے مرزا کہنے میں  
 "سبحان اللہ! ہاتھ لگاؤ فرمائش گشت کے نام۔ دو نام کہ دست مرزا جو ملدہ نہیں  
 برگیرد۔ ہر گز وہ بسا زو ادن آہنگ لکھ دو سے نام دستجم کہ ہیں پروردہ ایسی نذر  
 ہے پروردہ (یعنی بے تکلف) می توانم سرود و قہر ماں اندیشہ دہ باشی ایسے  
 استغلی (اور میان نیست۔ برآئینہ۔ بدی شادمانی کہ ہنوزم با دست دوستے سخنے  
 بست۔ انچنانی برخواستن می بالم کہ غم ہا گدا از فراموشی فراموشی و سب زندہ  
 کہ دل در بند سرودن آنست (یعنی شکایت بغاوت میگرد۔

از خوشن بزدنی جفا با تو ستایم با ما دگر مساز کہ با تو ستایم  
 دریں روز تو سائے آں در سر افتاد کہ بیستہ چند در توحید مینا معنی گشتہ : چہ  
 گوشش اندیشہ بکسے رسید کہ عرفی راصل ماندہ مر جاستہ : اگر میرا بیار  
 بر کسے عرضہ سب نام کہ چوں من صد و چوں عرفی صد ہزار بہ سخن پرورش تو نہ  
 کرد و پایا ہر یک بہ ہر یک تو اند خود۔ و السلام۔

اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا علامہ کو سخن فنی و کتبہ ہر درمی میں کیا سمجھتے تھے نہ۔  
 کہ مرزا کی شاعری علامہ کی توجہ و التفات کی کس قدر رہیں منت تھی رتب ہی ہر یک موقوف  
 بنے صدر کی نظر توجہ جس کی طرف ہو گئی اسے برس بنا دیا۔

سید امین حسین، تیسہ شکرہ آبادی جو استی و رشک کے نامور شاگرد درمیسوں  
 مدی کے مشہور شاعر ہیں "مصطفیٰ بیگ نامی ایک شمس نے قرق فرب جاں کے سبب میں چھٹا  
 دیا تھا سہی دور میں جنگ مرٹ ۸۵ اور فنا ہو گیا فرب فرخ آباد کے سرحد شہر بہ قریب ہوئے۔  
 "مردہ اے شہر کی سزا ملی۔ باندہ۔ اور آباد، لکھ جیلوں میں رہے ایک لکھ سے دو سو بی  
 فوری میری پہنا کہ پا پیادہ لے جایا گیا تھا ان پچھو بت مہول در دہر۔ قلعہ مد  
 حر کیا ہے جب صدر مرزا مان پہنچ گئے تو یہ ہم شہر اس جس کو سب نے  
 لے۔ لے۔ لے۔

صبروں کا کچھ دیر غم نہ ہونے لگا۔

تیسرے ایک خط میں جو انڈمان کے مسند وزیر خان مقیم شہر باندہ کو ۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو بھیجا تھا لکھتے ہیں :-

بہت غریبات و بعض قصائد عباس نظم پر سنیہ: زباں جملہ ایک قصیدہ  
و جمعہ پانچویں دہائی کی کہ بہ مبالغہ و سرار عالم معقول و ادب علامہ البیہ  
مشرقی اسند جناب مولوی فضل حق خیر آبادی موطن دہلوی مسکن اس جزیرہ  
مذہبی سنیہ ام دہانہ قصیدہ کیفیت اسرار جناب مرحوم بنظم آوردہ بالجلد  
قصیدہ یست کہ از قدرت ایزدی خبر میدہد :-

دہرے سر پر ۵۱ شعرا کا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت  
میں مرقمیت سے ایک قصیدہ تھا۔ علامہ کی بیعت کا یہ عالم ہے کہ ڈیڑھ سو شعراء  
خبر ماہ ۱۲ سال میں پورے روپائے کی تعداد کی وفات ۱۲۷۸ء میں وقت موتی ۱۲۷۹ء میں  
قصیدہ کی نگین ہو پائی۔ قصیدہ کا یہ مطلع ہے :-

تک زباں موت و صفت بوشان غرق ہوا نیل میں یوسف گل پرین  
قصیدے کا آخری اشعار ذریعہ ساری رودہ دہری کی زبان سے سینے :-

|                              |                                    |
|------------------------------|------------------------------------|
| خونِ نعل دکان عالم ہاں ہفتا  | نائد تازی زباں نبض شناس سخن        |
| مورجیلہ نظیر فضل حق حکم شریف | دہلی سے نالکھنؤ مشہر و مؤمن        |
| قیامت میں درود ہمتے کی جگہ   | عین کسندہ میں تقدیر غرق بحر سخن    |
| تے سے ایک دن کچھ سبب رکھتا   | شاعر اردو زباں اس میں ہوں نو یاکسن |
| مصلحت غم و دنیا است دس       | کس نے کرتے نہیں زینت نظم سخن       |
| مکمل نہیں جب رود زباں        | یا کوئی بخت نہیں تم میں ہے رب ظن   |
| نہیں پست قصیدے ہں دہش        | وقت مضمون ہے حسن بوجہ حسن          |
| قدرت و دہرے کی قصیدے         | دہرے میں ہوا ہے قطر زباں           |

شاعروں میں جزو غزل پھر نہ کسی نے کہا  
زلم میں گو پہنے ہوں طوطی شکرت شکن

میں نے کہا داستان ہے آپ جو فرماتے ہیں  
مسطحی است غریب جو کہ نہ معروف ہوں  
جو متعارف ہوا شاعروں میں پہلے سے  
اس کو بھی سن سکے آج ہوتے ہیں مہذبان

کہتے تھے یہ کلام مہمل و سب مغرب  
گرم ہوئے بڑھ گیا سلسلہ قہر و خشم  
کہتے تھے وہ بار بار بے بند یوں ہے محال  
ہیں شعر سب سودا جہل ہے ان کا وطن  
بس کہ نازک مزق مانتے یہ اُن شکن  
دمز و کنایات میں وقت لطف سخن

ہر کے ادبے ٹوش پھر یہ قصیدہ کہا  
قید میں قوط کتاب حافظ از بس ضعیف  
بعض تراکیب فاسطیغ کی یجا رہیں  
خفت قصیدہ کیا سامنے ان کے رقم  
میری خطائیں کریں صاحب انصاف عفو  
قید میں جو دمیں ہوں پرتو پرتو بیکر سخن  
کو چہ نو میں چڑا قاصد مشق کمن  
پر مد و غیب غامد ہوا حرف زن  
نظم ہو میں جو حقیں یا مضامین کمن  
ختم ہوا جب وہ قے ہم گور و کفن  
قید میں جو دمیں ہوں پرتو پرتو بیکر سخن

غیب سے تار تار تو ہاتھ لگی اسے منیر  
جزو دل و جان ہو شرح حدیث حسن

۱۲۶۹ھ

## شاعری و نثر نگاری

سخن فہمی نکتہ آفرینی اور شاعرگری کا حال آپ معلوم کر چکے ہوں شاعری کا  
کیفیت بھی ملاحظہ کرتے چلئے





فرہ تے سنے کرتی صاحب کا دیوانہ دہلی کے تمام مقتب افراد مرکز تھا باور رکھی  
برسات کوئی موسم ہر مین شب کی مجلس کوئی قضا نہیں کرتا تھا ہر فن کے ورکروہاں سے  
بہترین وقتوں میں دیکھا جاسکتا تھا۔ اگر کوئی نووارد دہلی آتا درچاہتا دہلی کے سامنے ہر فن  
کمال کو بیک وقت اور بیک مجلس دیکھنے تو وہ سیدھا مفتی صاحب کے درجن خزانہ  
کار خ کرتا تھا

اٹھارویں صدی میں پیرس اور لندن کے علم دوست امراء کے سیلون اڈرنگٹن  
کے جو حالات ہم پڑتے ہیں بعینہ ہی حال دہلی کے دیوانوں کی مجلسوں کا بھی تھا ہر طبقے میں  
نسی نہ کسی امیر کا دیوانہ شب کے اجتماع و سمر کا مرکز بن جاتا تھا اور اس وقت کے  
ٹیک ٹیک ایک علمی داد دہلی اور تقریبی کتب کا کام دیتا تھا

والد مرحوم ان دیوان خانوں کی مجلس کے جو افسانے سنایا کرتے تھے کاش وہ قبضہ  
کئے جاسکتے، بجھنے والے چراغ کا یہ آخری اجال تھا۔ وہی مرحوم کے ہفت صد سالہ زندگی کی  
انہی طرازیوں کی یہ آخری بزم تھی۔ گرشان و شکوہ کے سارے پچھلے نقوش مٹ چکے تھے لیکن میرے  
دلگ روشن میں بھی مہمانی کے مرقعوں کی ہمار دیکھی جاسکتی تھی۔

ایک روز شمس الملک آزاد، کران اشعار سے کافی تعلق ہے بعض احباب کو اپنے خصوصیات کو میرا دیتے ہیں  
اقول للصاحب والعیس مبرور سلبین المینفہ فاحضار

میں نے اپنے ساتھی سے جبکہ اونٹ ہیں تیزی سے منیفہ (چترنی تیم) اور نور کاغذوں کے درمیان لے رہے تھے کہ  
تتمتع من مشیم عر لم یخید فضا بعد العشیۃ من عرار

میرا ہر روز گھر نور دا پھولوں کی حلقہ حیات صرف ایک شے ہے جسے میرے ذہن و اظہار کے اس شب کے بعد اس کا منہ نہیں ہے۔

الایا حبید انفعات نجید ویر یار و صلا بعد الغفار

میرا غم و غم کو جو لوگوں کی سکین اور دایرش کے بعد اس کے ہنوں کی شردار کی سنی پر سار ہے

واھلک اذ یصل الی حبیدا و انت عتی و مانت غیر زاد

میرے لیے ہے! میرے دوست کے سنی میں اس کی آہ ہوا و دیں کے لئے غولی آواز سپر کوئی زہن کو وقت کو شکوہ کی نہیں ہو سکتا۔

مشہورہ افسقین و ما شعرنا بانصاف لرمین و لا سرر

میرے گھر ہے یں و مریش و گرم کبر جو ہے ہیں نصف شب تو نصف شب کو یہ بھی نہیں جیت۔

فاما لیلہن فخر لیل و افسر ما بکون من لیلار

میرا ایک سرور میں اور ان کے دن ہے میرے مختصر جیا

لہ داب از مرید ملک داب از مرید

مدرسہ کے محکمہ تعلیمی و ترقیاتی وراثاتی و وطن دہلی میں علمی و ادبی محاسن  
تعمیر و شاعری کی صحبتیں قدم قدم پر نظر تھیں ذہانت و جدت طبع مبدع فیاض کی جانب سے  
پیسے ہی و دولت ہو چکی تھی جہاں تیرہ سال کی عمر میں سندھ کی منتقلات و معقولات حاصل  
کی تھی وہاں فنونِ درسیہ بھی سہا سہا مہر پہنچ کر رہی تھی۔ چھپن جی سے شعر کا شہسوار کیا، عربی،  
فارسی و دونوں زبانوں میں جمع آزمائی و آزمائی، فارسی شاعری کے سے فزنی تخلص رکھا  
فزنی در کعبہ رفتی بار بار، مسلمانانِ مسلمانانِ ہنوز سے

مدرسہ نے ادب و ادبی میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے معاصرین شعر سے کہیں  
سخت لے گئے نظم کی طرح نثر میں بھی شاعری کی سہی رسالہ ثورۃ الهندیہ اور بعض خطبات  
سے شاعرانہ غزلوں میں نقد و ۱۹۵۰ء کے ہنگامہ کے المناک واقعات کے بیان میں بہت  
سیر کی چیز پڑی نہ مان مصائب و کام کے بے پناہ جھوم میں جو فصاحت و بلاغت اور دہلیز  
پیدا کیا یہاں اختیار کیا ہے اس سے عیاں کی زبان عربی پر مہارت اور قدرت کا ملکہ کا اندازہ  
ہو سکتا ہے۔

اشکِ نست کہ خود جوید نہ کہ عطار گویہ کے اصول پر حسبِ اہل علم و ادب اس  
رسالہ کو جو سب تکس پر وہ خطا میں تھا اور اب اس صواعقِ محیات کے ساتھ شائع ہو رہا ہے  
جنہیں کے تو مشاہیر کو مطلع بنائے بغیر نہ رہ سکیں گے اور نثر سننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہیگا  
لازمہ ہے کہ انمولِ قصید سے لکھنے کی نعت کا حصہ زیادہ ہے، ہزار ہا اشعار و غزلت  
بیان میں اجود و شیرازہ مان سے محفوظ رہی ہیں، جو چاہیں

۱۹۵۰ء میں ۲۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۱ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۲ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۵۳ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۴ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۵۶ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۷ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۵۸ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۵۹ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۰ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۱ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۶۲ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۳ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۴ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۶۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۶ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۷ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۶۸ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۶۹ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۰ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۷۱ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۲ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۳ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۷۴ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۶ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۷۷ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۸ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۷۹ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۸۰ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۱ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۲ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۸۳ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۴ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۸۶ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۷ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۸۸ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۸۹ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۰ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۱ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۹۲ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۳ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۴ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۹۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۶ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۷ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے  
۱۹۹۸ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۱۹۹۹ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے اور ۲۰۰۰ء میں ۱۰۰۰ روپے کے دولہ سے

وہ مدحیہ اشعار حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ذریعہ دیئے  
 جے اب کے مشہور شاعر امرا انیس کے ایک قصیدے کے ذریعہ۔ یہ قصیدہ مولانا صاحب  
 کو دے کر سنایا۔ مولانا غوث علی قندری کا بیان ہے کہ شاہ صاحب نے اس کا زیادہ سے زیادہ  
 اس کے جواب میں انہوں نے تہذیب کے میں اشعار چھوڑے مولانا شملہ مدحیہ میں دقت  
 وہاں موجود تھے۔ وہ فرما سکتے کہ بس جواب !

وض کیا کہ حضرت یہ کوئی علم تفسیر و حدیث تو ہے نہیں۔ فن شاعری سے میں بیگانہ  
 کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا :  
 ”بخورد از تم پرچم کہتے ہو، فوج کو کسہو ہو“

عربی قصائد کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں جہاں مدحیہ۔۔۔ میں مقام ہوسے  
 اشعار کا تفسیر تفسیر لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :

|                                      |                                 |
|--------------------------------------|---------------------------------|
| یاسا ثلا عن شائہ یغنیک عن نبیانہ     | دمع جری فی شائہ غملا یجودا سہ   |
| ماذا تسائلنا زعماء قاصی الموطن تازحا | عنہا البہاناز عایکو استوفانہ    |
| نہیاء فی حیجانہ وجہاہ فی وہجبانہ     | والصرف فی ہمدانہ و مطبوع جمعانہ |
| ن تمام برقوا امضا اوراق دمعاً قاصدا  | ماذاع ستر غامض قد حد فی کمانہ   |
| واذا تالتی باریق اوسمہ و مل وادق     | ماحاہ دمعہ دھو و دکھن می سہ     |
| یزاد فی ہیجانہ و یحسن فی اشجانہ      | س ورق فی بانہ غنی عن شجانہ      |

دستان البازک ۴۳۶ میں : اشعار کا تفسیر لغتہ دربار رسالت میں پیش کر سنے کی  
 سعادت وصل کی ہے۔ اس کے چن بے تفرق اشعار یہ ہیں :

|                             |                        |
|-----------------------------|------------------------|
| خفا خفی ہواہ دمعہ الہامی    | لما احدا باری مدی ساری |
| و بزدہ من ہاستہ کلک تکلف ان | بیدی مغلدا مور لامر    |
| دکرجفی بھیمی من کں لو غلہ   | سدود در دگر مدار ہمار  |



دین مرقب بھی اشارہ کر رہے ہیں

|                               |                               |
|-------------------------------|-------------------------------|
| واما الدهری بعد سجدہ عدا      | واعتمد لی دمی مصائب و عدا     |
| فما بعد لین واستد بعد مرفق    | روا بعد لظفائش عاد فوا وعد    |
| فکنا زمانا لا نخاف فراقنا     | مدی الدهری فی رن تبند         |
| فلما افترقنا بعد طول اجتهادنا | لینا بعد ما سمذتہ مدی         |
| فواللہ شمس اللہ لو ان مثله    | یقادی بمثل کون فی رعد         |
| قلت شهیدا عند ربک شاعدا       | وقد کنت مشهور کمال محند       |
| نعمت فی الدنیا حمیدا محسدا    | وفارقنا متشهد متشهد           |
| وقد ایقنت نفی ین ستغور        | سبب الشهادة اذ نرت لبی محمد   |
| فعیاک اکراما و ضمتک رافعة     | و اوالک فی انادی وارثک بالندی |
| علیک سلام اللہ مارن جازع      | و حق غریب مند قید مصندا       |
| سلام علی قبر حواء فانہ        | حوی منک احسا نا و برا و محمد  |

۳۳ شمار کے قصیدہ نعتیں میں محرم ۱۲۴۱ھ میں لکھے ہیں :-

|                     |                    |
|---------------------|--------------------|
| واھا لو اہ محکمہ    | فی جنح لیل سرمد    |
| قد بات لیلۃ ارمہ    | سئل القذی من تعد   |
| یا وسیلہ یا وسیلہ   | یشکو الزمان و میلہ |
| ویقول یشکو لیلہ     | یا للہ هل لك مزعد  |
| یصف الغموم و شرمہا  | یرعی الساء نجومہا  |
| دزیبہا و غرمہا      | من سثرة او برقد    |
| ماوی الانام باسرمہم | طر و حیا بر حکرمہم |
| صفوا واضع امرہم     | عنہم عد فی سرعد    |
| خبر البوری و اسبرہم | جمعا و کشف صرمہم   |
| نعماء ہم فی امرہم   | و سفہم فی السہم    |

دمی تحقیقہ العبد      علی رخصتہ محبہ  
 دکی المصنفہ احمد      حیر الانام محمد  
 ہو وں ہر اسنی      ہرہ کل تعین  
 یہ سر ممکن      عند الحصیف المہندی

مرید پتہ نامہ مولانا مفتی امام کو اپنے ابن اعمہ مولوی محمد بقا کے انتقال کی خبر  
 سن کر ۲۰ یقینہ ۲۲ کو یک چوٹی عریضہ دہلی سے روانہ لکھتے ہیں، اس خط کا ابتدائی  
 جو فقرہ نقل کیا جاتا ہے۔

قبل یا یھزہ شمیم تراہا العتیق، بالمسک الفتیق  
 و عیر سحیق، واستلم عتبته ہی قبلہ طلاب التحقیق  
 و باب استذقیق، فیانیہ الرجال رجالا، علی کل ضامر  
 بکل فج عسق من کل بلد سحیق، بین یدی الامام الحبر  
 بن تقیہم البحر مولانا الشیخ النحر، الہازبہ شذرات  
 کلامہ بقدر السحر، و قلائد نظامہ بعقود النحر، لا  
 زل بابہ مقصود او فضلہ محسود او کرمہ محمود او ظلہ  
 محدود امدی الدھر بحر مہ محمد الامین صلعم اصل  
 لہ نقای عسہ والہ وسلم، و بعد فما یصف الملوک من  
 ہر دہاہ، و شجن دہاہ، و نصب شغلہ عن عیشہ  
 و ہاہ و تجرماناہ و کرب داناہ، و کمد عتاہ، و وجہ  
 اصناہ و قتل ابسود بسکرة الموت و ادناہ و جرعہ بلغمہ  
 غایتہ ما غناہ، لہا بلغمہ نعی جود من نعاہ ناع، و دعی لہ  
 دہامہ دہ، و سندہ عزین رجع، و فضل من وصف  
 ہر باع رسط درع و سخی من امہ معف و سعی  
 سہ سع، سخی سع ای معال و مساع ذی عطاء مکنون

وتلذذ مشاعر و جریض محسن و عرض مصدق  
 مستقی الحمید بقا لرق من دری سجا و عو مدنی سبی  
 فی جوار رحمة الله محمد بقا اکرم بکرمه و سید فی در  
 انقا و برد ضریحه بسبب رحمة و سنی فاستدیر فمر  
 انخسف بعد ابدا و وای نظر نکشت شب در اوی هم  
 خوی و هو طالع فی وسط سمانه وای عجمه دری و هو طالع  
 فی نشو و نمائه افکذا یموت لشار من زکات هکذا  
 یزوی البان و هو یان افکذا تصرف موت من وای هکذا  
 یموت الشب فی عنفوانه افکذا یزوی اسرت هکذا  
 یتشی الحسرات افکذا یحدث الاحداث فی محسن  
 ویتجدد افکذا یتفرق الشمل ویتبدد بالیت سرور  
 المرددة و الجیوب المقتددة و اید مریض المنعرج و زکات  
 المتصعدة اغنت من موت فجمع و سفت بلاس حرة  
 و بالیت المندوب یرجع و یوب کلاً ن سکره محوس  
 سکر لیس له صحو و ظلمة المردجیه لیس بمدما صحو  
 و کذا الدنیا اولها اینه و اخرها الهفوة و اولها امن و اخر  
 اجل و اولها امنیه و اخرها منیه و اولها سرور و اخر  
 و اخرها ماضی و مرور

ایک دو مرتبہ خط میں ۵ ربیع الاول ۱۲۳۹ کو مورخان قبل رحمت بن محمد الدین نے لکھا ہے

کوئی بے فراستہ ہیں۔

و بعد فرب اذن حسنت قبل الحین و ربنا سر اسفین  
 بعن و کم فی اوری من هام مصد سری فی مکی و سر  
 ل سری و نواعج لسوق فد نہتاج سورہ فرید و در



کہ مرخص ہوا۔ پس اس نری۔ وکم من لیبیب یصل  
 من روری، و بعد متوفی عن ربیب، من البق بالغبیب،  
 کذب مولا، لم رافہ فعد علمت باحلاقہ وان کنت لم امرہ  
 فعد سمعت خبرہ وان لم کن لفسدہ فعد نقیبت صیبتہ وشافقتی  
 احادست کمارہ وان لم اکمل بلا لاجمالہ وھیبتی نوافخ  
 سرفہ ومناج عرفہ قبل ان اشرف منہ بعرفہ وبعوارف  
 سرہ، فب معارف سرہ، وشغفت بریاء، قبل ان یری محیاء  
 وسم من مد حرم داندہ ظامیا الی الاستمتاع بمناجیہ ومافی  
 مندنہ نانیہ یتلمس سبیل الی لقائہ لیستغنی بلا لایہ  
 ویستغنی من الایہ ولکن لم یساعده علی ذلک الدھر ولم  
 یساعده لزم

ماکل ما یتمنی السعد یدرکہ

نجری السیاح بما لا تشقی السفن

مولانا شیخ احمد انصاری الیمینی الشروانی صاحب لغۃ الیمین مشہور ادیب و عظیم اور حجاب  
 دہری ۲۳۶ کو اقام فرماتے ہیں، علامہ کے ترکیب کا بطلنت ادوہ اور فریق خاص و محبوب  
 نص مولانا انصاری اللہ شمسید کو ان کے حامد بھائیوں نے موقعہ پاکر شہید کر ڈالا تھا، اس  
 حادثہ فوجہ سے علامہ سخت متاثر ہوئے حکومت میں دادرسی کے لئے کوشاں ہوئے۔ مولانا  
 شہرہ کو ان وقت مظلوم کی طرف توجہ دنا ہے ہیں :-

فقد کان المملوک مملوکا لہ بلا منق، واخلہ بلا اجتماع معہ  
 فی شرق وقربالہ بالمصافات، لا بالمکافات، وسیب الہ  
 بالحب وود، لا بالاباء والجداد، وحسب الہ بالمداقہ  
 وبتدار، لا بالاعمام والحدال، ورب بعد من یستار  
 ہداد، و من سب ساعد بالاحقاد، والرواح جنود مجندہ

معارف منها انتف وماناگر منها اختف

فرغت الخ الشیخ المولیٰ، فملا من شکر مصری و  
فقد قيل ان المناسبة فی الادب فون مقاربه فی سب  
فان رقی مولانا بالک متعجب و شات متوجع و حدس مرجع  
والهفان مسترحم، من علینا باس و ملکوم و مصر مصره  
فالمامول من المولیٰ ان لا یألو جهد فی ان یحرمی دمر  
نله ایامه من ظلم بنفمه، و یوسی من حد اصر  
بعمه، و یبفی ما کان ادر و یحی لتریسه، و یسه  
لینه و انما مال نعامه.

سید احمد خان مرحوم نے آثار العزیز میں لکھا کہ ایک شخص قتل کا سبب بن گیا  
حضرت الاستاذ مولانا الہیمن کے ہاتھ کا کھنچا ہوا، در شریک شاکستہ تریس میں  
بھی موجود ہے۔ اس کا کچھ اقتباس پیش ہے۔

اما بعد فان الدیاعرون ما لهاد و رسل مرورہ مرور  
وظنہا حور و لا یواری ہومہ اسرورہا و لا یور سورہ  
شورہا، و لا تنکافی معافاتها و افانہ و سادی فرحہا  
اسراحہا، و لا معنیہا و مراحہا، و لا بتلانی سرورہا معہ و  
الاسومہا نسیمہا، و لا ضنکہا مرخانہ، و لا زغر عیارخانہ  
تریاقہا شمال، و نقصانہا کماں عاقبہ عقیب و صاب  
و حلوثہا و سلوثریاعلا فم و صاب و صاب و صاب و صاب  
شور، و صفائہا غبار و یقائہا سور و اہلہ بور و صبور  
فبور، کن من عسرفہا مر موم، و کرم عسرفہا مصر  
و کرم من لوری و ان سرورہا، مصر و مصری مددہ  
ان و من و عہہا ان و عہہا ان و عہہا ان و عہہا ان

و کہ رہو رن الاحداث وما علیہا من دی نفس ونفس  
ر وهو مارن الاحداث.

۵ ذی قعدہ ۱۲۰۱ھ مولانا حید علی قینق آبادی کو موصوف کی کتاب منتہی الکلام  
کے ہر مول جوئے اور اس کے مطالعہ کرنے کے بعد ایک طویل خط میں لکھتے ہیں۔ یہ کتاب  
مولانا نے یکیشی سحر نام سبحان علی خاں کے رسالہ مصنفہ ۱۲۴ھ کے جواب میں ۱۲۵۰ھ  
میں لکھی ہے شیخوں کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ اس میں درج ہیں۔ مولوی سبحان علی  
خاں سے مولانا انجمن کشمیریہ کے مناظر سے بھی لکھتے ہیں۔

کذبت استبشرت اذ من له المولى على يارسال كتابه  
طلعت لثامه، ورحبت من اتي به، فيا لها من نعمة  
وافيه، سررت فسررت موافاتها ومنه كافية اصطنعت  
فامتعت مكافاتها، فكان طلوعه على قبل طلعي اليه  
وحلا على ما فيه واطلا على عليه ابهج من تباشير طلوع  
الصباح على عاشق مهجور، وابلج من تباشير طلوع  
صباح في غاسق ديجور، فاقا ما حرر المولى انى رقة من  
توفاته الى العبد الذى كاتبه باحسانه وحنانه، فكانما  
هو صدا حنينى الى لقائه، فاني منذ طالعت كتابه الموسوم  
بمنتهى الكلام، واطلعت على ما فيه من كلام، فى ما لها من  
سقام، فى نحر كل غمر من اللثام، ورأسه ان المولى لم يال  
حمد فى تحريج رواياتهم واجتهد جدا فى الارشاد والتنبية  
عن عروياتهم، وامعان النظر لتبصير عما ياتهم، وتصفح  
كتب عما شتم، لاصلاح حيالاتهم ولم يصفح عن صفائح  
صحاتهم، وان دل فضلا لاتهم، وكفى فى نحر عواريرهم  
سخطه و فى نحر برهم، ونكم لبيسة دقاريرهم، بقلب

وفقريرهم. بره تغاريرهم. بل بافاريرهم. فاشجر حسيانهم  
 لمترفين باشجان من الاشجان والافكار وميدريدعانه  
 لانكار سبيلا الى الانكار. ولم يدع نقال معجل قال. برعد  
 كل غال. اوغل في العلم من ادغال. فترى كل منظر ممتز. وكل  
 نكر ومنهم مستنكر. لا اذال مستاقا الى لقائه. داعيا بصور بقائه.  
 لصلهم مفاسد المبتدعين. وفضوح مكاشد المحدثين. و  
 قطعاً لدابر المدابر بين المبتدريين. ورضا فابا لنوف مكارس  
 المتكبرين. واما ما استكشف عنه مولى العجيب سبيل  
 من حال التزيل النذيل فانها هو خال خال خال. بر  
 شن بال مغطى بسر بال. مبتلى بوبال. غير ذي خظروس.  
 لا يستاهل ان يخطر بخاطر وبال. ولا بان يماه مبال. فانه  
 انما ضيع عمره في مراث ومبال. او توخير وخبال. رثيتم  
 فيه من العلم علامة وقصارى امرانه نكلامه يحفظ فصص  
 واساطير مخترعة. محترعة مختلفة في باب رماة وهم  
 اكاذيب موضوعة لاحاديث مرفوعة قد صاغها صواشون.  
 طاعون. وتناقلها زاوون غارون يرفون كدبات وديرون  
 قربات. وائمة الهدى يشهدون عيهم بانهم من نادقة و  
 شهادات الائمة لاشك صادقة ومن يقص كاذب رثيتم  
 واباطيل الاخبار. لا يستاهل ان يعد من معاصر علماء  
 من قبيل الاخبار. بل هو ادون حالاً واحسن مالا من  
 سمير يوثق في سرد المنهيات لتتوكم امير ومن هازهانم  
 منطيق. بفترى خزعبلات بتدقيق. تعبير فلب عييل. و  
 طبيب بالفاطر رفيق. وحاسا ان يكون ذلك من علوم ومدارس  
 وعاسته ان يعد من ملاهي و معارف.

# سلسلہ تلمذ

مذمت سے سند حدیث حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم  
محدث دہلوی سے موصیٰ عبدالرشاد عبداللہی محدث دہلوی صاحب معانی و اشعار  
معانی کے محدث عبدالرحیم بن عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم  
محدث دہلوی سے معنویت کہ دور دورہ تفسیر شاہان وقت نے علم معقول کی سرپرستی  
کے لئے کی لیکن غور و فکر کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ پھر شاہ صاحبان کا بھی ضعیف سب سے کہ آج ملک کا  
گورنر و مشیر و مہتمم و محرم ہے درہم دی سے قال اللہ قال الرسول کی حدیثیں اٹھ رہی ہیں  
سے دور میں کتب دینیہ کی کمی کی کمی ہے مگر تفسیر حضرت شاہ عبدالقادر بن محدث کو تفسیر کبیر یا  
سی دور میں کتاب تفسیر حدیث کے دیکھنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو قاضی معنی میں جانا پڑتا تھا  
بخاری و ترمذی و مسند بعد کتاب تفسیر کا درجہ رکھتی ہے اس کے نسخے بھی خال خال ہی پائے  
جاستے تھے

حضرت شاہ عبدالغفور صاحب کے سامنے بھی زانوئے تلمذ نہ کیا ہے عربی اشارہ شاہ  
صاحب ہی کو اہل تفسیر سلسلہ تلمذ میں سے

## سلسلہ تلمذ منقولات

- |                            |   |
|----------------------------|---|
| ۱. علامہ فضل علی خیر آبادی | ۸. الزین زکریا الانصاری                             |
| ۲. حضرت شاہ عبدالقادر محدث | ۹. حافظ ابن حجر عسقلانی                             |
| ۳. حضرت شاہ عبدالغفور محدث | ۱۰. ابراہیم بن احمد النسخی المعروف بابن الشامی      |
| ۴. حضرت شاہ ولی اللہ محدث  | ۱۱. الشیخ احمد بن ابی طالب السجری                   |
| ۵. ابو ہاشم بن علی         | ۱۲. ابو عبد اللہ الحسین بن مبارک بن علی بن عبد اللہ |
| ۶. شیخ ابوالحسن بن علی     | ۱۳. ابو الوفاء عبد اللہ بن علی بن شعیب              |
| ۷. محمد بن شمس             | ۱۴. بن سحاق السنجری اعوانی لہروی                    |
| ۸. شمس محمد بن علی بن علی  | ۱۵. جمال سالم ابو الحسن بن مبارک بن علی بن عبد اللہ |

سلسلہ "لمنہ معشوات"

- |    |                                       |                 |
|----|---------------------------------------|-----------------|
| ۱  | مدرسه فضل حق خیر بادی                 | استوفی ۱۲۰۸ هـ  |
| ۲  | مدرسه فضل ماه خیر بادی                | ۱۲۳۰ هـ         |
| ۳  | مدرسه عبدالوهاب کرمانی خیر بادی       | المتوفی ۱۲۱۸ هـ |
| ۴  | مدرسه علم هندوی                       |                 |
| ۵  | مدرسه کمال الدین سہالوی و استاذ الکمل |                 |
| ۶  | مدرسه نظام الدین سہالوی فرنگی محلی    | ۱۲۳۸ هـ         |
| ۷  | مدرسه قطب الدین شہید سہالوی           | ۱۱۰۳ هـ         |
| ۸  | مدرسه امان اللہ بنارس                 | ۱۱۳۳ هـ         |
| ۹  | مدرسه دانیال جوہری                    |                 |
| ۱۰ | مدرسه ناعبہ السلام دیوبند             |                 |
| ۱۱ | مدرسه ناعبہ السلام لاہور              | ۱۰۳۷ هـ         |
| ۱۲ | میر فتح اللہ شیرازی                   | ۹۹۷ هـ          |

۱۵۲ زمانہ سلطان بوسعیہ صاحب شریعہ بیاضی و مہاشیہ شریعہ تہذیبہ تک ورنہ سے مولانا نیال جو راستی و غیرہ کہ سلسلہ علمہ مہال لدین محمد اسعد مفتی دہلوی نے لکھائی

[illegible]



ان سے علم ثانی (الرفقہ غازی) المتوفی ۳۴۴ھ مطابق ۹۵۴ھ تک، معتمد ثانی سے اس سے حائیس پر ثانی  
 و استاد مکند ذوالقرنین (بنک) اور اسطوس سے حکیم ثانی فیض غورس یونانی شاعر و صاحب مہنت سیب  
 علیہ السلام تک اور ان سے ادریس علیہ السلام صاحب معجزات منطقیہ تک پہنچتا ہے۔ ان میں  
 سے ہر ایک اپنے وقت کا امام اور یگانہ روزگار تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اس صوفی تہذیب  
 مجتہدین یونان تھا اسی طرح علامہ فضل حق خاتم مکمل مجتہدین ہندوستان تھے اور جس طرح اس صوفی  
 کے بعد سارے حکماء یونان اسی کے خوشہ چین بنے اسی طرح فضل حق کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند  
 ہو کر متقدمین کا سلسلہ جاری ہوا اور اب تو اس دور کا بازار مٹی علوم قدیمہ اور ناقدری شاہین  
 امرامیں مجتہد درکنار کسی کامل متفکر کا پیدا ہونا بھی دشوار ہے۔

## تصانیف

علامہ نے دس دس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا، خاص اور اہم  
 مجرولوں کے سوا کبھی اس سے تساہل نہ برتا، علامہ کی تصانیف درجنوں ہیں جن میں سے مشہور  
 حسب ذیل ہیں :-

- |                                  |                                       |
|----------------------------------|---------------------------------------|
| ۱۔ الجنس الغالی شرح جواہر العالی | ۹۔ الردص المجرول فی تحقیق حقیقۃ لوجود |
| ۲۔ مانیہ افق المبین              | ۱۰۔ رسالہ فالجیور یا س                |
| ۳۔ مانیہ لجنس الشفا              | ۱۱۔ رسالہ تحقیق حقیقۃ الاجسام         |
| ۴۔ مانیہ شرح سلم قاضی مبارک      | ۱۲۔ رسالہ ثورۃ السندیہ                |
| ۵۔ المدنیہ السعیدیہ              | ۱۳۔ قصائد نقشہ الہند                  |
| ۶۔ رسالہ تشکیک ماہیات            | ۱۴۔ مجموعۃ القصائد                    |
| ۷۔ رسالہ قاضی طبعی               | ۱۵۔ متنار النظیر                      |
| ۸۔ رسالہ علم و معلوم             | ۱۶۔ تحقیق الفستوی فی بحال العنوی      |





اس قدر دل چاہتا جو اس دور میں قابل التفات سمجھا گیا تھا۔ یوں کے بعد چھ سوپ کی زمین سے پتہ آواز بلند ہوئی چونکہ علامہ کے نزدیک یہ مسلک غلط تھا، موعودیت کے تمام پیروں کو روک کر چھ سوپ میں شرح دیسٹ کے ساتھ حرکت زمین کو باطل کیا ہے و مخالفین کے دہل کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اس بحث کو علامہ نے حسب ذیل الفاظ میں شروع کیا ہے :-

”الثالث فهو مما ذهب فروع قدماء اليونانيين واختاره مرق

زمانا من اهل الفرنج فهم يزعمون ان الارض تسير

بالاستدارة حول المركز من المغرب الى المشرق وهي الحركة

اليومية التي بسببها ترمى الكواكب طالعة وغاربة

فيظهر من جانب المشرق من الكواكب ما كان محجوبا عنا

بحدبته الى ان قال بهذا الرأي ايضا باطل بوجوده

اجمعيہ :-

ما شیہ شرح سلم قاضی مبارک کی اہمیت اس کے معرکہ الآراء مباحث کی فہرست سے کیجئے :-

۱۔ تحقیق لفظ سہل ۱۱۔ بارہ مذاہب علوم کا بیان

۲۔ علم باری میں تمام مذاہب پر تنقید و ارتقا ۱۲۔ بذمت و نظریہ کے صفت علم و معوم جوہر سے

مذہب صوفیہ کی تحقیق

۳۔ جعل بسبط کا ارتقا ۱۳۔ تحقیق موضوع علم

۴۔ تحقیق معنی نعت و اتفاق ۱۴۔ مستقل ثانی کی لاجواب بحث

۵۔ بحث مقدمہ العلم و مقدمہ الکتاب ۱۵۔ تحقیق ظرف اصناف

۶۔ تحقیق تقسم تصور و تصدیق ۱۶۔ تحقیق حیثیت موضوع

۷۔ بیان حصول الاشیاء بانفسہا و باشیائہا ۱۷۔ بیان اہمات مطالب

۸۔ علم کے تیرہ مذاہب کا بیان ۱۸۔ تحقیق بل

۹۔ تحقیق متعلق تصور و تصدیق ۱۹۔ تحقیق قضیہ زید معدوم

۱۰۔ بحث اجتماع شملین ۲۰۔ نسبت تار کے علاوہ قصہ میں دوسری

نسبت کا بیان



دہاۓ معلوم ہو چکا کہ وہ کس مقام کی عبارت ہے اس ماشیہ قاضی سے حضرت درساؤ مولانا  
اجیری مرحوم کو عشق تھا سفر و حضر ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً بعض اندر سے  
بہتے تھے۔

مولانا یکم احمد علی خیر آبادی فرماتے ہیں کہ یام طالب علمی میں قاضی مبارک جو سابق ہم  
پڑھے تھے اس کے متعلق پورا حاشیہ دیکھ ڈالتے تھے خواہ کتنا ہی وقت صرف کرنا پڑے بعض  
دن آٹھ ورق دیکھنا پڑتے تھے۔

اس ماشیہ کی خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب سے فلسفہ یونان کو اپنا بابت اس وقت  
سے لے کر علامہ کے عہد تک متفقہ ہیں و متاخرین و معاصرین کے درمیان جو مسائل متفقہ و کلام  
مباحثہ کا اٹھا ڈالتے رہے ہیں ان پر مستندانہ انداز میں تبصرہ فرمایا گیا ہے جن کے دیکھنے سے  
معلوم ہوتا ہے کہ علم و تحقیق کا دریا موصیوں مار رہا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ ماشیہ علوم  
معقولات کا نمائندہ ہے۔

مولانا عبدالحق فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد ماجد علامہ اور مولانا عبدالحق بھراعلوم فرنگی  
علی بن ملا نظام الدین سہالوی صاحب دس نظمیں کے درمیان "عام خاص من وجہ کی  
نسبت ہے معقولات میں تو مادہ اجتماع ہے، نقاد و ادب میں مادہ فراق پایا جاتا ہے۔ دل  
کے ماہر مولانا بھراعلوم اور ثانی کے والد ماجد تھے۔

علامہ کی تصانیف سے خانقاہی طریق تعلیم اور طرز تدریس صاف نظر آتا ہے۔ عام صورت سادہ  
کوہ طریفہ و تنبیہ کہ طالب علم سے عبارت پڑھو اگر تحت الفاظ ترجمہ کر دیا۔ پھر کچھ مطلب ہے  
کے لئے بتا دیا گیا حضرت علامہ مفتی محمد لطیف اللہ پلکھنوی علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ ترجمہ  
ایسا کرتے تھے کہ مطلب سبق ادا ہونے کے ساتھ ساتھ سارے غرائز و شبہات بھی دور ہو جایا کرتے تھے  
مولانا عبدالحق ایک باحیر آباد میں مفتی صاحب کی برائت کو پہنچے تو سلسلہ دس جلدی  
مفتی صاحب کے اس کمال کو دیکھ کر بے حد تعریف کی۔

سلسلہ خیر آباد میں عبارت پڑھو اگر خلاصہ مطلب بیان کیا جاتا ہے اس کے بعد ترجمہ کر کے  
مفتی صاحب کے بجائے تحقیق مسائل پر زور دیا جاتا ہے ہر طریقہ زیادہ نافع اور باعث تسکین قیام

حضرت سی ہر زحیم در شفقت کا یہ نتیجہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد کا عاشق و دلد کا نظر آتا ہے ایک  
جائزہ مرید کو اپنے پیر سے اتنی ہی عقیدت ہو سکتی ہے جتنی سلسلہ خیر آباد کے ملازمہ کو اپنے املاہ  
سے جو کرتی ہے۔ علامہ کے شاگرد رشید مولانا بدایت اللہ خان جونپوری (استاذ مولانا سید  
سید ن شرف مرحوم سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ و مولانا امجد علی اعظمی) کی عقیدت  
کا یہ عالم تھا کہ استاد زادہ مولانا عبدالحق کا ملازم و خادم لاؤں جب کبھی جونپور پہنچ جاتا تھا اور ملازمت  
کی آواز سن پاتے تھے تو بیزارہ سالی اور مضطرب بصارت کے باوجود تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ کھانا  
ساتھ کھاتے اور سفر خرچ وغیرہ دیگر عزت و مسرت کے ساتھ رخصت فرماتے۔

مولانا حکیم برکات احمد بہاری ٹونکی طیب خاص ریاست ٹونک (استاذ حضرت الامام مولانا  
میر میر مرحوم) کو زمانہ تعلیم و قیام خیر آباد میں اپنے استاد گرامی مولانا محمد عبدالحق کے خادم کو بسا اوقات  
پورے مہینے کے مصارف کی رقم نذر کر دیا پڑتی تھی اور ٹونک سے دوسری بار روپیہ منگانا پڑتا تھا۔  
مولانا حکیم داکم علی صاحب بہاری ریاست کے طیب خاص تھے اور سورہ پیہ ما نہ مصارف کے  
لئے بیٹے کو روانہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اکثر رئیس آتی رہتی تھیں۔

علامہ خیر آباد کے دو سائیں سے تھے۔ انقلاب، صہ اولی شورش میں بغاوت کے الزام  
میں سسرے عیوب در یائے شور کے ساتھ ضبطی جائداد بھی جوہر علی تھی۔ مولانا عبدالحق چونکہ رئیس بن رئیس  
ان رئیس تھے اور تازہ دھم کی گود میں پرورش پائی تھی، ہاتھی اور پانگی پر بیٹھ کر حصول علم کیا تھا،  
شاہزادگان دہلی کے ساتھ قلعہ معلیٰ میں کھیل کھڑے تھے، بے سرو سامانی کے باوجود شاہانہ دماغ  
در میر نشان باقی تھی۔ قدم و مطلقہ گمشوئل کا اجتماع رہتا تھا، خادم جس طالب علم سے ناراض  
ہو جاتے مولانا سے شکایت کر دیتے۔ مولانا مغلوب انفس بھی تھے فوراً حلقہ درس سے نکال دیتے  
اور شرکت درس کی ہزمت معافی نہ ہوتی تھی۔ عرب و عجم کے قدردان اور شوقین طلبہ جو ایک  
سبق در زد میں ہفتے درمیان گزار دیتے تھے یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ اس نعمت عظمیٰ سے ایک  
مردم میں حسب استطاعت خادم متعلق کو خوش کرتے وہ سفارش کر کے عفو و تغیر کرا لیا  
تھا۔ آمد و چوک مارت میں دو سبے طلبہ سے متاثر تھے اس لئے ان کے لئے یہ نصیبت آئے  
رہتی تھی



قوم کے عروج و زوال کی یہ داستان بھی کتنی مناک ہے کہ زمانہ نوح و ہند کی میں بہ نمر  
خوب میں موبہ کی کرتی تیرے دربارہ زوال میں خوبوں کو ہید ہونا تو درکنار جو محاسن مذہبی و فنی  
میں خصوصیات کا ذخیرہ رکھتے ہیں وہ ہاتھ جو جاتے ہیں یا ان کی شکل و صورت مسخ ہو جاتی ہے  
ہو۔ یہ تک بن کر چھٹ جاتی ہیں اس سے دو خرم پیغمبروں کی امتیں بھی غفر نہ دے سکی ہیں  
دو ہیں عذر پیغمبروں کی مست کی تاریخ ہمارے سامنے ہے تو ہم کوئی اور خرم ابراہیم علیہ السلام  
وہی خداوند و سلام کے کردار و اعمال و کردار و مہذبیت و مذہبیت میں کتنے بدل چکے تھے ان  
دوران کی یہ ہستیوں نے اپنی متوں کے دماغوں میں خدا پرستی کی تعلیم واضح کر دی تھی۔ بڑی بڑی  
میسیتیں نکال کر آدم کا تکار ہو کر فرعون و عمرو و جیسے عورتیں اور جابر و خاتم ہا شاہوں  
کا تہذیب کے قبول کے سامنے زندہ مثال اور زندہ تھے جو چیز تکلیف و دشواری سے حاصل  
ہوتے قابل وقعت اور مستحق عزت ہو کر رہتی ہے جب عہد اقبال ختم ہو کر نئی اسرار میں اور قوم ابراہیم  
یہ وہ دوبار مسطورہ تو قہ پرستی کی جگہ گوسہ پرستی اور بت پرستی نے لے لی۔ محاسن اخلاق کے بجائے  
مردوں و عورتوں نے قبضہ کیا۔ خدائی خطاب اپنی فضاں کلم سلی العالیین و سب  
رے صبیست عینہم لذیذہ و انہم کلمہ کا لقب دیا گیا۔ انسان کے سب  
سے بڑی تہذیب غلامی ہے یہ غلامی کسی کسی جیسے انسان کی جو یا شہوت رانی و ہوس پرستی کی۔

عائد و رنگ زیب نور قدم قرعہ کے بعد شاہان بخلیہ بھی پیش دہر س پرستی کے غلام  
بن چکے تھے

میں مجاہد و قتی بادشاہ کے پرستے جہاندار شاہ کا تخت سلطنت پر بیٹھ کر سب سے پہلا  
ہر نامہ یہ تھانہ بنی آستانہ کی کے بجائی کو دہلی کا کوٹوال بنا کر شرفاء کے دلوں کو جھیلنی کر ڈالا پراپوتے  
محدث و ریگیشلی گت لیوں سے ساز باز واقعت ہے۔ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں

شامت اہل مایں صورت نادر گرفت

۱۱۱۱ھ دہلی کا قتل عام بھی اس کا شاہ ہے

ن سب سے مجاہد و جفا کش کا حصار جاتا رہا تھا بیش و کشت کی گرم بارانی  
میں بساحت سے نافل بنادیا تھا عواقب الملوکی کا دور دورہ ہو جانا قدرتی سر تھا اس



دوسرے مابعدوم حتیٰ یغیر وہاں بائیس سو کافران مری پناہ یہاں ہاں  
 رہنا و رغبت اختیار کر لی تھی دوسری سنائی و نیرہ مکی نڈوں سے بادشہ میں رہا۔  
 کر دی گئی اس طرح صدیوں کی چھ جہانی سلطنت و دوسرے عزت و عظمت و دوسرے  
 ہو گیا جبکہ انگریزوں نے پلاسی کا میدان غبار کی یا بہادی سے حیت کر کے اس سے  
 کچھ عرصہ بعد شاہزادہ عالی گوہر عرف شاہ سلطنت سے صوبہ بہار و بنگال کی دینی معاہدہ میں  
 سالانہ حاصل کر لی جس کی رو سے الہ آباد سے بنگال و آسام کے خزی کناس تک مگر پڑی سند ہوا  
 تسلیم کر دیا گیا میر جعفر نے بھی اس سلسلے میں اپنا پارٹ خوب ادا کیا

۱۸۰۳ء میں دہلی سہی عزت و شان بھی ختم ہو گئی جبکہ لاٹ لیک نے دہلی پر حملہ کر کے شاہ  
 کو گرفتار کرنے کے بعد ایک شرمناک معاہدہ کیا جس کی رو سے شاہ دہلی کی حکومت شہر و قلعہ و  
 اطراف دہلی تا قطب صاحب، میں محدود کر کے مسلمانوں کے حقوق اور دہلی زبان تہذیب و  
 دینہ بچا کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ شاہ عالم کے قتل و بھارتی میں اشتغال کا اندیشہ تھا اس سے  
 معاہدہ ہی کو مناسب سمجھا گیا۔

۱۸۰۶ء میں شاہ عالم کے انتقال اور اکبر شاہ ثانی کی تخت نشینی کے موقع پر شہر و قلعہ پر پوری مائشی  
 حکومت باقی رکھی گئی یہی حالات تھے جن سے متاثر ہو کر خاندان ولی الملکی کے چٹوہ چارٹا سرگودھا  
 و ملہار شاہ علی العزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتنہ دے دیا تھا اسی فتنے  
 میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا مگر ایران کی بغاوت کی وجہ سے وہ عیار  
 کی سے کابل کو پٹنا پڑا جاتے جاتے رنجیت سنگھ کو پنجاب کا گورنر بنایا گیا۔ بعد میں اس نے مسند  
 حکومت کا اعزاز کر کے ملتان، کشمیر اور سرحد کے تمام اضلاع پر قبضہ جمایا۔

اس طرح اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں چار طاقتیں نمایاں رہیں :-

- ۱۔ مرہٹے، صوبہ ممبئی، گجرات، مہاراجات متوسط اور راجپوتانہ پر قابض تھے۔ دہلی، بنگال اور  
 آسام پر حملہ بھی کرتے رہتے تھے۔

مدرس میں

فرنیسیس طاقت

دکن میں

ظفر حیدر آباد



۱۷۹۰ء میں سنگ پانچ پت نے مہیشوں کے حوصلے پست کر دئے تھے اور ۱۷۹۹ء میں  
 یہ صالح نے جنگ کا بندہ کر دیا۔ سنگ پانچ پت نے مہیشوں کو شہید کر ڈالا تھا۔ انھار مہیشی  
 کے خاتمہ مہیش ایک صالح ابست نڈیا کپنی کا کوس انا لا مغیری نہیجئے لکھت۔  
 ۱۷۹۰ء میں پکسی بائل مہیش بندستان کی مالک بن گئی۔

بھٹی خری تہ ران مغیر کی میش پرستی لا متابی اور کفران نسب الہی کی شرمناک استان  
 جس کا مبارزہ مہیش سمان قوم بلکہ پورے بندستان کو ڈر مہیش سے بھگتنا پڑ پا ہے۔ علامہ  
قبال مرو مہیش کیا خوب کما ست۔

آئندہ کوتاؤں میں نفت دیر م کیا ہے  
شمیر دستان اول طاووس در باب آخر

میں تہ نفا ک غلامی بڑی ہے اس سے قوموں کی خصوصیات ان کے خصائل و عادات یا آزفا  
ہو ہست ہیں یا سے ہو جاتے ہیں۔ بندستان کے مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ان  
ہیں بھی ہمسایہ قوم ور غلامی کی برکات کی وجہ سے شرکیہ و بد عیر م راکم رواج پا گئے۔

محر کے نامی بلو سوس کو یزیدی فوج کی شان و شوکت اور ہاتوں کے بھستوں کو ڈیور ہینا کر  
موتیوں کی شکل دھورت دے دی گئی۔ بتوں کی طرح قبروں پر جہیں سانی ہونے لگی جامع مسجد  
 کے نذر تخلی پرخو نچہ نچہ والوں کا جنگ سار بنے لگا بیع و بشر کے مسجد میں دروازے کھل گئے  
 بنی بنی کی سھنک شیخ متر کا بکر اور اسی قسم کے دوسرے خرافات نے مذہبی شکل اختیار کر لی۔

بنی بنی سھنک کے سے عجیب قید ہستے۔ بیوہ کنواری اور دوبارہ شادی شدہ عورت

اس مقام نہ تہ کو نہیں کھا سکتی تھی سی طرح مرد بھی باندھ نہیں لگا سکتے تھے۔ اس کی مثال پہ چرب  
 کے چوہ مرد و چوہ نڈوں سے بچھو بچھو۔ کوٹوں کی میٹھی پوریاں میتوں احاطے سے باہر نہیں جائے سکتیں

بات جی دیں ایک برتن میں دھونے مندی ہیں غسل کر کے کھانا فرائض میں شامل ہے حقیقت  
 اس کی صفت تھی ہے۔ ما جہ مصدق کی روح کو اس کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ ایصال

ناب کے سے کھانا تقسیم کرنا زمان و مکان کی تہ ہے۔ بال تہ ہے مسی قید پڑ کار ب م کو نا باز

یہ اپنے پوش کی گئی ہے یہی حال بی بی کی تھا اور دوسری خرافات کا ہے

زول پذیر و مردود تو ہم میں غم و جہاد کی جگہ کرتے نشینی و بزدلی سے لیتی ہیں یہ سب

بکٹ شیطان پرستی گھر کر لیتی ہے، اور ہام باطل اپنا قبضہ حمایت میں، خود حقہ و حقہ ہمارے پروردگار

دنیا کی برکت کو حاجت روا دیتے کوڑ و بتوں کا ہمارا سمجھا جاے لگتا ہے

یر نے نام بادشاہوں کی فیش پستوں نے قوم پر اور تہجد جاری کر دی تھی، مورخہ سبیل

بن شاہ عبداللہ بن شاہ ولی اللہ محدث دہوی اور علامہ فضل حق بن زین العابدین، و خیر باد

نیز زبیر میں آکھیں کھولی تھیں۔ دونوں حضرت شاہ عبدالعزیز سے تربیت یافتہ و ایک ہی مکتب

میں پرورش پانے والے تھے۔ دونوں کا علمی خاندان سے تعلق تھا پندرہویں ہجرت میں بمقام

شیر ملک بن عطاء الملک شاہ ایرانی میں دونوں کا نسب جا کر مل جاتا ہے۔ دونوں بے انتہا

ذہین و فطین تھے۔ ایک نے تیر و سال اور دوسرے، شاہ اسماعیل ہنس سو۔ سال کی عمر تک موقوف

تقدیر میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی، شاہ صاحب ہند سے، سال بڑے تھے اس لحاظ سے

وہ مکی پیدائش اور شاہ صاحب کی سند نشینی دریں و نہریں کا سال تقویم ایک ہی ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی گمراہی اور بے راہ روی مولانا اسماعیل سے نہ دیکھی گئی دریں و نہریں کے

ماتہ و غلط تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ظم محترم شاہ عبداللہ در دہوی کے بعد ۱۰۰۰ میں

ان کی جگہ سنبھالی۔ جامع مسجد کو مرکز پرستہ و ہدایت بنایا۔ پھر و غلط و حدیث بڑی تعداد اور

دوسرے فقر و قسوف پر کہا۔ ان دونوں و غلطوں کو خشی بیرون سے بھنسنے کی جگہ حیات حقیقہ

میں منسل رتب ہیں، الحق مزدلوکان دوزخ کے طالب تھے و غلطی کے ساتھ منہ تڑا رہے اس کے ساتھ ہی بوجہ

انواہشات کے غلامان اٹھائی ہوئی آواز کی مخالفت ہوئی و پروری حقیقت سے سوئی لوگوں

نے غلط فہمیاں پھیلانی شروع کیں، الزامات ترشہ در بہتان باندھنا پناشد رہا یہ غم کے بین پر

مل کر کہتے کو کہا جاتا تو ابائی رسم و رواج کا حوالہ دے دیا کرتے تھے و یہ دایرہ رسم و رسم

مَا تَرَىٰ اللَّهُ فَاَلَا مَبْنً سَبْعَةً مَّا كَفَبْنَا حَقَّيْهِ بِأَنَّا نَعْمُ مَرَاتِمُ

نہایت تھی

مسلمانوں کی شدت مخالفت کی بنا پر قدرتی جوہر پر شاہ صاحب کا جوہر۔ صدر بھی غلام

شع اقرار کیا، ایک طرف تفریط تھی تو دوسری جانب افراط، شاہ صاحب نے مسلمانوں کی ہر غلطی کو شرک سے تعبیر کرنا شروع کیا، مقصد نیک اور نیت بخیر تھی، مگر گنہگار تپ راضی آید۔ کے جواب پر ہتھام کا ر تھا۔ وعظ و تبلیغ کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ پہلے عربی میں پورا دو میں تقویۃ الایمان لکھی اس میں مذاہل سے تجاویز کیا گیا اس کا نو حصہ کو بھی محکم تھا جب حج کو جہنم کا ارادہ کیا تو اپنے پیر و مرشد سید احمد بریلوی مولانا عبدالحی، مولانا شاہ محمد حق، مولانا محمد یعقوب، حکیم مومن خان مومن، مولوی فرید الدین مراد آبادی، مولانا بلالہ خان علوی (استاذ امام بخش مہربانی شہید) کو جمع کر کے ایک مبسوط تقریر کی، آپ نے کہا :-  
 "میں جانتا ہوں کہ اس تقویۃ الایمان بعض جگہ ذرات الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشبیہ و تمثیل ہو گیا ہے مثلاً ان، وہ، کو تو شرک خفی میں شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔  
 ن و وہ سے مجھ اندیشہ ہے کہ خود شش ضرور پھیلے گی تہ

اس تہیہ کے بعد اس مقدمہ کتبھی سے ترسیم و اصلاح کی درخواست کی، حکیم مومن خان، عبد القدوس خان، مولوی اور بعض دوسرے اسباب نے مولانا کی ولداری کے لحاظ سے ترسیم کی مخالفت کی، در کتاب مصلحت پر چھوڑ دی گئی، اس کتاب کا پرانا ایڈیشن کہیں دستیاب ہو تو تمام جہات، فقیرت و غررت سے باز ہو کر پڑھنے سے ہر نصیحت پسند مسلمان اندازہ لگا سکے گا کہ الفاظ و عبارات نے نامناسب لب و لہجہ اختیار کیا ہے یا نہیں

اس فرط غبار کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا کے جذبہ اصلاح اور وعظ و ارشاد کی قدر کرنے والے مولانا، ماضی بھی تو ان کی مخالفت کے بغیر نہ رہ سکے، انہیں میں سے علامہ فضل حق خیر آبادی بھی تھے، مولوی ذرین لکھنوی نے تاثر کیا تھا کہ یہ تو آسمان سے گر کر کھل پڑا ہوا تفریط ہی تو خطا ہو، کہ رب ہا ایسے موقع پر پیدو تھی اور خاموشی گناہ عظیم ہے۔

مولانا یہ بھی یوں مرثیہ لکھتے تھے تار بجائی مفتی محمد لدین خان ازودہ صدی الصمد  
 طرہ مہر عیال میں قبول خاص و عام در ڈی کشز کے برابر با اقتدار تھے قلعہ معلیٰ میں بھی  
 شاہ شہزادان کی فدا میں با وقعت تھے جس کا مختصر حال، دو پر گزر چکا ہے اہل مد نے پہلے

روشنی کی کہ دونوں طرف کے میں بیٹھا اور مسلمانوں کی ہر جگہ و جہاں کو قاریوں کی  
 وجہ سے تاکر ایک طرف علم بھی ملے گا جو جانشین اور دوسری جانب شاہ صاحب کے جس بار  
 نہ ہو اس میں مستقل طور پر کامیابی نہ ہو سکی تو ایسے اخذ فی مسائل کو طبعی طریقہ پر باہمی طے کرنا سب  
 سمجھا آئے ہوا میں علمی مسائل کھلوانا بن کر مزید لکراتی کا سبب نہ نہیں اور جس طرح مورخ شہید بیگ نذر  
 سے زکا العالم کو ہوا داشت ذکر کئے تھے۔ علامہ زکا العالم کو یہ بار خدا میں گوارہ کر سکتے تھے مگر  
 اہل مذہب کے فیض صحبت سے دونوں ہی کو حق گوارہ صداقت شعار بنا دیتا تھا علم و فضل میں دونوں بیک  
 خیر خدا میں و حریت میں بے عدیل و بے مثال میدان قرطاس پر اشتہار قوم نے دور نامزد و تاکر  
 مستند ہائے فاضلہ نے وہ وہ جولا نیاں دکھائیں کہ مخالفت و موافق مصلی و درونی دے مذہب دست  
 علمی روش گزیاں فنی باریکیاں منسختہ شہور پر جلوہ گر ہوئے لگیں۔ رفع یرین، آئین باجر و غیرہ پر فہر  
 فزیدی جوئے لگی موافق و مخالفت علماء بھی میدان میں اتر آئے۔ ہر اسلحہ سکون خیر و مقرر حفظ  
 پایہ کیا۔

میں مسئلہ میں شاد صاحب کی رائے تھی کہ غرض انہیں و شل ممکن باندت و معتبر ہوا  
 سبب علامہ متنبہ بالذات مانتے تھے اس مسئلہ پر علامہ کی مستقل کتاب منافع و نماز پر مکتب فہر  
 کے نام سے ۱۰۹۰ھ میں موقوف کئے طلبہ تقلید مورخ ناسخہ جلد ۱۰۹۰ھ میں مکتبہ  
 ۱۰۹۰ھ میں مکتبہ میں پیر مکتبہ کے زیر مہتمم مشائخ برپا ہے۔ علامہ سے ہاتھ بکھڑے ہیں یہ  
 کتاب فائدہ جیب کتب میں موجود ہے اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کے متنبہ  
 منسختہ پر دولانی و براہین قائم کئے ہیں انہیں دیکھ کر بے ساختہ مہربان دست بزن کتاب  
 علمی و فنی ثبوت سے وہ وہ نگاریاں کی ہیں کہ صفحات کتاب غرض چہستان بنائے گئے ہیں۔ کتاب  
 کتاب پر کیا موقوف ہے تمام صفحات کو دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے

لیسر ملہ مسند  
 بڑے بڑے گزنی چوکے کے مرزا اب مدنی صاحب سے دیکھ کر  
 تھے کہ ان طبع دیکھ کر سی موصوع پر یکے مشنہ کی کھڑکی حکایت فاضلہ میں  
 مسلمان جسٹ مشی دت صاحب کے نہ نہ صاحب دیکھ کر یہی کہنے کی مسند  
 علامہ کو ۱۰۹۰ھ میں مکتبہ میں پیر مکتبہ کے زیر مہتمم مشائخ برپا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ دوسرے میں انفس و کمال کی مصیبت نے غالب کو فی الواقع  
 ماسک بنا دیا۔ نہ کہتے ہیں:

|                               |                                    |
|-------------------------------|------------------------------------|
| بہر حال تا بسب یک فاقہ بس است | قدرت حق را ذبک مایم بس است         |
| تا در روزہ گرد ماسکے          | ہم بود ہر غامض را فاقہ             |
| ہر کج جہنگ عالم بود           | رحمتہ للعالمین ہم بود              |
| کرت بدین ماسک خوب تر          | یا بیک عالم دو فاقہ خوب تر         |
| دریغ عالم دو فاقہ تم جوئے     | مسہ ہزاراں عالم دو فاقہ تم جوئے    |
| نہ سب این نہ شہ سپدیرم بھی    | خردہ ہم ہر خوشیش می گیرم بھی       |
| سہر خستہ سلینش خواندہ         | دائم از روزے یقینش خواندہ          |
| نہ غم سے کہ استغرق است        | حکم ناطق سے اطلاق است              |
| مشتا یحسب ہر عالم یک است      | گرد و مسد عالم بود فاقہ تم کیا است |
| منفرد نہ کمال ذاتی است        | لا جرم مثلش "حال ذاتی" است         |

نہیں یقینیت برنگردم والسلام

نامہ را درمی نوردم والسلام

عالم نے ان شعاریں سے بتدائی پانچ شعروں میں اپنی قابلیت کے ایک حل نکالنے کی  
 پیشکش کی جس میں دونوں ہا کی بات رہ جاتی تھی اور وہ یہ کہ فاقہ انبیاء ان حل شانہ نے  
 عالم سے لئے یا ہے اس عالم میں تو محمد مصلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا ہونا  
 ممکن نہ تھا۔ لیکن خداوند مبرا عالم بنا کر آدم سے عیسیٰ تک اس عالم کے لئے پیغمبر  
 بھیجے۔ آخر میں محمد مصلی اللہ علیہ وسلم کی فاقہ انبیاء بنا سکتا ہے۔  
 اس طرح ممکن نظیری صورت مل سکتی ہے آخری چار اشعار میں اس خیال کو رد کرتے ہوئے  
 عالمی سے سے تعاقب کرنا پڑتا ہے۔ وہی اسے اپنی موانعت ظاہر کرتے ہوئے جس  
 حل کا قید پر سے ثابت کیا ہے یہ غالب ہی کا حصہ ہے

سہرا ہوں سے پنی نہ فی وجہ ہی کی بنا پر اتنی سی بات کو افسانہ بنا دیا۔ ان

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ دوسرے میں انفس و کمال کی مصیبت نے غالب کو فی الواقع  
 ماسک بنا دیا۔ نہ کہتے ہیں:

ملی ہوئی کو جانیں کے شک و حسد کا نتیجہ نہ دیا۔ دونوں کے متقدین نے دونوں بائیں  
 ہاتھ میں کرنے میں کسے نہیں اٹھائے تھے۔ میں نے دونوں گروہوں کے مضامین پڑھے سرحدوں  
 مذبح کا فرما دیکھا۔

چوں نہ دیدہ حقیقت رہ فساد زندہ

مرزا حیرت دہلوی صاحب حیرۃ طیبہ نے تو محو حیرت بن بنا دیا۔ مذہب مذہب مذہب  
 کے والد ماجد مولانا فضل امام کو بھی پڑھا لکھا ماننے میں تامل کیسا ہے جن کے تہذیب میں مردہ مذہب  
 مفتی صد الدین خان آرزو صدر الصدور دہلی وغیرہ جیسے رومی قدر فساد سے بھی موجود  
 ہوں کہ جن کے ادبی حلقہ گوش و شاگرد نواب صدیق حسن خان قزوچی بھوپاں دربارہ  
 بانی مسلم پریس سٹی ملنگ پور جیسے اکابر و مشاہیر وقت نظر آتے ہوں حیرت ہو تو بے کس مدد  
 دش اختیار کرتے وقت تابینا کیوں ہو جاتا ہے۔

سر سید احمد خاں مرحوم نے مولانا فضل امام کے متعلق جن تاثرات کا فہرہ آثار فساد سے  
 کیا ہے وہ مولانا کے حالات میں پیچھے گزر چکے سے عوام کے متعلق بھی چند سطریں ملاحظہ کرنے چاہیے  
 ”سبقت کالات صدوری و مسموی، جامع فضائل خابری دہلوی بنا بنا فضائل  
 انضال، بہار آراء چستان کمال، مشکى آرائگ اصابت رے، مسند نشین  
 دیوان افکار رسائے، صاحب خلق محمدی، مورد سعادت زلی ویدی و کم مائی  
 مناظرات، فرماں رواں کے کشور و مکانات، عکس آئینہ صافی ضمیری، ثنائت شہین  
 بدیمی و حریری، المعنی وقت و لودعی وان، فرزدق عمدہ لبیدہ و درن بیتل اصل  
 و حق حق، مولانا محمد فضل حق، یہ حضرت غلط رشید میں جناب مستطاب نے لانا  
 فضل امام غفر اللہ لہ انعام کے اور تحصیل علوم عقیدہ و فہم کی اپنے والد ماجد کی خدمت  
 بابرکت میں کی ہے۔ زبان قلم نے ان کے کمالات پر نظر کر کے فخر خاناں لکھا اور  
 فکر و قیاس نے جب سرکار کو دریافت کیا فخر جہاں پایا۔

جیسے معلوم و فنون میں کیا ہے روزگار میں و بعض حکم کی تو گویا میر کی  
 فکر عالی نے ساڈی سے علمائے فساد نے و سر کو کیا حلق سے کس





بندگان حضور انواب خلد انبیاں اسنے بھی کچھ پڑھا ہے۔ اٹھ برس بہت مرزا کرم  
کے ساتھ رہے پھر یہاں سے تشریف لے گئے تھے۔

مفتی انعام اللہ خاں بہادر شہابی گوپاموی سرشتہ دار سرگودھا کو برک ریزینٹ دہلی  
مئی ۱۲۷۲ء لکھتے ہیں،

”بادرم مولوی فضل حق خیر آبادی ان فحول مملکت زمانہ و گناہ دوران است  
خصوصاً در علوم عقلیہ گوئے سبقت۔ بیرون و برون عظم و دانش و در طراف غام بغایت  
دریں وقت مشہور است۔“

مولوی اکرام اللہ شہابی گوپاموی نے شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی سے پوچھا بھائی  
صاحب! دنیا میں حکیم کا اطلاق کن کن پر ہے؟ مولانا کہنے لگے بھئی! سائے تین حکیم دنیا میں ہیں  
”ایک معلم اول ارسطو، دوسرے معجم ثانی فارابی، تیسرے والد ماجد مولانا  
فضل حق اور نصرت بندہ۔“

۱۲۵۶ء مطابق ۱۸۴۰ء میں نواب سید محمد سعید خاں بہادر مسند نشین ریاست  
بن کر انتظامی امور سے فارغ ہوئے اور سرپرستی علم و ادب کی طرف قدم اٹھایا تو  
مولانا فضل حق خیر آبادی، ملک الشعراء ذکی مراد آبادی، ملک احمد خاں فاضل پوری  
وغیرہم کو تالیف و ترجمہ کتب پر مامور فرمایا لیکن یہ پورا پروانہ چڑھنے پایا تھا کہ  
۱۲۷۱ء مطابق ۱۸۵۵ء میں نواب جنت آرام گاہ نے وفات پائی۔

ان مشائخ نمونہ از خرفاء سے اکابر معاصرین کی شہادتوں کے بعد مرزا حیرت کی جرأت و  
جسارت پر حیرت ہوتی ہے اور غور کیجئے تو حیرت کی کوئی بات بھی نہیں جو واقعہ کر جا اور حادثہ شہاد  
ماہ حسین رضی اللہ عنہ سے انکار ہی ہو فیصلہ و کمالی فضل حق کا منکر بن جائے تو حیرت کیوں ہو بلکہ شہر  
غناۃ قدما میں پہنچ کر داد و دہش، بغیرات و مہرات سے ہی حاصل ہوتی ہے؛ چاہہ نزم میں نجاست  
ڈالنے سے مشغول نہیں ہو سکتا؟

مرزا حیرت کی علمی قابلیت کا اندازہ اسی سے جوتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم نے سیرۃ النعمان صفحہ ۷۰  
پر لکھا ہے: ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“ ”مستطاب“





مصلحت جانے پر عمل پیرا ہو کر غصے و کج جہاد و سانی و قبی کرتے ہوئے ۱۲۰۸ء میں دہلی  
نڈان میں بحیثیت امیر فرنگ امرتہ شہادت دے دی پایا۔

ہرگز نہ میر و آنکہ دلش زندہ شد بعشق  
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دوسری طرف دیکھئے تو ایک مجاہد اعظم وقت سید احمد شہید بریلوی کا دامن عقیدت تھا کہ ہوا  
نظر آ رہا ہے تو دوسرا سر آید اور لیار احمد حضرت دھرم شاہ دہلوی کا فرقہ رادت زیب قن کے پوتے  
بلوہ آ رہا ہے ایک اگر تقویۃ الایمان اور صراطِ مستقیم نکد کر اپنے خیال کے مطابق مائدہ گوشانِ مدام  
کی مذہبی خدمت انجام دے رہا ہے تو دوسرا روضہ المودتے تحقیق و مدۃ الوجہ و تعینف کر کے  
اہل عرفان کے ایمان و ایقان کو مستحکم بنا رہا ہے اور صمد باقصابہ تعینف زاد و آخرت اور توشہ  
بادۂ عاقبت بن رہے ہیں۔

امام احمد مولانا ابوالکلام مدظلہ نے ۱۳ جون ۱۹۳۶ء کی صبح کو بوقت ملاقات اپنے ستار  
مکرم مولانا نظیر الحسن انیسٹروی (تلمیذ مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی) کی نسبت سے یہ رویت بیان  
کی کہ علامہ نے مدۃ الوجہ پر حجب رسا رکھا تو اہل علم و صاحبِ عرفان حضرات شذرِ حال  
کر کے علامہ کی زبان سے اس کو سننے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے اور اس معرکہ ذرا  
سلسلہ کے حقائق و دقائق سن کر ان پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اس رسا کے آخر  
میں جرز بیت فرمائی ہے اس سے غشیبت باری اور قلبی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان خیر ما یتواصی بہ ان یتقی اللہ فی العلانیۃ و السری  
ان کنت فی ہذہ التوصیۃ ممن نسى نفسه و امر غیرہ بلسر  
فی الہفی علی امر اقلنتہ و نہ من فی الہوی اسلفنتہ و سوء  
عمل اخلنتہ و قدر بالخلایعۃ و صفتہ و قدر من لضعافۃ  
ضعفتہ و رہبان فی الزہو فضعفتہ و عیش ناب فی الہو  
امضبتہ عفا اللہ عنہ و عنک و اذهب عنا بوسع رحمتہ  
لنفس و الضلک و وفقنا الصالح لالعمال و حمز بعد



مرد کے دو مناظرہ کی مہارت کا اس وقت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ میر جب کھنہ میں رہا۔  
 کے فرائض انجام دے رہے تھے، نوشی نول کشور نے کمال ادب بلائی کہ دعوت خدمت میں  
 اپنی نسب کی گہنی ملاحظہ فرما کر مطیع کی ساریت و دہاں فرمائیں تو میں بندہ نوازی ہو گیا۔  
 نظر کیا پڑا مجتہد العصر کی ایک کتاب ملاحظہ طبع میں طبع ہونے لگی اس کی کاپیاں ملاحظہ  
 کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجی گئیں۔ آپ تصدیق عبارت کے ساتھ ہی ملاحظہ و مشیہ بر غمر اوقات  
 سے جوابات بھی لکھتے جاتے تھے جب کتاب چھپ کر ان مجتہد صاحب کے پاس پہنچی تو اسے  
 دیکھ کر سہیٹ دیا کہ تمام عمر کی محنت برباد گئی۔ دریافت پر نوشی نول کشور نے اس حقیقت کو کہ پیش  
 از سر کتابوں کے انبار میں آگ لگوا دی گئی۔

## بیعت

عالم عقیدہ سنی حنفی ماتریدی تھے یہی وجہ تھی کہ مولانا محمد حسین شہید سے رفیع الدین اور  
 "تین بالجہر" "امکان نظیر اتنا بر نظیر بر مناظرہ چھڑ گیا تھا جو عرضہ تک جاری رہا۔ وہ نو بد و  
 سے تحریروں کا سلسلہ چلتا رہا۔ تحقیق القدوسی نے البطلان الصغوی کتب خانہ مولوی سید محمد حسن  
 دہلوی خیر آبادی میں موجود ہے۔ اس میں شفاعت و اتنا بر نظیر پر بحث ہے۔ یہ پہلی تحریر ہے اور  
 مال اتملہ الفیہ جواب الجواب ہے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ دھومن دہلوی سے بیعت  
 ہوسے مرید شاہ دھومن دہلوی بود۔

مولوی فیض الحسن کہتے تھے کہ میرے استاد مولوی فضل حق رامپوری کا بیان ہے کہ قطار  
 فرماتے تھے کہ میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلے کا زیادہ معتقد تھا لیکن جب سے میں نے  
 مجدد صاحب کو دیکھا اس سلسلہ کا بہت معتقد ہو گیا کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الواقع ناقص تھا تو  
 یہ لوگ اس سلسلے میں داخل نہ ہوتے۔

میرے باپ میر علم و فضل دریا ست و مارت۔ شریعت و طہارت پر کس درجہ میں ہے  
 مجدد صاحب نے بگرمی کے الفاظ میں کہنے۔

میرے باپ میر علم و فضل دریا ست و مارت۔ شریعت و طہارت پر کس درجہ میں ہے

میرے باپ میر علم و فضل دریا ست و مارت۔ شریعت و طہارت پر کس درجہ میں ہے

و رتبعہ مارہ اللہ من الافیاء والجلاد والصابغات  
 من حداد عن مداعہ اللہ فیما امرہ ونہاہ فکان من رجال  
 زہدہ من تجارۃ ولا یبع عن ذکر اللہ وکان مواظبا علی ختم  
 انوار و ذکر سبوع من الایام والصلوۃ النافلۃ فی  
 خواتم اللیل والنت من نیام فمن کان مواظبا علی المتطوعات  
 فما ضنت بہ فی المكتوبات وکان رحمہ اللہ رؤفا بالطلاب  
 حریصا علی تدریس اولی الافہام والالباب فکان دینہ  
 ارفہم بالفظہ سہلۃ الافہام ولا یستفہم مہما یستفہم  
 من التفہیم ویسوی بین ولده و فلذۃ کبدہ و بین احد  
 من طلبہ فی الارشاد والتعلیم ۛ

ۛ سند کے دستے ہوئے باخفی، اونٹ اور عمدہ قسم کے گھوڑے اور دواوی میرا طار  
 فرد و نری سے مزد دکتے تھے۔ آپ ان میں سے تھے کہ شجارت اور خرباہ و قروخت اللہ  
 کے ذکر میں مارچ نہ ہو سکتی تھی۔ ہر ہفتہ ختم قرآن پاک فرماتے، تہجد کی نماز کی پابندی فرماتے  
 جو نو فل پڑس درجہ مواظبت کرتا ہوس کے فرائض کا حال خود سمجھ میں آتا ہے۔ طلبہ پر  
 شفیق و درزین تلافیہ کے پرمحاش پر جریس تھے۔ آسان اور سہل الفاظ میں سمجھائے۔  
 کسی کے سمجھانے سے انت نہ سمجھتے بلکہ خود شہ کس پہنچتے تعلیم و تدریس میں اپنے جگر گوشہ  
 اور غائب علم میں ذہر بر وفق مذ کرتے ۛ

# اخلاق و عادات

غلام غلام فیاض اور رحمدل واقع ہوئے تھے۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ نہ سکتے تھے۔ دوسروں کے ساتھ ہمیشہ جاملی رہتا۔ دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک آپ کا حق نہ تھا۔ ایک باکیم مومن غلام مومن شطرنج کھیلنے سے کسی بات پر ناخوش ہو کر اٹھ کر چلے گئے تو دوسرے وقت ان کے یہاں جا کر انہیں منالائے۔

شاہ غلام علی صاحب شاہ گرو مولانا افضل امام خیر آبادی ایک مرتبہ دوران قیام رامپور میں نظر پڑ گئے۔ مراٹے میں قیام تھا۔ علامہ نے بے انتہا اصرار سے اپنے پاس ٹھیکہ کرنے کی کوشش کی لیکن شاہ صاحب جو اکثر استغراق میں رہتے تھے اور تخیلیہ کے خوگر تھے آمادہ نہ ہوئے تو ایک مدت سے انہیں جا کر شاہ صاحب کے تمام مصارف کا بل ہمارے پاس آئے وہ جس قدر بھی ختم ہو جاتا بلکہ طلب نہ کیا جاسے۔

غلام دوستوں کے فائدے کی سخی سخی صورتیں پیدا کیا کرتے۔ غلام صاحب میں مرزا اسماعیل خاں غالب صاحب سے زیادہ ضرورت مند تھے۔ مولوی امتیاز علی خاں عسکری رامپور کے کتب خانہ ریاست۔ مکتبہ غالب میں غلام توازی کا حال لکھتے ہیں:

”حسن اتفاق سے مولانا افضل حق خیر آبادی رامپور میں فروکش تھے انہوں نے حق دوستی ادا کیا اور وقتاً فوقتاً سرکار انوار سید پرست علی خاں والی رامپور کے دربار میرزا صاحب کی اس قدر تعریف و توصیف کی کہ سرکار ان کے کلام کے مشتاق ہو گئے۔ جب حالات سازگار نظر آئے تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمت مبارک میں نامہ بندگی اور قصیدہ مدحیہ ارسال کریں مولانا کا نام گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا۔ ۲۸ جنوری کو انہوں نے تقبیل ارشاد فرمایا کہ سرکار مکان کی خدمت میں پہلا عرضہ ارسال کیا اس کے جواب میں سرکار نے ۵ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرض اصلاح بھیجا۔ ان

کے ساتھ تحریر فرمایا :

”نبیۃ اجنبۃ بلا غلت آگئیں شعر بسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب یادگیر مرتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق، درین انتقاد سرمد کش عیون، وصول نشاط شمول گردیدہ باطلارغ خیرتیا سرایہ سرمد نا محصور افزودہ از مزید شغفت و اختلاف تلبی متصور شد۔

مشقاً ! ہر چند کہ کاتب را اتفاق موزونیت یک مصرعہ ہم اتفاق نشدہ بود لیکن محسن بخت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الاصف و لم خواست کس طریقتہ رسل در سائل جہادی شود۔۔۔۔۔

اس فرمان سے میرزا صاحب میں نیا دلور پیدا کیا اور انہوں نے افروری کو سرکار کی مدح میں قصیدہ مدحیہ نظم کر کے بذریعہ ڈاک ارسال کیا۔ اس کی ایک نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت میں بھیجی تھی جو انہیں اور میں موصول ہوئی۔ وہاں سے ارامہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحسیر کیا :

”بعض عرض میرزا کہ خیرنگار، بافضال ایزد بہمال، بصحت و اعتدال یہ الور رسیدہ ملاحظہ فرما صاحب مشفق نجم الدین ولہ مرزا اسد اللہ خاں صاحب متخلص بغالب مع قصیدہ یمبہ کہ در مدح حضور فنی معروض منظوم کردہ انداز ڈاکخانہ فیتہ مرزا صاحب موصوف و زشتا و ستائش موزونی طبع اقدس و توصیف غزل لہائے کہ زہ شام شرف ارسال یافتہ بودند و شکرو سپاس عطائے مبلغ پانصد روپیہ کہ بدود فخر مرزا صاحب موصوف عنایت شدہ اسباب و تحریر فرمودہ اند مارکہ طبع اقدس در علوم تعلیم و فنون تکمیل آنچنان دقیقہ رس کہ عدیل آں در مملکت ہندستان کہ مال علمائے آں تفصیل معلوم است کمتر بلکہ معدوم است نظم شعرو فنون و بیان معانی تازہ و مضامین مبکرہ و سمد الفاظ فصیحہ و زکایب بلیغہ بحسب وزن عروض نسبت بعلوم طبع قدس و بلندی انکار صائبہ از ادنی نہایت



مرزا صاحب انہیں مال لا علم نہ طبع عالی و فکر صاحب درو قاتی مدید  
 معضلات فلسفہ بجا سے میرسد کہ رسیدن اقسام علام اعلا تم آں مقام مدید  
 الانتقاد است و بریں سخن پنج مبالغہ و اغراق نیست حضور لامع النور نفس نفیس  
 امتحانات فرمودہ اند و فکر بر امتحان ہم مل است و نظر بہمت والہ در جود  
 سخا بذل آلات الوف را اقل قلیل توان پنداشت مرزا صاحب حق سپاس  
 گزار می ادا کردہ اند نظم قصیدہ جیدہ در غایت بلاغت و نسجام است غائبانہ  
 اندوز ملاحظہ والا شدہ باشد :

مولانا کی اس تحریر نے مرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سر نو ستور کردئے  
 ایک دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی تیجوز کہ آئندہ ریاستوں میں پیراستہ  
 بن کر سوخ حاصل کرنا چاہئے : ریاست رامپور میں کامیاب ہو گئی ، ملہ  
 جسم قصیدہ میمبہ کا علامہ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے اس کا مستحق یہ ہے ۔ کس قصیدہ  
 میں ۴۱ اشعار ہیں :

|                                      |                           |
|--------------------------------------|---------------------------|
| جہانا اگر گوہر جاں فرستم             | بدنواب یوسف علی خاں فرستم |
| اگے چل کر علامہ کے متعلق لکھتے ہیں : |                           |
| بتوقع فضل خن آں عین معنی             | کہ آباد ہر دے فرداں فرستم |
| گذشتہ اندیشہ کو خامہ رشع             | بہاں قزم فیض و حسن فرستم  |

دوبفہ تک ڈاک سے جواب نہ ملنے پر ۱۲ فروری کو ایک عینہ در اس کیجہ  
 شام کو نواب صاحب کا گرامی نامہ مع دو سو پچاس روپیہ برائے شیرینی بدایں دستہ شادی  
 ط ۱۲ فروری کو دوسرا خط لکھتے ہیں :

"..... شنبہ ۲۴ جنوری نامہ مولانا بدایں غرض دہندہ فرستادہ

بن یکسبہ چہار شنبہ ۲۴ جنوری عرشدت ریں دستہ : ۱۴

ملہ : یکسبہ کا یک نامہ ۱۵۰۴ ملہ : یکسبہ کا یک نامہ



مرزا کی تعریف و توصیف کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب سے ریاست کے پشتینی تعاقبات قائم ہو گئے بشیر حسین زید کی چیف منسٹر ریاست رامپور و میاچ مکاتیب غالب میں لکھتے ہیں،  
 نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان بہادر غالب بلوی  
 کو یہ خبر صیت موصول تھی کہ آٹا ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی کی دست  
 نوبت فردوس مکتب نے نہیں فن سغن میں اپنا مشیر خاص مقرر فرمایا تھا  
 بتا۔ نواب فردوس مکتب (نواب یوسف علی خان) وقتی عطیات سے میز  
 صاحب کی اسد فرستے رہتے تھے لیکن غدر کے بعد ان کی پیشین بند ہو گئی تو نواب صاحب  
 نے جولائی ۱۸۵۹ء سے سور و پیر باہواز تنخواہ جاری فرمادی تھی جو ان کے انتقال  
 کے بعد نواب غلام شایاں کے خزانہ سے ملتی رہی اور مرزا صاحب کی وفات  
 پر ان کے متبع حسین علی خاں شاداں کے وظیفہ کی شکل میں تبدیل ہو گئی، ملہ

## سیاست

رگ دپے میں جبلا ترے زیرِ غم تہیجے کسب ہو  
 ابھی تو تھی کام و حسیگر کی آزمائش ہے

یہ تو غمخوار گنہگار ہی چکا ہے کہ علامہ گادور مسلمانوں کے لئے پُر نفع دور تھا۔ سات سو سال  
 سے ہندوستان جنت نشان پر مسلمان ایک فاتح قوم کی حیثیت سے مستعلا حکمرانی کرتے آ رہے  
 تھے تین سو سال سے سلاطین مغلیہ کا ذکر کاغذ پر ہاتھ مسلمانوں کی آنکھوں دیکھتے یہ تقریباً ہزار  
 سال پر شان و شکوہ سلطنت ملی طور پر ہندو انگوار جو رہی تھی ۱۷۵۰ء کی جنگ پلاسی کے بعد سے  
 اسے تھن لگ چکا تھا۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ میسور اور سلطان ٹیپو کی شہادت نے مسلمانوں کا  
 تہمت پست کر دیا تھا۔ ۱۸۰۳ء میں فتح دہلی کے وقت پر لارڈ لیک کے معاہدہ سے اس کے  
 فاتحی نوبت آتی چکی تھی۔ اسی شان و عزت ۱۸۰۶ء میں اکبر شاہ عثمانی کی برائے نام تخت  
 نشینی پر جو بی بی علما و دلیا اسد مہنی روحانیت اور علم و عمل کے ذریعہ استقامت سلطنت

در قلع شکلات وغواہیت میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے۔ اس وقت میرا اسے سلطان عمر  
 نازان ولی الملکی تھا۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ ہیردن ہند بھی اس کا ستر پل رہا تھا جس فتوے  
 پر اس خاندان کی ہر تصدیق ثبت نہ ہوتی تھی وہ زیادہ با وقعت نہ سمجھا جاتا تھا  
 اور حضرت حکومت میں چور، انگور نیوں کی قوم مغرور مسلمانوں کی تباہی و بے عزتی پر ہی ہوتی  
 تھی سلب اعتبارات بادشاہ، انہماک مساجد اور تالیس و تحفیر مسلمانان اس کا محبوب مشغول تھا  
 حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو علامہ و شہیدین کے سادہ بھی تھے نہیں  
 حالات کی بنا پر ہندوستان کو دار الحرب قرار دے چکے تھے پھر افسوس دردت دین ہے  
 "دریں شہر حکیم امام السہیلین صلا جاہ می نیست و کم و ساء انصاری بے دغدغہ  
 جاری است و مراد از اجراء احکام کفر ایں است کہ در مقدمہ ملک ری و ہندوستان  
 رعایا و اخراج و عثو و اموال تجارت و سیاست قطاع لطیف و منسوق فیض خسرو  
 و منزاع جنایات کفار بطور خود کام باشند آری بعض حکام سر مرش مبدع  
 عمیدین و اذان و ذبح بقر تعرض نہ کنند، نکرہ و باشند سکن اسل و معمول میں چیرہ  
 نزد ایشان ہمارو ہزار است زیرا کہ مساجد را بے تکلف بہ می مانند و بھی مسلمان  
 یا ذمی بغیر اقسام ایشان دریں شہر و در نواح آں نمی تواند نہ ہر است مفتعت خود  
 از واردین و مسافرین و تجارت و مخالفت نمی نمایند اعلیان و دیگر مثل مشجاری ملک  
 و لاجری یکم بغیر حکم ایشان دریں بلاد داخل نمی تواند شدہ و زیں شہر کا حکمت عیس نسبی  
 جاری است "۔

اس فتوے کے بعد وہی چارہ کار رہے یا تو جہاد کیا جائے یا بصورت عدم قدرت  
 ہجرت اختیار کی جائے۔

مولانا سید محمد بریلوی، مولانا سمیع، مولانا علی حبیبی جیسے شاگردان شہید ہوئے دس  
 پچاس کیا ان کی شہادت کے بعد مولانا شاہ محمد سحاق محدث مولانا محمد یعقوب، علامہ دوسرے  
 دس پچاس میں ہزار ہوئے یعنی ۱۲۶۰ء میں ہجرت کر گئے جہاد کی ایک دوسری صورت  
 مولانا

لحمہادکلمہ حق عند سلطان جابر رہ گئی تھی اس کی تکمیل تلبیہ سعید علی فضل حق  
تیرا دی سے کردی غرض ہے روضہ گوشتان دانہ ولی العلی ریاست کی بجلی گھومتی رہی اور ان بہساور  
بہنوں نے اپنی ہستیاں مٹا کر عدا۔ ہندوستان کی شان کو چاہا چاند لگائے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے

کہ دیا خاک میں مل کر بھی گلزار بہت ہے

یہ تذکرہ ہی چوبیس کے غلام مدنی سے بدول جو کہ پھر الوداعی اور انوکھ اسہار پورا اور رامپور  
میں با عزت عہدے سے نکلتے ہوئے ۱۸۴۸ء میں لکھنؤ میں حضور تحصیل کے مہتمم و صدر العدور  
ہوئے تھے۔ بازار کوٹ کے حادثہ نے قلب و دماغ پر بڑا اثر ڈالا تھا اور مسلمانوں کے انحطاط  
بے بسی پر آنسو بہانا پڑ رہے تھے۔ ساری ریاستوں میں والیان ریاست کے اصرار پر پہنچنے سے  
بھی غرض یہی تھی کہ ان مسلمان اور ہندو والیوں کی غصوں کی حرارت کو ٹھولیں۔ انہیں تاریک  
مستقبل دیکھا ایک ظلمت کا بھیج اندازہ کرائیں۔

لکھنؤ پہنچنے پر کچھ دن کے بعد ہی ہنومان گڑھی متصل جدید فیض آباد حادثہ فاجدہ پیش  
آئی۔ وہاں کے منتوں نے مسجد میں اذان دینا روک دیا۔ مسجد کے ایک حصے کو نقصان بھی  
پہنچا کونی بھولا بھلا مسافر مسجد میں جا نکلتا اور وقت ہونے پر اذان دے دیتا تو مار پیٹ  
ڈال دیتا ہنومان گڑھی لکھنؤ سے تھوڑے سے فاصلہ پر واقع تھی۔ نوابی میں طلباء میں پہنچائی گئیں  
مگر عدالت برہنہ خامت

۳ ذیقعد ۱۲۷۱ھ مطابق جولائی ۱۸۵۵ء شاہ غلام حسین اور مولوی محمد صالح اعلا بکتر اللہ  
کی غاصبہ و پادشاہیہ ایک جنیت کے ساتھ ہنومان گڑھی پہنچے۔ ہراگیوں سے مقابلہ ہوا مسجد  
میں سب کے سب ذبح کر دیے گئے۔ قرآن شریف پر زہ پر زہ کر کے پاؤں سے مسلا گیا  
تہہ پر زہ۔ غل مسجد جو کہ سکھ بھائی گئے ۲۶۹ مسلمان شہید ہوئے۔

کسی نے تاریخ لکھی :

پے سائش کمرچوں ہمت بست  
مہم غیب گفت یافت شکست

اس خونیں حادثہ اور بتک ناموس اسلام کے بعد مولانا شاہ میر علی ساکن امیٹی سے  
ہوا گیا، تقریریں کر کے مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا، جب قوم میں بیجاں پیدا ہو رہے پانی سے  
سے انہی انگل چکا تب واج علی شاہ والی لکھنؤ کو ہوش آیا، ۱۸۴۷ء میں سنان حکومت سنبھالی  
نئی ۴۸ء میں لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل ہند کی تنبیہ پر حضور کو نسل قائم کی گئی تھی جس کے  
صدر مہتمم علامہ فضل حق بنائے گئے تھے حکام کے منظم اور رعایا کی ابتری کی دیسے ہی شدت  
تھی اس عزم جہاد اور شاہ صاحب کے اعلان پر مسلمانوں کے جوش و خروش نے ہوش رہ  
خواس گم کر دیے، شاہ صاحب کے سمجھانے کے لئے نما و مرا کو بھیجا، علامہ نے بھی  
شہر کی ذمہ داری اور سہولت مطلب براری کی بنا پر گفتگو میں حصہ لیا، تحقیقات دینا مسجد  
کا دہرہ بھی کیا لیکن شاہ صاحب نے ایقار وعدہ بادشاہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے صاف انور  
کو دیا اور کئی ہزار کی جمعیت لے کر ہنوتوں کی سرکوبی کے لئے نکلیں کھڑے ہوئے، ردولی تباہ  
ہوئے راہ میں ۲۶ ستمبر ۱۲۷۲ مطابق ۷ نومبر ۱۸۵۵ء بروز چار شنبہ زلی فتنہ اور گوردوارہ  
نیشن نے گھیر کر نماز ظہر باجماعت ادا کرنے میں توپ کے گولوں سے ۱۸ افراد کو شہید  
کر دیا چونکہ سبے تھے ان کا تعاقب راجہ شیر بہادر سنگھ کے آدمیوں نے دس بارہ کو کس  
نک کر کے بارہ نو صاحب کے حکم سے ۶۰۰ آدمیوں کا سرا ڈا دیا، رفت، ایک میر عباس کو تبول  
شکر بہار خانی اپنے گھر بچکر پہنچے، لڑائی سے چار گھنٹے پیشتر شاہ صاحب یہ شہر بارہ بار پڑھے تھے :

مرسیداں کفن بردوش دارم

شہادت کے بعد حساب لگایا گیا تو یہی مادہ تاریخ تھا کسی نے تین مصرعے لگا کر قطع کر دیے :

|                         |                        |
|-------------------------|------------------------|
| باز کرتق سراپا خوش دارم | منے حب علی در جوش دارم |
| شہ تاریخ اوقبل شہادت    | مرسیداں کفن بردوش دارم |

رحم کے ایک مجدد بنے و نہ جلی ذلالت لیسٹھسید سے تاریخ نکالی۔ مولوی بخش  
مہبانی شہید نے شام میں تاریخ لکھی۔ آخری شعر یہ ہیں :

چوں قتل سند سنیں کہ مدش با دجلے      شد کد کوب مطاعن اغتساب لکھنؤ  
از پتہ حق و نف نہ دے دہل      گفتہ یاد افتہ مقبروں باد یار لکھنؤ  
آنجہ وہ مرا ملک مہبانی لکھنؤ      تا ابد مشلتش نیابی در دیار لکھنؤ

پہتان بارہ در مرز شیخ حسین علی کمیدان بھائن پنجابی کی فوجوں نے مقابلہ کیا فوج  
سعدی کے وہ آدمی مقتول و غرور ہوئے۔ میرزا آہسین علی شاہ صاحب کے ساتھ تھے  
ایک صاحب نے تاریخ لکھی ۔

گفت نہ دے بہت اذلی      قتل شدہ مولوی امیر علی  
دوسری تاریخ چوں لکھائی ۔

سرباد تنش بمسپائے دگر

سیدنی مکتب میں فاضل اسلامی مسئلہ پر مسلمانوں کی اس بے دردی سے خود زہری !

آسمان راحق پر دگر نوس بارہ دہر میں

آسمان حتر بھا زمین کو زلزلہ آیا خدا کا قہر لاہور ڈھوڑی کہ زلزلہ ہند کی شکل میں فوارہ  
دوسریہ دوری ۱۵۰۰ کو جنرل کوٹلہم نے بی بیہ گفت کہ تان میز و جنرل دیا کمان فسر

نقہ گور زلزلہ عہ نامہ زباد شاہ اودھ واجد علی شاہ اختر کے پاس آئے اور  
معدوں کا حکم کرنا نامہ پر محفوظ کر کے حکم دیا اس عہد نامہ میں سلطنت اودھ  
بجوسی متکا ہی کے جواب کر دے کا زلفا بادشاہ نے دستخط کرنے سے انکار کر دے  
ہوئے ۔ اس کا جوابی ایک پیش دہی ۔ لہذا تک کوششیں کیں سب بے سود  
نامہ میں عہد نامہ مذکور اس کو مذکور با با لکھنؤ شہ خراب و اولیہ " تاریخ

کائی۔ رائے پور بن چند عاجز سنہ ۲۹ اشعار قطعہ تاریخ کے لکھے بخیزی دوشنبہ۔ س ۷

دل عاجز از شور شبن ناگہاں ز فطر الم بود غوغا کناں

پہوازد دست شد رفت تاج و کلاہ بگنتم شبدہ منتیز عا ملک شاہ

پنج اشعار میں تاریخ عیسوی لکھی ۷

رقم بمود عاجز عیسوی سال سعادت یافتہ نہ نجم سعادت

حادثہ شہادت سے تین ماہ کے اندر ہی ان بطش ریلٹ شدہ بڈکا مفر سائے

یہ دیران حافظ سے فال نکالی گئی تو یہ شعر نکلا ۷

دیدمی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را

چندراں اماں نداد کہ شب را سحر کند

یہ بھی روایت ہے کہ جس دن واقعہ شہادت ہوا ہے اسی دن پارلیمنٹ لندن میں شاہ

درو کی معزونی کے فرمان پر دستخط ہوئے تھے۔ سچ ہے خدا کی لائٹی ہے آواز ہے۔ اس طرح

رہبان ادو کی مدت و وزارت ۱۴۳ سال ۳ ماہ ۲۴ دن اور مدت بادشاہت ۴۷ سال

۷۔ اور اپنے پیچھے ہزاروں عیش پرستیوں کی داستانیں چھوڑ گئی۔

سید کمال الدین حیدر حسینی عروت میرزا نے فیض التواریخ جلد دوم میں چشمہ بدردہ اور

نور سے کھاسے کہ کئی دن تک شہداء کے لاشے پر نہی پڑے۔ بے یکن نہ پندوں نے

ن کو چھوڑا نہ درندوں نے بخلات اس کے دوسرے مقتولین کے جسموں کو جو نوروں نے

کھایا تھا۔ سنے کے کجیت کو وہاں کے زمیندار نے دو ماہ کے بعد کھوایا تو ایک مجاہد مہربان

ہے بنو ق ہاتھ میں لئے بیٹھا نظر آیا قریب جا کر دیکھا تو گونی سے جاں بحق ہو چہ نق

کے لئے دیکھنے کے لئے میل لگ گیا۔ بعد میں انہیں دفن کر دیا گیا۔ اس درمیان میں جسم در

مجاہد نہ ہوا تھا۔ ولا تعولوا من بعد فی سبیل اللہ موت

حسرت و نگرانی تشعروں۔

سلطنت اور دیکھ کر بادشاہ میں سب سے بڑا غم و غمناک ہوا۔ میر علی نقی وزیر اعظم سلطنت اور خلیفہ بادشاہ کا قریبی رفیق و مرید تھا۔ اس کی طرح انگریزوں سے ساز باز نہ کر کے مسلمانوں کی حکومت کو تباہ کرنے کی سب سے بڑی سازش جاری رکھی۔ بین الدردہ کی معزولی کے بعد ۱۹ رجب ۱۲۶۳ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۷۰ء کو وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔ اس کی اندرونی سازش ہی کی بنا پر واپس علی شاہ کو یہ روز بروز دیکھنا پڑا۔ رینڈنٹ نے لاہور میں سے کہا کہ بادشاہ سے عہد نامہ پر دستخط کروا دے تو قصبہ بھیر مہٹا سے بعد نسل تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ انعام و اکرام کے غنیمت مستحق ہو گے۔ دینہ سرکاری بھرم قرار دے جاوے گا۔

وزیر باقاعدہ بننے لاکھوں جتن کئے لیکن بادشاہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اس طرح دونوں طرف سے نہ کالاجوا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنتوں کی تباہی انہیں "میروں" کی بدولت ہوئی ہے۔ جنگ پانیسی ۱۷۵۷ء کے بعد میر جعفر نے شاہ غلام کے ساتھ ہی ڈرامہ لکھا تھا۔ اس طرح محبوبہ بنگالہ ہاتھ سے نکلا۔ دکن میں میر صادق نے ۱۷۹۷ء میں شیر سید سلطان بیگم کو دیکھ کر شہید کر دیا۔ ہندوستان کی غلامی کا دائمی پتہ انگریزوں کو لکھ دیا۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن

ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن

علاقہ حداثہ بار کوٹ، وردھنہ ہونماں گڑھی دیدہ عبرت سے دیکھا، اکبر شاہ ثانی اور شاہ غلام کی سے کسی وردہ بختی شاہ خیر والی اور دیکھ کر معزولی دے کسی کی ملت پر نظر جمائی۔ دہلی دروغ نے ان حالات سے ایک حق سلوک و احساس انسان کو اثر پذیر ہونا بھی چاہئے تھا۔

دوسری طرف میں حکومت ہندوستانی تہذیب و کلچر ہندوستانیوں کے مذہب کو تباہ کرنے کے لئے تھے۔ تبلیغ عیسویت و فوٹو گرافی، عیسائی مشنریاں، مدارس، ہسپتال اور دوسرے ادارے۔ دکن سے مذہبی اشیاء پناہ نہیں سمجھ رہی تھیں ان کی درجہ دینی کا کوئی معیار نہیں رہا۔ مذہب کے مذہب کے بغیر محبت و نظریہ حق تعالیٰ پادری



خداوند مہربان رحمت اللہ کیلئے اور ڈاکٹر وزیر خاں کبیر آبادی وغیرہم کے مناظروں سے میں بھی  
 پہلی تھی۔ عوام کو خیال ہونے لگا تھا کہ حکومت تو گئی ہے اب مذہب پر بھی ہاتھ صاف کیا جا رہا  
 ہے۔ ہندوستانیوں کی اصل متاع مذہب ہی ہے۔ یہ تمام نقصان اور مصیبتیں برداشت کر سکتا  
 ہے لیکن مذہب پر آپریشن نہیں آنے دیتا۔ صحیح مذہبی حمایت تو علیحدہ رہی غلط جوش مذہبی پر بھی جان  
 دے دیتے ہیں چنانچہ آج بھی اس کی ہزاروں مثالیں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ سرسید  
 احمد خاں اسباب سرکشی ہندوستان میں لکھتے ہیں :

۱۸۵۵ء میں کلکتہ سے پادری صاحبان ای ایٹمنڈ نے تمام سرکاری ہندوستانی  
 عہدیداروں کے نام گشتی چھٹی بھیجی تھی کہ :

”برٹش راج میں تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہو گئی ہے۔ تار برقی سے  
 سب جگہ کی خبر ایک ہو گئی۔ ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمد و رفت ایک ہو گئی  
 مذہب بھی ایک چاہئے اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب  
 ہو جاؤ“

علامہ کا پچھن، جوانی اور کمرلت دہلی میں گزرے۔ آخر میں لکھنؤ پہنچے وہاں کی حالت دہلی  
 سے بھی بدتر پائی۔ بادشاہ دہلی اور والی اودھ ہر اسے نام حکمران تھے۔ آخر الذکر نے نوکریا ہی  
 دے دی تھی۔ مسجد ہنومان گڑھی شہید ہوئی۔ مسلمان مجاہدین کفار کے ہاتھوں خاک و خون میں  
 لکھڑے۔ امیر علی شاہ تو بدمذہب ہوئے۔ مجاہدین سرکاری فوج کے ہاتھوں کشتہ ہوئے۔ ناموس  
 اسلام کی بے عزتی اور اسلامی شعائر کی بربادی پر بھی واجد علی شاہ کو عیش و عشرت کی پوری تھی۔  
 علامہ عبدالعزیز درتھے ان واقعات سے متاثر ہو کر لکھنؤ چھوڑ کر ۱۸۵۶ء میں اوروپے گئے مگر دل  
 سبکدین رہا کہ اتنے میں کچھ شورش اٹھتی نظر آئی۔ دربار دہلی سے راجاؤں کے نام خطوط بھی روانہ  
 ہوئے علامہ نے راجہ اوروں سے بھی گفتگو کی کہیں وہ رام نہ ہوا وہاں سے چل کھڑے ہوئے  
 راہ میں زمینداروں کو تلقین کرتے ہوئے چلے اس سے قبل مولوی احمد شاہ دہلی ورجنگ



سے سرگوشیاں ہو چکی تھیں دلاور جنگ فیض آباد چلے گئے تھے اور ہنگامہ ہوتے ہی  
 ہمنویہ کرتا بیض ہو گئے

شاہ دہلی کی مغزوں . بادشاہ دہلی کے نام نفاذ خطابات سے منصوبہ مخرومی اور مذہب بیداری  
 کی وجہ نشرو شاعت نے فرنگیوں کو بالکل بے نقاب کر دیا تھا۔

کارہوسوں کی چربی سے دل کا نثار آتش فشاں بن کر پھوٹ پڑا۔ اس نے بارود پر فطیہ کا کام  
 دیا۔ کھنڈہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۴۲ مطابق ۵ جولائی ۱۸۵۷ء بروز یکشنبہ مرزا رمضان علی عرف  
 بریس قدر بن داہد علی شاہ کو حضرت محل کی منظوری سے تموغاں کی سرکردگی میں فوجی سالاروں نے  
 قادمہ تخت نشین کر دیا احمد اللہ شاہ بدراسی دلاور جنگ پہلے قابض ہو کر شہر کا بندوبست کر چکے  
 تھے۔ بستلنگے جا بجا متعین ہوئے۔ شاہ جی تخت ست کر کر چپ ہو گئے۔ بیلی گاؤں پر انگریزوں  
 سے چھ۔ وزیرک مرانی ہوتی رہی۔ ۱۰ جولائی کی شام کو جمع کے دن پسپا ہو کر مٹ گئے۔

دلاور سے نشرو شاعت کرتے ہوئے اگست ۱۸۵۷ء میں دہلی پہنچے۔ میر تقی اور دوسری  
 چھ دیوبند میں کارہوسوں کا قنفیہ دیکھ چکا تھا۔ لگائے اور سو کی چربی کی آمیزش کی خبر سے ہنسا اور  
 مسلمان فوجی بڑ بیٹھے تھے۔ رانی کی کیا کی تقسیم کسی خاص اسکیم کے ماتحت گاؤں گاؤں پہنچے سے  
 ہو چکی تھی۔

میر دوست دہلی پڑ بائی۔ نوجوان نے اگست ۱۸۵۷ء کو حملہ کر دیا قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔  
 شاہ دہلی مرگزیوں کا گز بنے۔ علامہ بھی شریک مشوہ رہے۔ منشی جیون لال اپنے روزنامہ  
 میں لکھتے ہیں،

۱۔ اگست ۱۸۵۷ء . مولوی منشی حق شریک دلاور جو نے انہوں نے اشرافیہ نذر میں  
 پیش کی دوسرے حالت کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی

۲ ستمبر ۱۸۵۵ء بادشاہ دربار عام میں تشریف فرما ہوئے مرزا علی بخش مولوی فضل حق، میر سعید علی خان اور محمد علی حق داب بآ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ منتظر کی فوت اثر پڑ گئی ہے درانگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔

۳ ستمبر ۱۸۵۵ء بادشاہ دربار خاص میں رہے حکیم عبدالحق، میر سعید علی خان مولوی فضل حق، بدر الدین خان اور دیگر تمام سرار دربار شریک دربار رہے۔

اس روز نامچہ سے علامہ کی باخبری اور انقلابی سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ موجودہ صورت حالات کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ بادشاہ سرا سید تھے، شہزادوں کی نوٹ کسٹ اور تخت شاہی کی تباہی نے باہمی رقابت کا میدان گرم کر رکھا تھا علماء شہر میں دو گروہ تھے۔ ایک بادشاہ کا جہنوا اور دوسرا حکومت کھنی کا بھی خواہ۔ فوجوں میں طبع اور لالچ نے گھد کر لیا تھا، دو ایک جماعتیں مقصد اعلیٰ کو سامنے رکھے ہوتے تھیں ایک جماعت مجاہدین کی تھی، دوسری روہیلوں کی۔ یہ جنرل بخت خان کی سرکاری تھا وادہ شہادت دے رہی تھی۔ علامہ سے جنرل بخت خان ملنے پہنچے، مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر زکشی سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی، استفادہ پیش کیا مفتی محمد ندین خان آؤر وہ صد الصد در دہلی، مولوی عبد القادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکیر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کر دئے اس فتوے کے شاخ ہوتے ہی ملک میں عام شورش برپا ہو گئی، دہلی میں فتنے ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی۔ جنرل بخت خان کی سکیموں میں مرزا غفلت ہوئے آتے تھے مرزا علی بخش نے بادشاہ سے







۱۰۰ میں انگریز جیسی دشمن یا برادرِ دشمنی قوم نے یہ شرمناک اور انسانیت سوز  
 ذلّت جوش میں نہیں۔ ہوش میں کیوں۔ غلامی کی لعنت سے متاثر ہو کر نہیں۔ غلامی کی لعنت  
 ہونے کے بعد کیوں۔ جہالت و حماقت سے نہیں۔ بزرگ خود دانشمندی و فرزانگی سے۔ محنت  
 کی غفلت و نادانستگی سے نہیں بلکہ قصور اور دانستہ کیوں۔ خصوصیت سے مسلمانوں کے  
 ساتھ جو ذلت اور جگر خراش برتاؤ کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

زندہ مسلمانوں کو سوز کی کھالی میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھانوں میں ڈرنا، ساتھ جہنم  
 سے علی رؤس الاشمام اعلان کرنا، قبیح و میسجری سے قلعہ کے دروازے تک درختوں کی شاخوں  
 پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا، مساجد کی سب سے حرقی خصوصاً شاہجہانی جامع مسجدِ نبوی کے چروں  
 میں گھوڑوں کا باندھنا، عبادت کی جگہ دفن قائم کرنا اور حوض میں وضو کے پانی کی جگہ حوضوں  
 کی لیز ڈالنا، ناقابلِ معافی اور غیر ممکن التلائی جرم ہے۔

منصف مزاج انگریز بھی اس کی مذمت کے بغیر نہ رہ سکے، تفصیل کے لئے دیکھئے  
 ”انقلاب ۵۷ء کا دو سرادخ“ مرتبہ شیخ حسام الدین بنی۔ اسے امرتسری سابق صدر مجلس  
 احرار اسلام ہند۔

تاریخِ عالم شاہد ہے کہ مسلمان قوم کو بھی فتح و ظفر کے ایسے مواقع پیش آئے ہیں لیکن وہ دشمنوں  
 نے ساتھ کیا سرک رہا۔ اپنیوں کا نہیں غیروں کا بیان سنئے، دوستوں کی نہیں دشمنوں کا  
 تحریریں دیکھئے:

کوئی نہیں جانتا کہ چودہ سو سال قبل شہر میں جب مکہ فتح ہوا تو خدا کے بخری بزرگ و بزرگ  
 علیہ السلام نے ان دشمنوں کے ساتھ کیا دیرِ عمل اختیار فرمایا جنہوں نے ذلت و رسوائی  
 اور مصائب و آلام پہنچائے ہیں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی، تائیاں بھائی تھیں، پتھر مارے تھے،  
 دھول اٹائی تھی، آواز سے کہتے تھے، مٹری، سودانی، غنوں اور دیوانہ خطابات دے دے تھے۔ یہ سب  
 یہ کہتے بچھائے تھے، پشت پرادنت کا اوتار لاد اٹھا، گردن میں ہمارے کچھنا ڈال کر کہتے تھے:

فصل کے منصوبے بنائے تھے اور سب سے آخری کہ وہیں سے نکال کر جے تھوڑے ہی در بنایا تھا جس  
 نہ کہ وہ جہاں سے فتح کے بعد لندن کی جو بھتیجا رکھ دے اسے امان جو معاہدہ میں مشغول عبادت  
 ہو وہ عود جو برصغیر کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون جب دشمنوں کا سامنا کرتا ہے  
 در بات وہ سے ہیں مجھ سے کیا توقع کئے ہو؟

یہ کہہ کر کہتے ہیں شریف بھنی اور شریف بھتیجے سے جو توقع ہو سکتی ہے وہی ہم  
 بھی رکھتے ہیں

جو بے مٹا ہے ہمارا تم سب آزاد ہو!

کئی سو برس کے بعد اسی قسم کا واقعہ اس شہر دوسرا کے ادنی غلام سلطان صلاح الدینؒ  
 کوست مقدس میں پیش آتا ہے اس خطہ پاک (فلسطین) پر خلیفہ دوم شہزادہ کوست  
 سلطان کوست مقدس نے خود بنفس نفیس مع وراثی کے ساتھ قبضہ فرمایا تھا اس وقت سے  
 قریب ساڑھے ہار سو سال تک یہ تیم سہم لہر اتار دیا ۱۰۹۹ عیسوی میں عیسائیوں نے اس پر تسلط  
 قائم کر لیا مگر کس شان سے! ایک نگرانی مورخ بھی کے قلم کے بشعاعت دیکھئے:

’جب وہ ذلت اور کمزوری کے کوچہ و بازار سے گزرے تھے تو وہاں ہر جگہ  
 ہڑتے اور ہاں بہاں زخمی ہونے لگے جبکہ بے گناہ اور لاپرواہ مسلمانوں کو ان عیسائیوں نے  
 سخت ذلتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا جہاں قدس کی  
 چمنوں پر برجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے وہیں ان عیسائیوں نے  
 مہینے تیروں سے چھید کر گرایا تھا‘

۹۰ برس کے بعد ۲۶ ستمبر ۱۱۸۷ مطابق ۲۷ رجب ۵۸۳ھ کو سلطان نے فوج کشی  
 کر کے راستہ چرڈو فیہ سے لڑائیاں کر کے فلسطین پر علم اسلام لہرا دیا۔ مدتوں کی جنگ کے



بعد اس عظیم الشان فتح پر اعلان عام کر دیا کہ دس شرفی زرف یہ دیکھ رہے ہیں ۔  
 من دلمان کے ساتھ شہر چھوڑ سکتا ہے چالیس دن کی مسافت بھی دی گئی

جو لوگ غریب تھے ان میں سے سات ہزار کو شاہ انگلستان کی قہر تین دہاکہ  
 رہا کر آیا گیا، کوکبری نے شہر اربا کے ایک ہزار اربینوں کو فیر دیکر زور کر بدو سے  
 ملک عادل نے شاہ رچرڈ کی دوستی کی بنا پر سنعان سے ایک ہزار نو سو گائے راسی عرف سے  
 آزاد کر دئے بطریق عظم اور میان مغیر نے بھی جرأت کر کے سنعان سے ایک دس ہزار  
 ملے جو اجازت سے پناہ داکر دئے گئے، باقیانہ میسائیوں کو سنعان نے، رات سے آزاد کر دیا  
 امراء اور شہسواروں کی بہو بیٹیوں نے فریاد کی کہ ہمارے شوہر اور سر پرست۔ باتو مارے گئے  
 یا قید و بند میں ہیں، ہماری کسنگیری کی جائے سلطان نے ان کی آہ راہی سے متاثر ہو کر  
 قیدیوں کو رہا کیا اور جو مارے گئے تھے ان کے پیمانہ گان کو خزانہ سے اس قدر دیے  
 دلایا کہ سب مطمئن اور خوش خوش واپس گئیں۔

یہ تمام مسلمانوں کا انتقام! اور یہ بھی بدترین دشمنوں کے ساتھ داد دہی! مغیر تمدن  
 دنیا کے ان تاریخی حقائق کے بعد دوبارہ تہذیب و تمدن کے علمبردار، رہب کے ان کرتوتوں پر  
 کون انصاف پسند انسان شرم سے گردن نہ جھکا سکے گا!

علماء و امراء خواص و عوام کی تباہی و بربادی کی راستہ زری حویل ہے دہل ذکر

کچھ نام ذکر کئے جاتے ہیں :-  
 "غدر" کے بعد پھانسی پانچواں لے یا گویا "اڑا" لے جاتا ہے

۱۔ نواب عبدالرحمن خاں دال جھوڑ (مع منجلی جانا)

۲۔ راجہ ناہر سنگھ رئیس بلب گڑھ

۳۔ نواب مظفر الدولہ

۴۔ نواب مہر خاں شیش دارو جاگیر دار پٹول





- ۳ حکیم خسرو خاں والد سید الملک
- حکیم اجل خاں
- حکیم رفیع خاں
- ۴ نواب یعقوب علی خاں
- ۵ گوجروں سے لٹ کر قتل کر ڈالا
- ۶ مرزا فضل بیگ
- ۷ عبدالمعین خاں بکے نوال منسبط بد
- ۸ منشی آغا جان خوراک بکشتی
- ۹ سفید بکشتی
- ۱۰ نواب سید حامد علی خاں رئیس برست
- مرزا معین الدین خاں
- قشایہ ر پاتر کچ
- ۱۲ محمد حسین خان قشایہ پور
- ۱۳ راجہ محمد یاسر گجر و سٹ
- ۱۴ منیر ان ولہ فلف
- حکیم رکن الدولہ
- ۱۵ موسیٰ خاں بن حافظ عبد الرحمن خاں
- مختار مرزا بی
- ۱۶ عبدالحمید خاں خسر نواب جمجو
- حکیم مامد علی بن خاں بن علیہ ایسا خاں
- ۱۷ مرزا حسن علی خاں برادر نواب جمجو
- ۱۸ سید علی خاں فلف حسن ملو

۱۔ پورے کھان  
۲۔ سہ ماہی  
۳۔ ابھی محمد علی احمد  
۴۔ بہ بیت سنگھ محمد جرنیل سنگھ  
۵۔ رئیس پٹنہ  
۶۔ مولانا محمد علی صاحب تھیںہ روتھ قاسم

۱۔ سہ ماہی پٹنہ خاں راتھ خاں خیران سے ایک سوسائٹی نوجوانوں کو انور سے  
۲۔ کہہ دی بیٹا تو وہ وہاں میں قتل کر دیئے گئے باقی کو دہلی میں پھانسی دی گئی۔ اسی  
۳۔ کے بیسیوں حادثات ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں۔

۴۔ حق سید محمد علی خاں آزاد صدر صدر، مرزا اسد اللہ خاں غالب اور نواب مصطفیٰ حسین  
۵۔ سید سیف الدین احمد سے گئے نائبر کو پڑی دشواریوں کے بعد نجات مل سکی۔ پینشنوں اور  
۶۔ مایوں پر زبرد بھی باقی رہی

۷۔ سہ ماہی پٹنہ خاں راتھ خاں خیران سے ایک سوسائٹی نوجوانوں کو انور سے  
۸۔ کہہ دی بیٹا تو وہ وہاں میں قتل کر دیئے گئے باقی کو دہلی میں پھانسی دی گئی۔ اسی  
۹۔ کے بیسیوں حادثات ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں۔

۱۰۔ حق سید محمد علی خاں آزاد صدر صدر، مرزا اسد اللہ خاں غالب اور نواب مصطفیٰ حسین  
۱۱۔ سید سیف الدین احمد سے گئے نائبر کو پڑی دشواریوں کے بعد نجات مل سکی۔ پینشنوں اور  
۱۲۔ مایوں پر زبرد بھی باقی رہی

۱۳۔ سہ ماہی پٹنہ خاں راتھ خاں خیران سے ایک سوسائٹی نوجوانوں کو انور سے  
۱۴۔ کہہ دی بیٹا تو وہ وہاں میں قتل کر دیئے گئے باقی کو دہلی میں پھانسی دی گئی۔ اسی  
۱۵۔ کے بیسیوں حادثات ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں۔

سے تو روتے نہج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا اور ان سے ہمہ روی بھی نہی نہج  
نے بعد اعداد ہی کے بعد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا۔ وہ مولانا کی  
خلفت و تاجر سے بھی واقف تھا۔ وہ دل سے پابستھا کہ مولانا بڑی ہوجائیں  
کے تو کیا کرے۔ ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولانا بڑی ہوجائیں گے سرکاری و کین  
لا جواب تھے۔ چنانچہ پیر و کار مقدمہ منشی کرم احمد خیر آبادی نے مکنتوں سے سیر غفر علی  
کے نام خیر آبادیہ خط لکھا :

" مدت یک دور و زاست کہ جناب مخدوم الاخوان بحسب تقدیر مبتلا بمص  
شدہ از مبتلا پورہ لکھنؤ پر اسے رد لکاری صفائی روانہ کر دہشتہ اندہ زبان آئینہ  
ہر گاہی ہم از تحریرات آنجا ہر روزہ منکشف میشود کہ امروز فردا بفضل تعالیٰ رہائی  
خواہد شد۔ روز بنا برادر اسے شہادت صفائی، مولوی صاحب مکرم مولوی بی بخش  
صاحب، مشفق مولوی قادر بخش صاحب و دیگر خردار مولوی سید ضامن حسین  
برجب درخواست مولوی عبدالحق (خلعت علامہ) بمعیت ایشاں روانہ لکھنؤ شدہ  
انہ و ہمگیاں را امید از خدا ہے کہ ہم است دیگرہ نہ بالفردہ مخلص یافتہ و رزق و تقاضا  
خواہد شد۔ او تعالیٰ ہم جنیں کند، ہمہ با از خورد و کلاں و ذکر و انات چشمہ برہ مقدر  
کشادہ می باشند و رنج و قلق عظیم دارند۔ از دین و ملاہ جمع کسان محمد خود فریاد  
دوسرا دن آخری دن تھا۔ مولانا نے اپنے او پر جس قدر الزام لئے تھے یک یک کر کے  
ب۔ ذکر دئے جس مخبر نے فتوے کی خبر کی تھی اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی۔ فرمایا :  
" پئے اس گواہ نے پس کہا تھا اور رپورٹ بالکل صحیح لکھنؤ کی تھی ب۔ مدت میں  
میری سمورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور بھوٹ بور : " وہ فتویٰ صحیح ہے میر لکھا ہوا

ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے۔

نہج بار بار غلام کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مخبر نے مدت کا رنج اور علامہ کی  
اعمال پر دقار شکل دیکھ کر شاکت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا کہ یہ وہ مولانا فضل حق  
ہیں وہ دوسرے تھے گوہ حسن صورت، دریا کیزگی میرت سے بے تناسل از موحیہ مگر

ملا کر اس سب سے مردانہ ہے :

مداہ سرور بہ نابت

وہ قوت ہے میر لکھی مولیت در آج سے دقت بھی میری دہی رائے ہے

نادر بہر رہائی نہ کند مرغ امیر

خود دوسرے زمانے کو گرفتار نہ ہو

نیز سرسہاں بیو کے زندگانی شہادت کا یہ آخری فقرہ کہیں نہیں بھلایا جاسکتا :

”نتری یس روزہ زندہ گی گسیدہ کی مسکندہ زندہ گی سے بہتر ہے“

ملا کر کے دوستی کے بعد گنجش ہی کیا باقی رہ گئی تھی بے صدر و نچ کے ساتھ عدالت

سے سن ۔ ہم پر مجبور نہ ہو کہ نور کو مہربانیا آپ نے کمال سترت اور خندہ پیشانی سے سنا، خط

مذکورہ میں کا ذکر اس طرح ہے

”وہ زمانہ کہ بہت بڑا سبب مدد بہرہ سی خالی میں افغانہ افتادہ ماند، عالیہ آدمی

ماس تقریباً ہر سہ ماہی تہ کہ جو ب شافی یاد و حال پر دال دلوئی (فصل حق حسنا

از غفور در سہ ماہی مستند آمدن گر لسنین و دواویلا کردن است یعنی بیس دو م اند

سہ ماہ ملکہ صدور یافت، فواہ پاد و استرا او تعالیٰ رحم نہ ماید“ ملکہ

(آخرہ بستم فوری مطابق ۱۰۰۰ بھب ۱۲۵۵ھ)

ملا کر کے سادہ بھائی اور رفیق خاص مفتی محمد الدین خاں آزادہ صدر ”عبدورہ دہلی سے بھی ملا

رہا ہے کوئی تر شہیت با محیر“ لکھ کر دستخط کر دئے تھے گرفتاری کے بعد مفتی صاحب نے بتایا

”میں نے بہت ہی گھوڑا کھا کہ دستخط کرنا پڑ رہے ہیں“ با محیر پر غفلت نہ لگاتے تھے بظاہر قوت

سے بہت زیادہ پڑھا و مفتی صاحب نے ”باجر“ بن کر جہان چھڑائی بعد جا کر دوا ملا کر کافی

سہ ماہی

تک تھک ہر مقام پر دوچار رہ گئے

تہا تہہ بائیں و بائیں رک گیا کریں

۱۰۰۰

بن مہتی کی سعادت شہر شخص کے حصے میں نہیں آیا کرتی

شہر و بخت تحمل کنہ جفا سے حسد

غلام ہمت سر دم کہ ایں مستم دارد

آتش جزیرہ اندر مان رواۃ کر دے گئے ادھر مولانا عبد الحق درویش شمس الحق نے غلام

کے قریبی عزیز خان بہادر مفتی العلام اللہ خاں شہابی گوپا بھوی کے داماد و حذیم ثکوت خاں بہادر

دولتہ میرٹھی لٹینٹ منسٹر و شہابی کی سعادت سے اپیل دائر کر دی

مرزا غالب یوسف مرزا کو لکھتے ہیں :

”مولانا (فضل حق) کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہوا کچھ مجھ سے تم معلوم کر دینا

مکرم و عام میں بحال بالکل تاکید کی گئی کہ بلند دریا سے شور کی طرف رو نہ کر دینا نچہ تم کو

معلوم ہو جائے گا کہ ان کا بیاد و بیت میں اپیل کیا گیا ہے۔ کیا تو نہایت جو بونا

نقادہ ہو چکا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون :

میاں داد خاں تیار سیر کرتے ہوئے کہتے پہنچے تو مرزا غالب سے نہیں بکھا :

”ہاں خاں صاحب ! آپ جو کھکتے پیچے ہو اور مسدا جوں سے ہو زوڑو

فضل حق کا حال ایسی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ میں نے رہائی کیوں نہ پائی

وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے ! گزرد کس طرح ہوتا ہے !“ لہ

غلام جزیرہ اندر مان پہنچے مفتی غلام احمد کا کوہی صدر میں بریلی دکن مفتی منیر کریم

مدنی آبادی اور دوسرے مجاہد علماء اور وہاں پہنچ چکے تھے۔ ان علماء کی برکت سے یہ بدنام جزیرہ

دہ العلوم بن گیا۔ ان حضرات نے نفسیت و مالیت کا سلسلہ وہاں بھی قائم رکھا۔ خزانہ آب و

ہوا تکلیف شاذ اور دروہدائی احتیاء و اعزہ کے باوجود علمی مشاغل جاری رہے مفتی صاحب

نے علمِ حدیث جیسی سرب کی مفید کتاب جو آج تک داخل انصاف ہے وہیں لکھی سرکاری ڈاکٹر حکم

برخاں کی فرمائش سے نواز پنج نصیب الہ بھی تالیف کی ایسی تاریخی نام بھی ہے

نارونوں کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سب سے علم کے سینے

ہیں گئے تھے۔ تاریخی یادداشت، ترتیب واقعات، قواعد فنون، لغویات، علوم، سہی حیرت انگیز کرشمے  
 دکھاتے ہیں۔ ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جو در بدر میں ختم ہوا اور وہی ربائی  
 کا سبب بنا دلیلی ہندوستان پر شاگرد رشید مفتی لطف اللہ علیگندھی نے تاریخ لکھ کر پیش کی،

چو بفضل خدایک رسل و سما اوستادم شد ز قسید غم رہا

بہر تاریخ خدایک انتخاب برنوشتقم "ان استاذی نجبا" لے

مفتی غفرلہ نے سحر جان باؤں بہادر کشنہ بڑا زور دیا ہے شہر کی فرمائش پر مرزا صد الاطراف

کا ترجمہ کیا سید اسماعیل حسین میرٹھ کو آبادی نے ۱۵ اشعار میں تاریخ لکھی۔ آخری شعر ہے،

نیراس کی کہی تاریخ یوں سال سیمی میں

یہی سیر مدید پرستان بخت کشر ہے لے

علامہ نے بھی کئی مغیہ تصانیف لکھیں۔ انہیں میں سے رسالہ الثورة العنبدیہ اور قصائد فقہانہ

میں یہ رسالہ در قصائد جہاں تاریخی ہیں، عربی ادبیت کے بھی شاہکار ہیں۔ علامہ کا کمال یہ ہے

کہ اشعار اور مبدول میں ایک مادہ کے مختلف سیغے متعدد معنوں میں ہے تکلف استعمال کرتے

چلے جاتے ہیں نظم و نثر دونوں صنف میں اس کا فہم بڑا بر نظر آتا ہے مثال کے لئے حسب

ذیل عبارت، شاعر کا کہی میں یہ رسالہ مع قصائد علامہ نے مفتی عنایت احمد کا کوڑی کے ذریعہ

۱۳۰۷ھ میں مفتی صدیق مولا تاج الدین کے پاس بھیجا تھا کہ ابن میاں کو جا کر یہ تحفہ دے دینا

پسٹل اور کوڑی سے لکھے ۷۰۰ نے مختلف پرچے ملے جن کو کئی مادہ کی محنت کے بعد درست و مرتب

کر پاس ہے

محمد بنہ عظیم ارجاء، لہ نجلہ، من دون ارجاء، من

اسلوی و سنی و سبلا، و ایلا حسن البلاء، یا ابتاء الا لادہ

من دعدہ باسفی زساء، لاسیما لمن ظلم و اضطر عند

لاسلہ، لاسلہ و لاسلہ و لاسلہ

۱۳۰۷ھ فی اول و تمع لادہ و شجائی و اشجائی

۱۳۰۷ھ فی اول و تمع لادہ و شجائی و اشجائی

مودی نقودی من مضامین عادۃ  
اشفی علی الخین حتی عادہ لعدای  
والی عضال وایجدی لمعادۃ  
عود لعدای لعدای وعود

مقام اور ان کے ساتھیوں کو کیا کیا کالیف اٹھانا پڑیں اور ایمان میں کیسے ذلت آمیز برتاؤ  
سے سابقہ رہا۔ اس بارہ و فساد میں اس کا مفصل ذکر موجود ہے۔ سیزند منت ایک شریف نگریر تھا  
شرعی علوم سے واقف اور فنِ ہیئت کا بڑا ماہر تھا۔ اس کی پیشی میں ایک سزیا فتنہ مولوی بھی مقف  
پنجا ایک فارسی کی کتاب ہیئت ان کو دی کہ اس کی عبارت صحیح و درست کر دیں۔ مولوی صاحب  
سے تو کام چلا نہیں، علامہ نے نئے گئے تھے۔ ایک سال ہی گزر اٹھا، ان کی خدمت میں وہ  
کتاب پیش کر کے نتیجہ کی گزارش کی، علامہ نے نہ صرف عبارت درست کی بلکہ مباحث میں  
بت کچھ اضافہ کر کے حاشیہ پر بہت سی کتب کے حوالے لکھ دئے۔ یہ کتاب وہ مولوی صاحب پر سیزند  
کے پاس لے گئے۔ وہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا، کہنے لگا مولوی صاحب: تم بڑا حق آدمی سے  
میں کتابوں کے حوالے ہیں اور ان کی جو عبارتیں نقل ہیں یہاں کہاں ہیں؟

مولوی صاحب مسکراتے اور اصل واقعہ ملا کہ کہہ سنایا، وہ اسی وقت مولوی صاحب کو لیکر  
بارگ میں آیا، علامہ موجود نہ تھے کچھ دیر انتظار کے بعد دیکھا کہ تو کر انبس میں دہستے چلے آ رہے ہیں  
اور ہیئت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا، معذرت کے بعد بھر کی میں سے بیا، گورنمنٹ میں  
مداخلت بھی کی، ادھر علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بے خبر ممبر غشی  
ٹینٹ مغربی و شمالی محبوبہ اور دھرم گرم سہی تھے پڑانہ رہائی حاصل کر کے مولوی شمس الحق نے ان  
راہہ ہو گئے، وہاں جنازہ سے اتر کے شہر میں گئے تو ایک جنازہ نظر پڑا، اس کے ساتھ بڑا بڑا تھا  
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے لکے

ایک کو نے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کو انتقال ہوا  
سنہ ۱۲۷۷ھ بمطابق ۱۸۶۱ء میں یہ بھی اجماع حسرت دیا اس شریک دفن ہوئے اور بے بن  
بے بن ہوئے

نعمت کی بدھیبی کہاں کی ہے کہندہ  
دیار ہاتھ جب کہ سب ہمارہ گیا



انسوس ہمیشہ کے لئے یہ آفتاب ظلم و ظل دیا بر غزبت میں غروب ہو گیا۔ اب تک نہ  
رجوع نام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آج بھی قبر زبان حال کہہ رہی ہے ،  
سکلت "شارت استدل علیہا" فانظر وابعدا الى الاثار  
مولانا عبد اللہ جگر می لکھتے ہیں :

"قد مرجه الفضل في ثناء أكفائه ودفن العلم باسند فائده"  
بہتری جگر لکھتے ہیں :

تبحر فی العلوم العقلیة والنقلیة وانا ف علی المہرۃ  
الکمرۃ بالنفس القدسیۃ حتی امتلاأت الافاق بصیۃ  
کمالہ و شجعت الانصار بفضلہ و جلالہ و کانت  
لغالب عدیہ من العلوم معقول ومن المنقولات العلوم  
لذبیۃ و کثر من لاصول ما المعقولات فخرق فیہا  
نساق قدسیۃ و مدحکۃ ملکوتیۃ کان یری الضالین  
حسب مراتب بید نہ الصافی کالمحسوسات المرئیۃ و  
ما یتحانہ باعطب ولا شعار العربیۃ مع النجیس  
و زسق و حسن البراعۃ والضایق و غیرہا من الصنائع  
الادبیۃ فلم یخلق مثله فی السبل و لم یأت عدیلہ  
فیما فاد و احد ۛ

ترجمہ : معلوم عقیدہ عقیدتہ تبحر اور ماہرین کا سینہ پر نفس قدسیہ کے باعث دانق تھے ،  
اب نے کمال و شہرت سامنے زمانہ میں پہنچی ہوئی تھی اور آپ کے نفس و مجال سے  
سارے فن گروں نے رہا تھا معلوم ہیں فن قول و علم تھا و منقولات میں ادب کھام  
موصول نہ تھے نہ کسی قلمی فن دان میں نفس قدسیہ اور مکہ مکرمہ کو درت فرمایا طلب  
رہے بیان ساقی نے وہ سے نظریات عقیدات کو باطل سے دور کرنے پائے تھے

بعد اس میں ان کا کتب میں تحریرات میں مذکور ہے کہ ان کا فن پر کیا



بحیت نمودار مونس گئے تو یک انجینئر کو درستی کے لئے بھیجا۔ تھینک ڈسٹری میں منتیس ہزار روپیہ تباہی کی  
تورہ سے عبور اچھر کھد کر مال پور منگوا لئے اور کچھ سامان حکیم سید انور حسین خیر آبادی شہر علیہ  
معارج خاص تعلقداران اودھ کو دے دیا۔ دروازہ بطور یادگار باقی رہنے دیا جو آج بھی حجاب  
مکان کی عظمت و جلالت کا شہید زبان حال سے پڑھ رہا ہے اور دیکھنے والوں کے لئے عبرت  
موفقت کا سامان مہیا کر رہا ہے۔

دیکھو مجھ جو دیدہ عدت نگاہ ہو  
میری سنجو گوش نصیحت نبوش ہو

یہ مکان موسومہ نیا محل "منشی نیاز احمد فاروقی بانی مدرسہ نیاز برہم دس خیر آباد کے مکان  
کی نقل تھی۔ فرق اتنا تھا کہ اس میں دو درخت خانے تھے اور منشی صاحب کے مکان میں ایک ہے۔  
آگرہ و نیزہ سے پچھ منگوائے گئے تھے تقریباً بیس سال ہوئے جب یہ مکان کھدوایا گیا تھا دروازہ  
پر ہانسی بھی جھوم رہے تھے۔ وہ بھی لیلے حریت پر نچاؤ رہے گئے۔ مولانا حکیم احمد علی صاحب  
خیر آبادی فرماتے ہیں کہ عزمہ کا کتب خانہ بھی ضبط کر لیا گیا تھا

جب غلام الرشید مولانا عبدالحق خیر آبادی کو دلاری کے پیش نظر ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء میں لارڈ  
ڈفرن گورنر جنرل ہند کے دستخط سے سند خطاب "شمس العلماء بلا کسی طلب و کوشش کے ملی تو علامہ  
کے ضبط شدہ دیہات میں سے کچھ دیہات بھی واپس دئے جانے کا حکم دیا گیا۔ مولانا فرمایا کرتے  
تھے باپ کو کالا پانی کیا اور بیٹے کی خطاب سے شک شوی کی۔

مولانا عبدالحق رامپور میں تھے خیر آباد کے ایک باشندے یار علی نے علامہ فضل حق کا بیٹا  
بن کر وہ دیہات قبضے میں لے لئے اندھیرنگری اور چوہٹ راج کی مثال اس سے بڑھ کر اور  
کیا مل سکے گی مولانا عبدالحق نے عذر داری وغیرہ کسر شان سمجھ کر خاموشی اختیار فرمائی۔ بعد میں  
بارضی نے دیہات بیچ ڈالے۔

نامی سے ایک موضع زمین پور ہے جو حضرت مولانا شاہ سید محمد اسلم خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ  
پیشوا سید تاج محمد فیضی المتوفی ۱۳۲۰ھ نے ایک ہزار میں خرید کر اپنے پیر و مرشد حافظ سید

محمد علی شاہ غفیر حضرت شاہ محمد سلیمان آنسوئی کے مصداق درگاہ کے سے دفن کروا دیا۔  
 مجاہد نشانیان درگاہ کرتے رہے ہیں۔ حافظ سید قیاد حسین مجاہد نشین کے انتقال سے بعد  
 میں سید ماجد حسین حال مجاہد نشین، اس کا انتظام کرتے ہیں۔

دوسرے مومن نند و پورہ لالہ نند و لال نے ایک ہزار میں خریدی اس طرح علامہ نے غور  
 پریشان ڈنگا رہے۔ آج بھی علامہ کے پرپوتے مولانا عبدالحق کے پشت درمیان، مدحق کے  
 راجہ رام مولوی حکیم محمد ظفر الحق خیر آباد میں مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مولانا مسعود  
 سے سچا س روپیہ پایا آتے ہیں اور بس! ریاست پورہ سے قہری تعلقات غلامی کی بنا پر  
 نہیں روپیہ پانہ پہنچتے تھے وہ موجودہ والی راجپور نواب رضا علی خاں کے تحت نشین ہوتے ہی بہ  
 ہو گئے غلامانیاں نواب حامد علی خاں مرحوم نے نہ صرف مشاہیرہ جاری رکھا بلکہ دقا فوقا واد  
 رہتے ہی نواز حکیم صاحب کو اکثر طلب فرما کر سرکاری مہمان رکھتے۔ تہ میں آپ کے تعلیمی  
 معارف کے لئے سوردیہ پانہ زمانہ دراز تک حفظ کرتے رہے۔ نوب تو مصروف خود صاحب  
 علم تھے اور اپنے اسلاف کی طرح اسی خاندان خیر آباد کے شاگرد اور قدردان تھے اسی سے استاد و کمال  
 کی قدر و منزلت بھی فرماتے تھے۔ حکیم صاحب خاندانی ذہانت کے مالک ہیں۔ فن حسبیہ میں مہارت  
 نام رکھتے ہیں، تشخیص مرض اور بغض شناسی میں امتیاز خاص حاصل ہے، کثیر الاولاد ہوتے ہوئے  
 کساد بازاری میں فن قدیم کا شکار ہیں۔

علامہ کی اس خاندانی شاہانہ زندگی کے ساتھ قلمب ۱۸۵۷ء کے رزح فرسار و سبزو حالات  
 کے پیش آنے کا تصور ہوتا ہے تو مصروف کی شخصیت، استقلال، ثبات قدم و مجاہدہ علم کا اندازہ  
 بزنہ جب خصوصاً جب اس زمانہ کے عیش و راحت میں پلنے والے مجاہدوں پر نظر پڑتی ہے تو  
 حاکم کا تر تہ کتا بند ہو جاتا ہے۔

ہندستان کی مسلمانہ مکمل غلامی میں کتنی تر تہ مسلمانوں پر مصائبے شدائد کے پہاڑ توڑ سے  
 گئے اسی حکومت برطانیہ کے ہاتھوں سرزمین حجاز و شام و مصر کے کھڑے ہوئے اسی کے  
 ہاتھوں ٹکی کامر دیار گرفتار آزار ہوا اسی نے قبلہ اول بیت المقدس فلسطین جیسے پاکستان  
 پاکستان بنانے کی تجویز کی، اسی کی بدولت ٹکی و عرب کے مسلمانوں پر ہندستانی فوجوں

نے گویاں چوہیں مولیٰ قوم کی بربادی کی ذمہ داری ہی بدنام حکومت تھی۔ اندونیشیا، اجاوا اور ریوستان پر بمباری و فتنہ کشی کرنے والی یہی سلطنت تھی۔ غنائت کی جادو کو کھڑے کھڑے ہی دولت بھانڈے بھانڈا ان تمام دردناک مصائب کے باوجود ہندوستان کا یہ سلطان عیش پرست و جادو پسند طبقہ امراء خواہ بہت میں سوتا رہا۔ سوتا ہی رہتا تو بھی زیادہ شکوہ نہ تھا۔ جاگتا اور مسلمانان ہند و مقامات مقدسہ کے سینوں کو چھلنی کرانے کے رگڑوٹوں کی بھرتی کرتی۔ حیثیت سے زیادہ چند سے دسے وفاداری کا چوہہ پرور مٹھا ہوا کیا۔ بڑے بڑے عہد سے اور خطابات حاصل کئے۔ اعلیٰ جاگیریں پائیں۔ مختصر یہ کہ وہ سب کچھ کیا جو نہ کرنا چاہئے تھا اور وہ کچھ نہ کیا جو کرنا چاہئے تھا۔

علامہ کی سیاسی بصیرت اور فطری فہم و فراست کا اندازہ رسالہ الثورة الهندیہ کی تفسیر عبارت کے بعد آنے والی عبارت سے لگائیے جس کی ابتداء من قصتها کے جملے سے ہوتی ہے۔  
 دوسرے اس میں بتایا ہے کہ ہندوستان پر تسلط کے بعد انگریز بقا بر سلطنت کے لئے دو سکیموں پر عمل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا :

اول یہ کہ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مذاہم و مکاتب مٹانے کے بعد اسکولوں کی کھلا تعلیم کا رواج جس سے ہر مذہب و ملت کے افراد ایک ہی رنگ میں رنگ جائیں۔ دوم یہ کہ غلط پرانے دل کے خدا کی مخلوق کو مرتد بنانے پر مجبور کر دیا جائے۔ علامہ لکھتے ہیں :-

”نگہ نریزوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر فرقوں کا اختلاف تسلط و قبضہ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہو گا اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا اس لئے پہلی تدبیر اور جانفشانی کے ساتھ مذہب و ملت کے مٹانے کے لئے عمرات کے مکہ و حیلہ سے کام لینا شروع کیا۔ انہوں نے بچوں اور نا سمجھوں کی تعمیر و پختہ زبان و مذہب کی تاقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے نامہ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مذاہم و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔“

”دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف طبقات پر قابو اس طرح حاصل کیا جائے کہ ہندو مذہب کی بنیاد پر اور کاشتکاروں سے لے کر نقدوم و اسے جاہل

ان غریبوں کو خرید و فروخت کا کوئی اختیار نہ چھوڑ جائے اس حربہ نش کے تحت  
 بڑھانے اور منڈیوں تک اجناس پہنچانے اور نہ پہنچانے کے خود بنی اور بن  
 بیٹھیں اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدائی حقوق، جبر و جبروت، مہربان  
 کے قدموں میں آکر اسے اور خوراک وغیرہ نہ ملنے پر ان کے ہر جھونٹ میں اور ہر نفس

کی تکمیل کرے ؟

پاسکیم کے متعلق لارڈ میکالس کے یہ جملے کافی سنا دیں :

”ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہر مقلدوں میں ایک  
 درمیان ترجمہ ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون و درنگ کے اعتبار سے  
 قریب دستانی ہو مگر مذاق اور راست زبان اور ترجمہ کے اعتبار سے نگرینہ جو

دوسری اسکیم پر جب عمل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن اس چار سالہ زمانہ جنگ کے سائن محمد  
 نے باشندگان ہند کی آنکھیں کھولی ہیں۔ فدا کا مناد دشوار، کشتوں کی دہانوں سے میٹھیں  
 عزت و آبرو اور وقت عزیز کی بربادی، شہر میں ذرا سی گڑ بڑ کا نواں دہ گودوں کی نفس مدی، ان  
 سب مہینوں کا مستقل ہر کہ و مرہ کو سامنا رہا ہے

۱۱ جولائی ۱۹۴۶ء سے پوسٹ مینوں و کیم تھوواہ و لے موزین پوسٹ نفس و جانہ انجراحی  
 بنال پریشن کی سولتیں چھین لینے کی مرکز کی حکومت کی طرف سے دھکی سنے صدر کے بین کور  
 پس کر دکھایا، کیا سچا ارشاد ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا :

اتقوا فراست المؤمن فانه ينظر بسيرة من

”مومن کی فراست سے ڈرتے رہو یہ اللہ کے نور سے سب کو دیکھ دیکھو و مجبور بنائے

کہاں میں اس قول کے قائل کہ ”مروئی کو سیاست نہیں آتی“ میں در سال شوق ہند  
 مجرم مونی کی سیاست غلام و مانع نہیں سمجھ سکتا، اگر یہ سمجھتا ہے، سو چار و غور کرو، اس  
 فل سارے دفاتر پر اسی طبقہ کا قبضہ تھا، علماء و مشائیر وقت سرکاری و شبی محکموں پر قابض تھے  
 مہربان فضل امام خیر آبادی صدر، احمد و رملی، مفتی صدر، دین خان، زردہ صدر، فضل  
 نفس وایت احمد کا کردی منصف و صدر، مین کول و بریلی، مونی نفس و رملی، سر





بیت ہند مقام اسی طبقہ علماء کے ایک فرد امام ہند بنانا ابوالکلام آزاد کا بہت چھوٹا  
مددگار تیس وطنی کے تائبانک و درخشاں دور نے ثابت کر دیا کہ کشتی آزادی کو ساحل مقصد  
نہیں پہنچا دینا اسی جیسے با کمال نافع اکا کام ہو سکتا تھا۔

میں نیک شگون بیت المقدس پر قبضہ نصارت سے متاثر ہے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۱ء  
تک ۸۸ سال تسلط رہا جس میں ظلم و تعدی کی انتہا ہو چکی تھی۔ آخر سلطان صوفی یونی  
نے پرچم اسلام اٹھایا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۳۵ء تک بھی ۸۸ سال ہی ہوتے ہیں۔ مقابلہ و مصائب  
کہاں بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔ پہلی شملہ کانفرنس ۱۹۴۵ء میں ہی حکومت برطانوی قبضہ کی پکی ٹھوس  
دوسری شملہ کانفرنس ۱۹۴۶ء میں اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کی تاریخی صورت  
کے تقرار و وزارت عظمیٰ پر پٹت جواہر لال نہرو صدر انڈین نیشنل کانگریس کے تسلط سے آزادی  
کال کی بنیاد قائم ہوئی گئی۔

یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ ۲۷ رجب ۱۳۸۳ھ کو مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں صوفی  
نے غارتگری کی جبکہ اسی تاریخ میں سرکارِ دو عالم نے شبِ معراج میں اسی مقام پر امامت نبیاء  
ذاتی تھی۔ اسی طرح یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ برہنہ کی طرح ہندوستان بھی اسی قوم کے ہاتھوں سے  
مکمل ہو گیا ہے۔

## اخلاف

انسان کی یادگار دنیا میں مختلف چیزیں ہو سکتی ہیں لیکن نافع یادگار صرف تین ہیں  
حدیث شریف میں آتے ہیں :

”انسان دنیا سے جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں تین عمل نفع  
بخش اور باقی رہتے رہتے ہیں علم نافع، وقف فی سبیل اللہ و روحانیت :

اس فرمانِ نبویؐ کے معلوم ہوا کہ نیک اولاد انسان کی یادگار بن سکتی ہے بد عملی سے  
مستور ہوا اسلام کو انہ لیس من اہلک انہ عمل شبر و صلہ کے عمل سے  
نہایت نفرت خارج کر دیا تھا بد اعمال و بد باپ کی زندگی میں : صحت تنگ و دور دور



کے بعد دیں جو کہ جاتی ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر سان اعلیٰ حضرت ریاض خیر آبادی  
کے تحت سے

میرے اہل نے بخشی مجھے اولاد سعید

میت شہرہ وہ جس میں میرا نام پڑے

مدرسہ دوشادیاں کیں پہلی امیر بی بی دزیرین دختر منشی فضل احمد بن حسین مسیال  
فقیران سے من صاحبزادیاں بی بی سعید النساء حرم والدہ مان بہادر افتخار الملک منشی  
فتح حسین مسقط خیر آبادی مرحوم و محمد حسین بسمل خیر آبادی مرحوم، بی بی نجم النساء والدہ منشی  
غفر علی مرحوم فوجدار ریاست سب سے پور، محمد رانہ زو حید منشی طفیل احمد (بلا در منشی نیاز احمد  
مافیہ سرینانیہ) درمیں خیر آبادی اولاد ایک صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی سقے موصوف نے  
دو صاحبہ نام نامی کو اور دوسری بنایا اور اس لائق شاگرد نے فائق استاد کو مزید بلند و بالا مقام  
پہنچایا۔ ۳۶ میں دعوت پائی۔ درگاہ محمدیم شیخ سعد میں جو خواب ہیں۔ دو سال بعد سعادت مند  
ذکر و توفیق سے بحق، ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ اب صرف مولوی حکیم خضر الحق  
تیار دی بن مولانا سعد الحق اس دو دامن مالی کے تنہا چٹم چراغ ہیں جو عمر کی تقریباً ساٹھ منزل طے  
دیں۔ میں صاحب خیر آبادی کے تحت اول میں آپ کا شمار ہے

علاؤ الدین دوسری امیر دہلی کی عقیں۔ یہ شادی غیر کفو میں کی تھی ان سے دو صاحبزادے  
مولوی مس الحق و زووی عبدالحق ہوئے

دلی ناگرن دختر کی دلا دہلی میں موجود ہے۔ مولوی علاء الحق سے مولوی ضمیر الحق، ان  
سے مولوی فیض الحق موجودہ مہربان ریاست بھوپال میں۔

## تلامذہ

جس پر چھ مہل ہول و دھواں ولاست میں لے عمار کرم نے سبک عمال و بندگان  
وہ عمارت مدرسہ و عمارت کی اس میں شامل ماہرے ہی ہوتے۔ درود میں ان کے مائے  
میں ان کی سب مہل ہول و دھواں ولاست میں

حضرت بر عبد اللہ شریف بن منسلح سعدی شیرازی نے خوب کتابت سے  
پس نوح یا جہاں نشست خانہ ان پرورش گشت  
سگ اصحاب کف روز چند ہفتے نیکار گرفت مرد مرث

صدقہ جاریہ میں علم نافع بھی ہے۔ تلامذہ و تصانیف یہی دو ذریعہ بقا و اجر عمر کے ہیں  
۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس پچاس درس دیا۔ عرب، ایران، ہند، افغانستان و  
۱۸۵۹ء سے دور دراز ملکوں سے شاغفین علم اگر شریک تعلقہ تدریس جوتے تھے۔ مئی و سہ ماہی  
۱۸۶۰ء میں ولی اللہی مدرسہ ساد معقولات میں خیر آبادی مکتب کا سنگ میل رہا۔ باقی کس  
شاخ علم دفن پروانہ وار دونوں شعبوں پر گر رہے تھے

کاش! کوئی قریب تر زمانے میں علامہ کے تلامذہ کی فہرست مرتب کر لیتا۔ ہر شاگردوں  
میں سے چند مشہور تلامذہ جو اپنے وقت کے نام افمن سمیعے جاتے تھے حسب ذیل میں ..

- ۱۔ شمس العوام مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی
- ۲۔ مولانا ہاریت اللہ شاہ جونپوری، استاد مولانا مسیحیہ سیان اشرف مرحوم سابق صدر دیہات  
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بارہ شریعت
- ۳۔ ادیب جلیل مولانا فیض الحسن سہارنپوری (استاد علی شریانی)
- ۴۔ مولانا فیصل احمد
- ۵۔ مولانا سلطان احمد بریلوی
- ۶۔ مولانا عبد اللہ بکرامی
- ۷۔ مولانا عبد القادر ایرونی
- ۸۔ مولانا شاہ عبدالحق کانپوری
- ۹۔ مولانا ہاریت علی بریلوی، استاد مولانا فاضل حق پوری مرحوم
- ۱۰۔ مولانا قدیر گوہر پوری، استاد مولانا فاضل مام، ناظر سترہ درجہ ابتدائی تحصیلہ گڑھ
- ۱۱۔ مولانا شبیر علی، پوری (والد مام منہ مانا بواکلام نزد

مولانا عبدالحق کے نامزدی مذہ میں سے مولانا حکیم سید برکات احمد بہاری ٹوٹکی، المتوفی۔ ۱۳۳۵ھ  
تھے معروف سے مولانا حسین الدین اجیری المتوفی ۱۳۵۹ھ نے کسب فیض کیا اور مولانا  
اجیری کے تلمیذین مبارک خطائے کاہنم اسطورہ کو بھی فخر حاصل ہے۔

پہنچ کہاں سے ہے کہاں سلسلہ دراز علم

تیر جویاں در چودھویں صدی کے اکثر فضلاء، جند خیر آبادی، تبحر علم کے خوشہ میں ہوئے ہیں، موجودہ  
دور کے صفوں کے مشہور مہتمم مولانا ابو الکلام آزاد، ڈاکٹر علامہ سید یحیٰ، ندوی وغیرہ کا  
بھی نسبت تلمذ عدم کے تلامذہ سے حاصل ہے۔ دنیا میں اہل کمال بھی نادرال سے نہیں نکلتے، عالم کی ہر چیز کو فضا  
میں نامیوں کے نشان کیسے کیسے نہیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

دور بہ تماثیل ہے کہ جو بے تسبیہ بھر مڑ کے نہیں دیکھتا۔ ابوطالب حکیم ہدانی ملک الشعراء دربار شاہجہاں  
نے ہی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ

بشنع زمانہ قبل دیدن دوبارہ نیست

دو پس نہ کرد ہر کدیں خاکدیں گذشت

# ضمیمہ

## سلسلہ تلامذہ

یہاں لکھ دیا ہے کہ علامہ کا سلسلہ تلامذہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ہر دین ہندوستان میں پھیل گیا ہے۔  
 درگاہ دراز ممالک تک پھیل چکا ہے۔ ہندوستان کے اکابر و شاہینامہ ائمہ و مریدان بزرگوار علامہ  
 سید سلیمان ندوی وغیرہ اسی دریا سے فیضان سے سیراب ہوئے ہیں۔  
 قادیانہ اور تلامذہ التلامذہ کی فہرست میں ایسے ایسے ناموں اور اہل فضل و کمال فرزندوں سے  
 جس کی مستقل کتاب ان کے حالات میں مرتب ہو سکتی ہے، اس جگہ ان کے تفصیلی ذکر کا نہ موقع ہے  
 ورنہ گنپائش، صرف علامہ سے لیکر کچھ پیچیدہاں تک اکابر سلسلہ کا مختصر ذکر درج کرنے پر اکتفا کیا  
 جائے گا :

## شمس العلماء مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی

محقق بھیل، مدققی بھیل، خلیل علیا، پندرہ ستر ستر کلا، بدھ شمس العلماء مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی  
 دہلی میں ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد علامہ فضل حق خیر آبادی دہلی میں رشتہ دار و پیر تلامذہ  
 ۱۲۴۲ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد علامہ فضل حق خیر آبادی دہلی میں رشتہ دار و پیر تلامذہ  
 پڑھایا میں ہر درجہ پڑھایا اور حکام و دربار شاہی میں معزز و با اقتدار تھے۔ فرزند و پند کے وقت  
 پڑھایا و تحفہ کے دھیر لگ گئے۔ لاکھوں روپیہ نذرانے میں پیش ہوا خوش بخت و مندوب  
 شہر ہوئے۔ زمانہ قیام خیر آبادی میں رویت ہلال کے بعد فال نیک کے طور پر پرگ چہرہ آ کر  
 دیکھا کرتے تھے۔

جوش منہا لا تو باپ کی علمی مجلسوں کا رنگ دیکھا، مفتی مسدردین خاں تارہ و صدیقہ  
 اور بار علمی نظر سے گذرا۔

شمس العلماء مولانا شہید الدین خاں، مولوی مخصوص الدین مولانا شاہ رفیع الدین

۱۔ شہید الدین مولانا، جس کا نام مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی کے تلامذہ میں ہے، وہ مولانا  
 ۲۔ مولانا صاحب گنجی تھے مولوی صاحب الغزہ کو مہینہ کی ایک فہرست کے بعد مولانا صاحب  
 ۳۔ مولانا صاحب گنجی تھے مولانا صاحب الغزہ کو مہینہ کی ایک فہرست کے بعد مولانا صاحب

مرزا صاحب دین خاں، مولوی کرم اللہ، مولوی سید محبوب علی، مولوی نصیر الدین  
سرفی، مولانا محمد نور حسن، مولانا مملوک علی، مہرج العلماء مفتی سید رفعت علی، آخر ان  
شیخ محمد نقی، مولوی سید بان علی، مولانا شاہ محمد اسحاق محدث۔

مشائخ میں :- مولانا شاہ غلام علی، مولانا شاہ ابوسعید، حضرت شاہ محمد افاق مجددی، حضرت  
شاہ فرید نصیر الدین عرف کلمے صاحب، خواجہ محمد نصیر

مشرقیں :- مرزا احمد خاں صاحب، امام بخش بہائی، حکیم مومن خاں مومن وغیرہم۔

نہیں باکمال ساتھ : ہاکونک بکر باغیا پادوں طرف علم و ادب کے چرچے تھے۔

وہ گری نے تربیت کے ساتھ ساتھ مدرس تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، باقی اور پاکلی پروردگار

نے بہت وقت درس دیتے، پڑھاتے بلکہ گنا تھے، ۱۶ سال کی عمر میں تمام درسیات منقول و معقول سے

ذمہ لے کر دیا

مولانا آقا دین خیر آباد بھی مدد و ادب کا گوارہ تھا، شاہی زمانے میں کشمیری رہ چکا تھا، پڑست

پڑست علماء و مشائخ، صاحب کمال اور اہل فن، فرادہ دروس میں ہوتے رہے ہیں، ہندستان کے فرم

جہاں مقبول کے صفت وہ ہیں اس کا شمار پاس ہے۔ لے

۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے ایک کاتبہ قاتلانہ اس پر قابض ہوا  
حق و سبقت میں وہ مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

۱۸۵۱ء میں مولانا صاحب نے مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا، مولانا صاحب کو ہار دیا

خیر اور دہلی کی علمی معیتوں نے کم عمری ہی میں مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ علوم کے درجہ میں  
 چاہے کہ ایک مرتبہ موصوف ماسشیہ قاضی کے اوراق لکھتے ہیں کہ میں ضرور دست و قوسیت  
 سے مولانا عبدالحی اتفاق سے پہنچ گئے، ایک صفحہ پورا لکھ کر ادا فرما دینے کے بعد دربارت یا اور  
 من حقیقت معلوم ہونے پر بے انتہا مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس وقت مولانا کی عمر سال تھی۔  
 والد ماجد کے ساتھ الوداعا جانا رہتا۔ ہمارا راجہ دہلی کی بول چال اور علم و فضل کے تئیں ہوتے  
 دہلی کے اور سے پیے جانے کے بعد ان کو عثمانہ دارکان سلطنت میں شامل کر دیا۔ ۱۸۵۶ء  
 مطابق ۱۲۷۴ھ میں دہلی میں قیام تھا۔ باپ کی گرفتاری پر لکھنؤ پہنچ کر پیر و کرام کی جزیرہ دہلی  
 ہانے کے بعد کچھ عرصہ خیر آباد میں گزارا۔ پھر نو اسب صاحب کی طلبی پر گونا گئے دہلی  
 میں قیام فرمایا۔ فضل و کمال اور دس و تندرہ کی شہرت بہستان سے نکل کر بیرون مس  
 پھیل گئی تھی۔ گورنمنٹ نے مدیر عالیہ کلکتہ کے لئے خدمات حاصل کر لیں۔ وہیں مولانا محمد سمیں  
 دہلی اور ولایت حسین جیسے نامور شاگردوں نے تکیں درسیات کی ہکھتہ کی آب و ہوا۔ مولانا  
 ثابت ہوئی۔ نواب صاحب علی خاں کے اصرار پر دہلی و تشریف لے گئے۔ نواب نے شاگردی اختیار  
 کیا۔ تعلیم و تکریم کا حق ادا کر دیا۔ بادشاہ تیمور نے علامہ فقہا زانی کی جیسی بے شکست کی تھی نواب نے  
 بھی دینی برکات دیا۔ ۱۲۸۱ھ سے ۱۳۰۰ھ تک حاکم مرفعہ اور پرنسپس مدرسہ عالیہ دہلی سے۔ علاوہ  
 گورنمنٹ ہسپتال کے نواب وقتاً فوقتاً نذرانے کے طور پر بڑی بڑی رقمیں پیش کرتے رہتے تھے۔  
 شاہانہ داد و بخش کے لئے یہ بھی ناکافی ہوتے۔ نواب خدائیاں کی رحمت کے بعد خیر باد  
 لے گئے۔ کچھ دن بعد آصف جاہ نظام حیدر آباد نے بلا بھیجا۔ حیدر آباد پہنچنے پر امر و راکین دولت  
 نے استقبال کیا۔ رشتہ جاری کیا گیا۔ تھوڑے دن قیام فرما کر وطن واپس ہوئے تین سال کے

|                      |                      |                      |
|----------------------|----------------------|----------------------|
| ۱۰۰۔ مولانا محمد علی | ۱۰۰۔ مولانا محمد علی | ۱۰۰۔ مولانا محمد علی |
| ۱۰۰۔ مولانا محمد علی | ۱۰۰۔ مولانا محمد علی | ۱۰۰۔ مولانا محمد علی |

موسیٰ کو بھی آٹھ سالہ بیٹے میں موجود ہیں۔ عمر شمار ہوگی۔ مولانا محمد علی صاحب نے مولانا محمد علی صاحب کو  
 مولانا محمد علی صاحب کو بھی آٹھ سالہ بیٹے میں موجود ہیں۔ عمر شمار ہوگی۔ مولانا محمد علی صاحب نے مولانا محمد علی صاحب کو  
 مولانا محمد علی صاحب کو بھی آٹھ سالہ بیٹے میں موجود ہیں۔ عمر شمار ہوگی۔ مولانا محمد علی صاحب نے مولانا محمد علی صاحب کو

بعد از وہابی غلام نے رپورٹیں قیام پذیر ہونے کی درخواست کی ایک سال نو اب کی خاطر سے  
گزار کر خیر باد گئے۔ یہاں درمہ بکر، استعمار اور شریک نفس میں مبتلا ہو گئے۔ زبان و قلب سے ذکر الہی  
میں مشغول رہتے حضرت شاہ احمد بخش تونسوی سے سلسلہ چشتیہ میں ہیبت تھے۔ آخر عمر میں والدہ  
ماہ کی طرح غصہ و نفرت کی طرف پوری توجہ مرکوز ہو گئی تھی۔

ضلع ارشدیہ صاحبزادہ مولانا سدا الحق نے حالت متغیر ہونے پر ہدایات طلب کیں مارشال ہوا  
دنیا سے حتر زور اجمہ و دنا میر سے اجتناب، حب مال تمام برائیوں کی جڑ ہے  
مسلمان کے لئے مال و دولت کی خواہش نازیبا اور اس کی ہوس بدترین گناہ ہے۔  
اسی شب ۲۴ شوال المکرم ۱۳۱۶ھ میں عالم جاودانی کو رونق بخشی۔ احوال و درگاہ مخدوم  
شیخ معد میں اپنے دادا مولانا فضل امام اور ان کے استاذ الاسلام علامہ سندیلوی کے  
پاس مدخون ہوئے۔

فدا سے سخن منشی امیر احمد امیر مینائی نے تازہ سخن کہی ہے

شمس العلماء از غلقت دہر چوں تیر زابر تیرہ بر جست

بر لوح مزار امیر خدایس آرا نگہ ایام وقت است

مولانا کے مس و دشت رحلت پر قندہار میں ہندستان میں قائم کیا گیا بلکہ بیرون ہند بھی علماء و  
میان نے سوگ منایا خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی نے بھی ایک ہفتہ تک مدرسہ اظہار میں تعطیل رکھی  
ملکی ادیب علی حیدر نے مقارنت لکھی

میر مینائی کے شاگرد بشید لسان الملک یافض خیر آبادی نے اپنے اخبار ریاض الاخبار میں  
۳۰ سال قبل جو کچھ لکھا تھا اسے درج کیا جاتا ہے :

علم و فضل کا گھر بے چراغ ہوا

”جناب شمس العلماء مولانا عبد الحق صاحب قندہار کے انتقال کا حال میرا ایسا نہیں ہے کہ  
میں تو اس کو بھلا سکے اس حادثہ سے صرف غیر آیا، ہی دانا العلم نہ رہا بلکہ ہندستان  
میں سے مدد معدوم ہو گیا۔ ہندستان کے ساتھ عرب و عجم سے بھی کچھ شک نہیں  
سے قندہار نفس کے چمن مونس سے دنیا سے اسلام نایک ہو گئی



مولانا علامہ ابراہیم کے عجب قابل قدر یادگار تھے کبھی پرچے تو شمس العلماء کو بھی  
 علم الحق تک تمام زندہ نام علماء آج تک فناک ہو گئے ایک ذات واحد میں ایسے  
 کمالات غریبہ اور اوصاف عجیبہ کا جمع ہو جانا مرحوم مولانا کی ذات برکات کے  
 ساتھ گیا۔

زمانہ تصرف صورت ظاہری کا معاوضہ بھی نہیں کر سکتا وہ نورانی چہرہ، وہ خندہ رونی  
 وہ زندہ دل، وہ سر پا علم، وہ رعب کمال، وہ شان ادب، وہ فضل و عبادت  
 دیکھنے والے کے لئے صورت ہی پیکر انگشتی تھی کہ دنیا سے اسلام کو فخر دلاؤ آج  
 اسی قدسی صفات بزرگ پر ہے۔

شمس العلماء کا بہت بڑا احسان دنیا پر یہ ہے کہ وہ دولت علم و کمال کو  
 خاندانی اختصاص کے ساتھ بہت ہی محفوظ طور پر منتقل فرما کر ایک ایسے سینہ کو  
 گنجینہ معلوم بنا گئے جو سلسلہ فیض و برکت کے عدم انقطاع کا بہت ہی اعتبار  
 ضامن ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہر ہنس فرماؤ دے را پور اور اعلیٰ گونٹ نظام شمس العلماء  
 مرحوم کے وظائف ان کے صاحبزادہ مولانا اسد الحق صاحب کے نام منتقل فرما دیے  
 کہ مقامات مختلف و ممالک دور و دراز کے طلباء بے آس نہ ہوں اور دارالعلوم خیر آباد  
 دارالعلوم بنارس ہے۔

جی چاہتا ہے کہ ریاض ہی قلم سے مولانا کے استغفار و برأت اور وقار علمی کا ایک منظر پیش  
 کرنا چلوں۔ دربار قیصری کے زیر عنوان ریاض آپ اپنے آئینے میں کے سلسلہ مضامین لکھ رہے ہیں۔

### دربار قیصری

جس زمانہ میں ریاض الاخبار ہفتہ وار اور گلکہ ریاض ماہوار خیر آباد سے شائع ہوتا تھا  
 جس کے مطبع کا تاریخی نام "لمعة بخشاں" تھا

۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ



علی حضرت ذب کب علی خاں بہادر خاندان آشاں نے مجھے میرے استاد حضرت امیر  
 مینائی مرحوم و مغفور کے ذریعہ سے یاد فرمایا۔ میں اس وقت دربار قیصری میں شرکت  
 کے لئے رہی جانے کو شدت سے متاثر تھا۔ اس سے پہلے دربار قیصری میں تمام  
 اخبار نویس ہر صوبے سے مدعو تھے۔ ان کا کمپ خاص تھا جسے ہر کمالی ترمین و  
 تکلف نصیب تھے۔ دو ایڈیٹروں کے لئے ایک خیمہ ضروری فریچر و اسباب آرام  
 کے ساتھ مخصوص تھا۔ کھانے اور ناشتے کے لئے خاص سرکاری اہتمام تھا۔  
 پر تکلف چاہر وقت تیار رہتی تھی۔ چمن بندیاں، اعلیٰ پیمانہ پر تمامہ نظر ہر طرف  
 تھیں۔ میں نے نظارہ احمد مرحوم مالک ریاض الاخبار دہلی گیا۔ کمپ کے سوا مولانا  
 ابو منصور مرحوم مام فن مناظرہ کے دولت خانہ پر ہمان بننا پڑا۔ شب گذاری کا  
 اتفاق وہیں ہوتا۔ کمپ میں پنجابی اخبار کا خیمہ ہماری شرکت میں تھا۔ مولانا  
 مرحوم کے بڑے صاحبزادے خاں بہادر سید ناصر علی صاحب غالباً موجود نہ تھے  
 بلکہ کو آئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید نصرت علی صاحب مالک نصرت الاخبار  
 دہلی زیادہ سا قدر تھا۔ ان تو وہاں ملک کے عالیشان پرنسز اور دوسری کمپوں میں  
 گزرتا جو دہلی کے باہر کوسوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ ہر طرف لہلہاتے ہوئے  
 تین زار سب سے بازو، ان کی وضع قطع، ان کی آراستگی، یہ بھولا ہوا خواہ  
 کہاں تک بیان کر سکتا ہوں۔ اسی لگشت میں نظیر انور سے بھی شرف نیاز حاصل  
 ہو گیا۔ یہی بار بانی نوب مدائن علی خاں صاحب بہادر خیر پور سندھ کے حضور میں  
 بہ قیاس خاص بیوی تھی۔ جتنی خواہ صاحب اور تمام دربار فارسی زبان کا استعمال  
 کرتے تھے۔ مجھے مہاراجہ کشمیر کے کمپ میں بھی جائے کا اتفاق ہوا تھا اس بنا پر کہ  
 مہاراجہ اس وقت پیشترہ وقت فرورنگ تھے تو سید ستارام صاحب تعلقہ دار بلوچان  
 جن کے وہ مہاراجہ سے تھے مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے مگر اس وقت  
 مہاراجہ جرم دہلی سوار ہوئے تھے۔ مہر کی شرف تعارف حاصل ہو سکا۔ دربار  
 دہلی کی ترمیم میں سید صاحب نورس بھی تشریف لائے تھے مجھے بھی مہاراجہ

کی سیب میں جملہ لگتے

دربار کی سیب کے قریب پہنچیکہ ہم نے دیکھا کہ درباری کی سیب سے شمس العلماء مولانا  
بدلتی صاحب علامہ خیر آبادی کسی قدر متنص آ رہے ہیں کشمیر کے ایک سی فاضل بھی  
باجت کناں ساتھ ہیں مولانا اسی متنص کے ساتھ فینس پر سوار ہو گئے ہم لوگ  
ایڈی کانگ کے جملہ خیمے میں آئے ہر طرف خاموشی تھی۔

سیٹھ صاحب نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے؟ جواب ملا اس وقت وقت  
پیش آ گیا ہے کہ شمس العلماء کے تشریف لانے کے لئے یہ وقت مقرر کیا گیا تھا  
شمس العلماء تشریف لائے۔ مہاراجہ نے براہ تعظیم گوشہ مسند پر جگہ دی۔ مزاج  
پر فرمائی۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ ولیمہ کے تالیق کو تکلیف دو۔ وہ بھی تشریف  
لئے۔ مہاراجہ نے انہیں بھی شمس العلماء کے مقابل گوشہ مسند پر جگہ دی۔ ممکن  
ہے شمس العلماء کی نازک مزاجی نے اسے پسند کیا ہو۔ پھر مہاراجہ نے فرمایا مجھے  
دست سے آرزو تھی کہ ایسے بلند پایہ علماء کا کسی مسند پر مناظرہ دیکھوں۔ یہ سنتے ہی  
شمس العلماء نے برا فروختگی کے ساتھ کہا :

” مہاراجہ ! آپ نے مرغ اور ٹیر کی پالیاں دیکھی ہوں گی علماء  
کی یہ شان نہیں ہے۔“

ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ مہاراجہ کو عرق آگیا۔ ان پر اس ناگوار واقعہ کو زیادہ اثر  
تھا، ہم لوگ بھی بغیر ملاقات واپس آ گئے۔

دوسرے روز مجھے معلوم ہوا کہ مہاراجہ کشمیر نے افسر علی کے ذریعہ سے گیارہ پارچہ  
کاغذت اور نقد دو ہزار روپے معذرت کے ساتھ شمس العلماء کی خدمت میں بھیجے۔  
شمس العلماء نے جواب کیا مجھے فحسوس ہے کہ مہاراجہ نے براہ قدر دانی خدمت نقد  
سے عزت افزائی کی مگر میں اس کے قبول کرنے سے معذور ہوں کیونکہ میں  
زمین لاچور کا ملازم ہوں۔

یہ چرچہ نواب شتاق علی خاں بہادر ولیہد رمپور کو ان کے کہیں سے گئے۔

مد شبان فرماؤ گئے رہ پور بیماری کی وجہ سے دہلی آئے اور دربار قیسری میں شرکت سے معذور رہے تھے۔ پرچہ گزرنے پر ولیعہد بہادر نے خلد آشیاں کو اس وقت کی طلعہ غار پر دی تادی پر جواب آیا، ہماری طرف سے گیارہ پانچ کا خدمت و نقد و ہنر پیش کر رہے۔

شش محل جو کسی بات پر مدارالہمام را پور سے برہم ہو کر دہلی اس غرض سے آئے تھے کہ وہیں رہ جائیں اور کسی ریاست میں ملازمت کر لیں اس فائدہ افزائی پر دربار قیسری کے بندہ را پور پہلے آئے اور پھر کبھی خلد آشیاں سے جدا نہ ہوئے۔

مولانا کو دیکھنے اور برتنے والوں کی زبانی راقم الحروف نے سینکڑوں واقعات سنے جو مولانا کے فضل و کمال، حسن و خلق، استغناء، جرات اور حق گوئی و صداقت شعاری پر دلالت کرتے ہیں۔  
 سلطان الملک حضرت ریاض خیر آبادی مرحوم، نواب بشیر احمد فاروقی خیر آبادی مرحوم، سیال خان الحسن مرحوم رئیس خیر آباد، منشی نہ رحمہماں اختر مرحوم، مولوی محمد فاروق نیز مرحوم، مولوی ظہیر احمد فاروقی، مفتی سید فخر الحسن، مولانا ملکیم احمد علی، حکیم سید انوار حسین اور مولوی حکیم ظفر الحق وغیرہم را دی ہیں کہ مولانا نے ہر نفاست پسند اور نازک مزاج سے بڑے ودیدہ والے اور باوقار تھے۔ جو کوئی ملے جاتا تو غصے میں آتے اوقات مقررہ کے علاوہ ملنے کی اجازت نہ تھی۔ علمی دربار میں پورے لباس کے ساتھ رونق افروز ہوتے۔ اہل مجلس پر چھائے رہتے۔ کوئی شور و غل نہ کر سکتا تھا یہی جمع کر باب نہ نامنوع تھا۔ نشست گاہ پر سنداؤر تکیہ لگا رہتا۔ ارد گرد قالین بچھے رہتے۔ باہر سے آنیوالے مولانا کے دربار کو ممبر کی مجلس سمجھتے دن میں دو تین بار لباس تبدیل فرماتے جس کمرہ میں نشست ہوتی پر دربارہ پر جوتا لگا۔ ہتا جس طرف سے کمرہ سے باہر ہوتے ادھر پہننے کے لئے پاپوش رکھی ہوتی۔

لباس عودہ و رقی قسمہ زیب تن فرماتے عیا بھی استعمال کرتے۔ لکھنؤ کے دکانداروں کو تعریف و تحفہ کا مال معلوم ہو جاتا تو یہی کس میل کا سفر ملے کر کے اچھی چیزیں لاتے اور منانے دیتے۔

مولانا کے ہاں کیوں سے مانتا و وقت ہوتے ہوتے بھی تعابیر سے کام لیتے اور

تو ہنر و فن فرماتے۔ وہاں پر اس کا نظارہ من انداز میں فرماتے کہ حیثیت ظاہر ہونے

پر بھی ناگوار نہ گذرے۔

مولانا کو ایسا عارضہ لاحق ہو گیا کہ بگلوں کا شور بہ استعمال کر لیا گیا۔ اس سے اجلوں کے رقبے بھی پالے گئے تھے۔ بیٹری بھی غذا میں رہتی تھیں کئی دن تک دسترخوان پر بیٹہ نہ کھیتی تو درخت کیا۔ شہزادی ملازم نے جواب دیا کہ بگلوں کے ساتھ ذات کو بند کر دی جاتی تھیں وہ کھا گئے خاموشی اختیار فرمائی مگر جو آیا اس سے ذکر کیا کہ ہماری بیٹری بگے کھا گئے۔ فرزند سعید نورنا سد علی سے بولنے لگا کہ ابا جان! یہ کارستانی شہزادی کی ہے۔ خود کھا گیا۔ بگلوں کے سر قہر دیا مولانا نے نہ پھیر لیا اور کئی روز ذات نہ کی۔ کئی دن کے بعد عفو و تقصیر کے لئے دست بستہ اٹھ کر سے ہوئے۔ لڑکیاں میاں تم نے ہمیں نادان سمجھا ہے۔ شہزادی آبا صاحب کا پروردہ ہے ہم کیسے اس کو چوبہ بنتے یہ تو تاراجی جگر تھا کہ بزرگوں کے دیکھنے والے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر بیٹھے۔ میاں اگر اس سے کھایا بھی تو ہم نے اتنا قصیدہ کر لیا کہ وہ خود نادم نظر آتا ہے۔ زبان سے کہنے کی گنجائش تھی بڑوں کے لئے بے ادبی کے الفاظ آئندہ استعمال نہ کئے جائیں۔

لکھنؤ کے ایک دکاندار مولانا کے لئے انوائس لے کر آئے۔ مولانا نے ایک لوان اتنی دیت کی پسند فرمائی۔ قلمدان طلب کیا۔ کچھ رقم کی کمی تھی۔ دکاندار سے کہا تم ہاؤم نو وپیہ بھیج کر لوان ملائیں گے۔ طلب یہ حال دیکھ رہے تھے۔ انھیں میں سے حافظ محمد حسن خاں تھے جو کہ ریاض صفا آگے کے زمیندار کے رط کے تھے۔ یہ زمین ہونے کے ساتھ مولانا کے منہ لگے بھی تھے۔ تاجر جب پلے لگا تو یہ اس کے ہمراہ ہوئے اور باہر جا کر اس لوان کو چالیس روپیہ میں خرید لائے۔ بعد عصر جب مولانا رونق افروز مجلس ہوئے تو لوان لا کر نذر کی۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضور! چالیس لکھ نو فی سب سے آپ نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور اٹھا کر پھینک دیا۔ فرمایا یہ وہ حضور! نہیں بے وقوف ہم کو احق سمجھتا ہے اور خود برا غفلت کا سچو بنا ہے۔ ہم گڑاٹھا لیتے اور یہ لکھ گڑھ کاٹ لیتے۔ یہ کہہ کر دربار سے نکال دیا۔

پیشانی ہو کر مولانا کے پرانے خدمتگار شہزادی کے پاس پہنچے کچھ رقم دے کا وعدہ کر کے فاش پر مادیہ کیا۔ وہ اٹھا اور لوان کو درست کر کے دسی پریٹ کر اور مل کے ٹکڑے میں بانٹ دیا۔ اس پر عرض کیا حضور! حافظ جی سے وہ ان دنوں داپس کر کے اور چالیس روپیہ بریہ دیکھ

پسند کردہ اعلان لے آیا۔ مولانا نے اعلان دیکھ کر فرمایا: حافظ جی! دیکھو کتنا فرق ہے یہ دکھاندار ہمارا نام سن کراتے ہیں۔ منہ مانگے نام نہ پاتیں تو کوئی کاہے کو آئے۔ لوگوں میں یہ چہ چاہتو ہے کہ نوابوں کی مانند ایک پورے نشین تھائے نہ تھی، ایسا ہے کہ امراء کی طرح دل رکھتا ہے۔

غلامت پسندی کا یہ عالم تھا کہ ایک روز نوکر سے والا آہ لے کر حاضر ہوا، آم بہت عمدہ تھے مگر آپ نے دور سے دیکھ کر ہی واپس کر دیا۔ کسی طالب علم نے آم والے سے کہا ان آموں کو دھو کر کپڑے سے پرچھنے کے بعد چھوٹی ٹوکری میں رکھ کر کسی دوسرے وقت حاضر خدمت ہو، نیا نچا اس نے ایسا ہی کیا۔ مزہ ناگی قیمت دیکر سب آم لے لئے گئے اور ہوائے جانے والے سے اس کے سلیقہ کی تعریف کی۔

ایک بار کئی مجلس میں بیچہ کو پیش کر دیا۔ مولانا کی طبع نازک پر یہ لفظ اتنا گراں گذرا کہ فوراً محفل برفا کی اور کئی وقت تک اس کا اثر رہا۔

حضرت امام ستاد مولانا معین الدین حمیری مرحوم کا بیان ہے کہ مولانا ٹونک میں اپنی قیام گاہ کے باغ خانہ پر تشریف فرما تھے۔ مڑک پر ایک بیل گڈا جس کے سینکٹ بڑے اور بے ٹکے تھے۔ اسے دیکھ کر طبیعت میں نکدر پیدا ہوا اور فوراً اعلازہ مسلمان درست کرنے کو کہا، ہر چند تمام عقیدہ مندوں نے روکنا چاہا لیکن نہ رکے۔ فرمایا جس بگلے ایسے بیل رہتے ہوں وہاں عبدالحق کیسے رہ سکتا ہے۔

جنت کا نام یہ تھا کہ ایک قتل کے سلسلے میں آپ کے شاگرد برشید مولانا حکیم برکات احمد بونگی پانچم گدا گیا۔ وہ مولانا کے پاس تھے کہ کو تو ال راہ پور وارنٹ لے کر حاضر ہو گیا۔ واقعہ معلوم ہونے پر کو تو ال کے ساتھ نواب کی بھی خوب خبر لی کہ اسے بھی ساتھ لے کر آتا جب مرزا معلوم ہوتا کہ نواب ملہ پر یہ جرأت کیسے کی جاتی ہے۔ کو تو ال طیش میں بھرا ہوا نواب کے پاس پہنچا اور سارے الفاظ درج کیے۔ نواب مولانا کے ناز بردار اور قدر دان تھے، اسلئے کو تو ال پر ناراض ہوئے مولانا نے یہی درہنہ نیاں کی بلکہ تو نے کی۔ تو ایسے شخص کے پاس کیوں پہنچا جو نواب کو بھی برا سمجھتا کیسے کہتا ہے۔ تو مزین کا دفتر تو ذمہ دار ہے۔

مولانا کی تدفین غل درس بھی میں کٹر چھپ گئی ہیں۔ حاشیہ قاضی مبارک، حاشیہ قدم بکین، حاشیہ جہاٹ، حاشیہ میرزا بہ موبہ غامر شمس، حاشیہ ابائے حکمت، شرح مسلم الشوت، شمس الدین

سہ ماہی شرح سہ ماہی الکلام، جوابہ عالیہ، رسالہ تحقیق تاجر مشہور حنیفیت میں  
تسبیل الکافیہ اور شرح ہدایۃ الحکمتہ داخل تصانیف میں مولانا کی تحریر ہر کمال سے کہتے ہیں  
حقیقت میں حرج مانتے ہیں کہ ذرا تسلسل بیان میں فرق نہیں، اور یہ عالم مولانا سب خود شاعر  
ہی ہوتا ہے وہ یہ کہ متن و شرح نہیں ہے بلکہ مسلسل کتاب ہے۔ بالکل ہی غریب، ناچاہر،  
نورانی، فارسی اور اردو کے اشعار جا بجا اپنے مفہم میں دخل دے چکے ہیں چاہے جانتے میں یہ سوس  
ہو یا مشکل ہے کہ عبارت شعر کے لئے کھلی ہوئی یا شعر میں عبارت کے لئے کھلے ہوئے مدد یا  
مولانا نے اردو میں لہجہ الحکمتہ بھی تحریر فرمائی ہے مولوی امجد حسین کے ذریعہ شاعری کی کیا  
اب کیا ہے۔

اس سے مولانا کی اردو دانی اور ادبیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ یہ کتاب قریب ست سائے  
نہیں ہے جس کا حوالہ دیکھ کر کچھ بتا سکتا البتہ امیر اہلسنات پر مولانا نے جو تقریر تحریر فرمائی تھی اسے  
تاریخ شہزادہ دوسریہ مولانا احسن مارہروی مرحوم سے نقل کرتا ہوں جس سے ۶۰ سال پہلے کی زبان  
اور مولانا کا احسن بیان دونوں کا پتہ چل جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی شکوک ہو سکے کہ کہ یہ مضمون قدیم  
ہو تو پھر ملنا معلوم و فنون میں کتنا درک رکھتے تھے اور بحث کی حقیقت دیکھ کر تک یہ پہنچے ہوئے  
تھے مضمون ہر کتابت کہ کسی اردو لغت پر تقریر نہیں ہو رہی ہے بلکہ کسی مسد فلسفہ و حکمت کو میں  
نیا بار ہے۔

"ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہے، اپنے خصوصیات میں فرو متسا:  
کتاب ہے اگرچہ وہی مفردات، وہی مرکبات، وہی کلمات، وہی تشبہ، وہی تشبہ، وہی تشبہ  
استعمال، وہی تشبہ، وہی مقوسے ہیں جو لغات میں مستحق ہیں انہیں خصوصیات  
سانی کا بتانا نہایت مشکل و ذمہ لایمیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ لغت کا موضوع لغت  
مفردات، مفردات کے صلی مادے کی جستجو، اشتراک، نقلی یا مفردی حقیقت، مجاز  
و بتانا اس کے خواہش ذاتی، وہیں سمجھ میں لیکن اس کے مضمون کو جو مختلف فنون  
سے منسوب ہو کر ہر ناس و نام کی زبان پر آتا ہے، اس پر ملحوظ رکھنا، خاص زبان  
اس کے غناء اور نمودات اغالیط ناگہانی سے لگ جو کرتا ہے اس سے

کے ساتھ۔ مومل سے ایک ہزار چوبیس ہزار ذوقی یا نور غور جن ذوقی سے جدا  
 رہیں۔ اس دوسرے میں کہ میں کوئی آسان امر نہیں کہی کبھی اس علوم  
 مضمون سے مراد وہ نفس خاص وہ چار بھی جو تعلق جو جاتے ہیں جو خاص، ایک  
 ان سے متعلق۔ درود میں ان کے موضوعات یا مضمون موضوعات کے فوائد ہوتے ہیں  
 نہ ہوں جیسے جو حیثیت تہذیبی کی وجہ سے مذہب کے کل ہیں اور مفردات اس کے  
 جز میں عام مفردات کی ذہنیت و شخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہیں جس سے  
 سبب ہونے کیوں یہ فعل بحث در و مفردات میں داخل ہیں۔ لیکن اس مقام پر یہ  
 سمجھنا ہے کہ مفردات جن کو عام طور پر لوگ مفردات کہتے ہیں ان سے یہ مفردات  
 عام میں مشابہت ہے مفرد ہے اور زیادہ آیا "مفرد نہیں لیکن ان مفردات پر غور کرنے  
 والے یا مفردات کی تفہیم رکھنے والوں کو اس "زیادہ" کو اس وقت میں مفردات  
 میں داخل کرنا ہوگا جس وقت بقولہ یا مثلاً ظاہر ہو جس کا خاص مشا  
 یہ ہے بقولہ اور مثلاً بھی اپنے خاص معنی کے لحاظ سے مثل مفردات کے ہیں۔ اسی  
 لئے مطلق زبان کی خصوصیت جو اس کے احزائے مادی یا ترکیبی سے پیدا ہو بلکہ رکھنا  
 اختتام مقصد علی درغایت قصویٰ ہے

دوسرے وقت اخت کے پورے مقام کا بتانا، اس کے موضوعات یا تعریفات  
 سے بحث کرنا مفرد نہیں ہے بلکہ اس وقت صرف یہ بتانا اور ظاہر کر دینا ہے کہ امیر  
 معانات نے کہاں تک اپنے مقام اور اغراض کے پورا کرنے میں کامیابی حاصل کی  
 اس کے معنی نے کہاں تک اس تالیف میں اصلی غرض کا خیال رکھا ہے؟  
 یہ معانات ہر جہاں بھی ایک ہی جگہ جس میں الف حمد وہ سب سے لیکن ان اغراض پر نظر  
 رہے کہ جو لغت کے جو مسائل ہیں درمیان معانات میں تحقیق کے ساتھ لکھے گئے  
 ہیں۔ مثلاً اس سے یہ اخت پنی جامعیت کے لحاظ سے ایک نمونہ ہے جس نے  
 مصنف یا تالیف کتاب کی جامعیت مسائل کو اس طور پر ظاہر کر دیا ہے جس کو  
 علم و فہم و باطنی علم سے گزر دیکھ تو رہا ہے وہ مجھے معلوم ہوتا ہے



بک نے اس کو قدم کی نفاست دیکھا ہے۔ اردو لغات کے مزاج و مضمون سے یہ  
 سے ہی وقت نہیں کی نگاہ سے کو موں دور درختی رہ سکتے تھے ایک خط سے یہ  
 تھا تھا بار ایک فرق و تعلق نظر سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا مفسرین  
 مرکبات کی تہ قیقان جو خصوصیات کے لحاظ سے غلوں میں داخل ہیں کس شان سے  
 بیان کی گئی ہے کہ اردو زبان بھی اس تنصیف کو دیکھتے ایک نئی زبان معلوم ہوتی ہے  
 اس کتاب کی عظمت اس شخص پر خوب ظاہر ہو جاتی ہے جس نے کبھی اس قسم کا کام نہیں  
 کیا ہو۔

برچید امیر اللغات کے مصنف (مولوی نشتی) میر احمد میانی مرحوم کی سادہ فنی عربی  
 اور قابلیت علمی مسلم الثبوت ہے لیکن یہ کتاب میری ہائے میں اس نام و خیالی تسمیہ کے  
 لئے بہان قوی ہے اور ہندوستان کو ضرور مایہ فخر ہے دنا کر ناپائے کہ ال کمال اس  
 کتاب کی پروری قدر کریں اور مصنف اس کو میا کہ پاسے اور میا پید مصنف ہے اس  
 سے عمدہ حالت پر پورا کر سکے کہ اردو زبان سے محتاجی اور ہم مستقل کا الزام نہ  
 ہو اور یہ عمدہ یادگار زمانے میں رہ جائے

محمد شہید الحق العربی الخیر آبادی عالم اللہ بلفظ لہادی فی لغوی و مبادی

۱۳۱۹ مطابق ۱۸۸۲ء

مولانا کی یہی تہجری اور تمام اصناف علم پر قدرت تامل طلباء جلد سے نفس و کمال کو رہا منوائے ہونی  
 قی وقت کا جیسے سے بڑا عالم مولانا کے کلمہ خیر اور تعریف کو اپنے سے سند سمجھت تھا۔ سادہ لغوی مولانا  
 لکھی کہ نصف اللہ لکھنا بھی کے دیکھ میں ایک بار شریف سے لے نفی صاحب سب عادت دیکھ  
 نہ کے شرف قدر ہو کہ پیرانی فرمائی مزاج پر سی وغیرہ می مراتب گفتگو کے بعد فاضل نیابادی سے فرمایا کہ  
 لڑہ وقت بہت عزیز ہے حرج نہ فرمائیے فاضلی مبارک کو دیکھیں جو نے یہ مورد نمونے سے خدمت  
 ہوئے وغیرہ سے کہا کہ تمہارے استاد کی تقریر ایسی ہے کہ اعلم میں خود بخود دل موہنے میں ہے  
 اس وقت جو تھا کہ جو کتاب بھی تصنیف فرماتے اس کی ایک نسخہ منقح صاحب کے پاس بھی بھیجے



بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے یہ فکر اور دوسری نصیحت نہ صرف کی تھی بلکہ بھی موجود ہیں۔  
 مولانا سرچشمی، سلف کے جوت کے ساتھ یہ وقت بھی بچہ کم ہم نہیں کرنا فصل حق کی منبہ شاہ  
 مہار میں سے پیرہ سال کے بعد سے خطاب شمس العلماء کے ساتھ جب کچھ گاؤں والے ہوسے  
 انہوں نے کہا بات تہہ سستی رشتی عدو مراد زبان کران پرنا بنی ہو گیا اور کچھ دن بعد انہیں پتہ چلا کہ مولانا  
 پور میں مقیم تھے۔ سزا و عذاب کے صبر کے باوجود اس جھگڑے میں پڑ کر مہار داری ننگے ناکو اور  
 زکی شمس العلماء جوت کے باوجود کبھی اسے باعث فخر نہ سمجھا، نہ اس کے ذریعہ کوئی عزت و وقار  
 حاصل کرنے کی کوشش کی۔

وہ مابعدی تائید و سنگین ٹل سرانجام کے قبضے میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے مگر  
 اس خطاب کو واسطہ نہ کر کے حصول کی سعی نہ فرمائی۔ کشمیر راہبورو کے دونوں واقعات نے  
 ثابت کر دیا کہ مولانا نے ملکی عزت و شان کو کیسا بلند و بالا رکھا تھا، پریشان حالی کے باوجود طنز  
 ہاشم میر نہ رکھا اور تقے بھی درحقیقت امیر بن امیر بن امیر بن عالم بن عالم بن عالم۔  
 مولانا کو باجلیک گورنمنٹ برقی فیر سنہ ۱۹۰۴ء میں شمس العلماء کا خطاب بھی پیش کیا تھا۔  
 وہ اسے نہ سن سکتے۔ آپ کو اسے پانی کیا اور بیٹے کی خطاب سے اشک شوقی کی۔ جو سندی لگی  
 تھی اس میں دل درستی باقی ہے۔

Sanad

To,

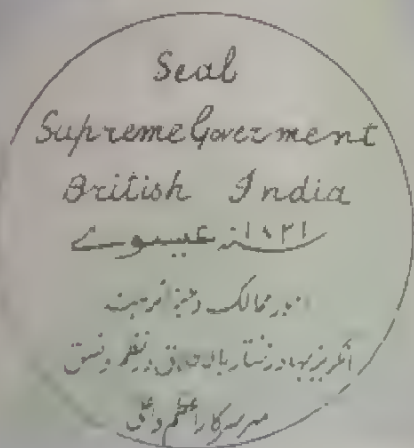
Maulvi Abdul Haque  
 of Khairabad in India  
 I hereby confer upon  
 you the title of *Shams*

ulama as a personal distinction

Dufferin  
Viceroy & Governor  
General of India

mi. 12.00

June 6 - Thursday 1887



مولانا نے ہوشیاریاں کہیں : جہاں ہفت مہر کی لعل رُخس سے عمارتوں کی نو ذمہ داریاں  
 بس نکلیں : نو ذمہ داریاں ہفت جناب بول علی سے مولانا سدا حق تھے خواہ حق حسن کے خواہ حق  
 مولانا کے ہزاروں نیا مذہب میں سے نامور بنا کر حسب ذیل ہیں : اس سے وہ مذکورہ  
 دو مقدمہ میں جنہوں نے مولانا کے دربار علی میں بندہ در سے کچھ ہیں : ہر مقدمہ میں  
 کتب ہیں : ہر مقدمہ میں ہفت کتابیں : ہر کتاب دو مقدمہ ہفت کتابیں : ہفت  
 مولانا سید علی الغفریہ سید پوری  
 مولانا سید علی الغفریہ سید پوری  
 مولانا سید علی الغفریہ سید پوری  
 مولانا سید علی الغفریہ سید پوری



دینا۔ اسی کے ساتھ اس خاندان خیر باد سے نسلی طور پر علم کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ مورخ سے بعد  
 ہر صاحب راہ پر گئے اپنے استاد بھائی مولانا عبد العزیز صہبائی پوری کو راہ پر رکھ کر موری تعمیر فرما کر  
 تیرے لئے ان کے سپرد کیا۔ حکیم صاحب نے اپنی توجہ فنِ طب کی طرف مبذول رکھی اور اس فن کا  
 وہ اتنی کم و خاص باہمیت نہ دی۔ راہ پر گئے کے بعد کچھ دن ٹوٹا کہ بھی جا کر رہے۔ مولانا حکیم صاحب بڑے  
 دیوانہ عین الدین اجمیری سے بھی کچھ پڑھا۔ اور اس کے کتب تک پہنچ کر ٹوٹا کہ کو خیر باد کہہ کر رخصت ہو  
 گئے۔

حکیم صاحب نے ایک شادی خاندان میں کی۔ ان مرحوم سے اولاد نہیں ہوئی۔ دوشادہاں  
 ہو کر میں کہیں، دونوں سے اولاد ہے۔ کثرتِ اولاد اور ناماں کا رکھنا کی وجہ سے پریشانی میں نہ  
 مبتلا رہے ہیں۔ وجہ ہے کہ اولاد نعمتِ طب سے محروم ہے۔

تلك الايام منذ اول ما بين الناس

میں اولاد سے علم کا خاتمہ ہوا تو کیا ہوا۔ دینی اولاد کے دیباے فینس سے یک نام رہا ہے  
 زیادہ ہے۔ یوں تو مذکورہ بالا نام مذہب میں ہر فرد اپنی نظیر آپ تمام کے سب سے زیادہ دیباہ فینس تک  
 مذکورہ صفات ہستی مولانا سید حکیم برکات احمد کی تھیں۔





دوسری صفت ملی و منجیبوی کو صاحبزادہ کی تعلیم کے لئے ٹونک بدیا حرم تہا در سات  
 ہونے ہی سے پڑھیں مولانا محمد حسن ٹونکی سے بڑی چڑھی استاد کی توجہ و رزق سے وہ  
 رہا جب تک حقیقی جوش و دلولہ پیدا ہوا اور اس کے لئے ٹونک وہاں ہوا تب تک وہاں اپ جو  
 بن فرزند کو بل بھر کے لئے انگلوں سے جھل کر ناگوار نہ کرتے تھے ورنہ سی پاپر ملک یہاں نہ رہا  
 ورنہ کریم تیس۔ بیتے کے اشتیاق کو دیکھ کر اطلبوا العلم ولو کان مالمصین کے معنی  
 وابت ثابہ حال پر مجبور ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض کی طرف نہ دیکھی تو سب سے پہلے ہی  
 مقررہ درس پر نگاہ پڑی جو اس زمانے میں علوم عقلیہ پر مرکوز تھیں تو سب سے زیادہ ممتاز نمایا  
 ہوا تھا۔ شمس العلماء مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی کا قیام خیر آباد کے بجائے نواب گلشن علی خاں کا دار فرائض  
 کی بدولت راہ پوٹھا۔ حمد اللہ اور ہدایہ کا فارغ شدہ یہ طالب علم ایسا غوثی اور پیرانہ خلق جیسی ابتدائی  
 کتابوں کے درجہ میں سے سرت سے شریک کر دیا گیا۔

استاد کی خدمت میں شاگرد نے ۱۰ سال گزارے، دو بھی کن مہر آزمائش میں، یہ ناز و نیاز  
 کی نول داستان ہے۔ اس دور میں افسانوں سے زیادہ اس کی حقیقت سمجھنا دشوار ہے۔

شرح جزئیہ انکسار شروع ہوئی۔ ایک شول میں اس کا پیدا ہوا۔ ورنہ آئندہ کے دوسرے  
 شول میں باکرہ و مراہق۔ اس ایک سال کی مدت میں کیا لائق شاگرد کو یہ جرات ہوئی کہ استاد سے  
 اپنے تفسیر اوقات کا گلہ کر سکے؟ اور یہ اتنا فانی کا شکوہ زبان پر لاسکے؟ جانتا تھا کہ کامل استاد کی ایک  
 ڈکھاڑ سالوں کی کسر ایک دن میں نکال دے گی اور مدتوں کی مسافت گھٹنوں میں بے کمرہ دے گی  
 یہ امتحان یہیں ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ اسی کتاب کو سبق مور با سے شاگرد عبارت پڑھ رہا ہے  
 اس جملہ فقہی الرقۃ الیہ پر پختہ تہا بان سے ہل مشدہ کے بجائے و دشدد  
 لمانا ہے۔ در الرقۃ الیہ کو الرقۃ الیہ پڑھ دیتا ہے۔ وہ یہ فقہ مزے تھا۔ وہ کتاب  
 نہ ہوتی تھی استاد فقہ مرآۃ الیہ سے باہر تھے جو ہی میں آیا کہ۔ سبقت تخریج ہو بخدا  
 یہ سے یکس سے ابھی مڑا ہوا۔ یہ کہ سوادوں کو میں مضمون سبب پڑھ سکتا

سکون ہوئی سی دن کی روایتی سے ساتھ حاضرین عزت پائی گئی، انھی میں خوب مل ٹری  
 ن غائب جس جہ ہنپا میں اسب میرہ رہو میں دو تین ماہ سطر کے بعد بجا جسٹ دیاس ٹونک

و پس بیانیہ

دہ بارہ میو آتے اور بیسی سفارشیں پہنچتے لیکن ساری کوششیں لاعا حاصل ثابت ہوتیں۔

اس دن کی سب نیا بیوں اور شاگردوں نیا زندیوں کا یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا۔

پڑسی کہ کر خواہی، دخیل بستان بامی

چشمہ است مرا آخر غیرانہ تو کہ خواہم

حضرت مولانا حمیری مرحوم کا بیان ہے کہ جب مولانا ناراض ہو گئے اور رسائی کی کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو روز کاہ خواجہ میں شاگرد نے استاد کی خوشنودی اور معافی خطا کے لئے ایک چڑ کیا جس میں صرف ایک خشتک روٹی کھاتے تھے۔ چڑ سے فارغ ہو کر قطب وقت حضرت مولانا افسس حسن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موصوف نے دو روز قیام کا حکم دیا۔ پھر روز تیس مغرب گھر سے شہر پہنچا اور کھانا بھیجا کہ اب جاؤ۔

چنانچہ جب درد فراق کا مارا ہوا شاگرد خیر آباد پہنچا تو نجد کی ریاضت اور مولانا مراد آبادی کی امانت سے کامیابی کی شکل نظر آئی۔ غلام یہ ہے کہ بالآخر مولانا کے خدشا کرنے، ایک پیش قدمی کرنے کے بعد لحد سے موقع سے سفارش کی کہ آپ سے دو سال کے بعد پھر علم کے اس دیوانہ میں بار بانی کا موقع ملے گا۔

مولانا وہ مدت ایک ماہ سے ایک ہفتہ شاگرد کو دو سال کی عقوبت کا مستحق قرار دیا اور سب پر وہ شفقت کہ وہی قدر کی انتہی پر اتنی قدیم شغلی راتل ہو جاتی ہے یہ مولانا عبدالحق کی شہانہ ادنیٰ ذہنیت کے متراجی آثار کیا عجیب و غریب قیوت تھا

اس سے یہ دورہ اپنے آپ سے غالی نہ ہونے لگا۔ نواب کھب ملی فاضل کبھی کبھی مولانا سے ملنے بھی۔ یہ رستہ ختم نہ ہوا۔ زبان کی ذہانت و مانتز جوابی سے لذت گیر ہونے کے لئے کوئی اس قسم کا تدبیر کر دیتے تھے کہ زبان کی زبان سے ایسی باتیں بے اختیار نکلتے تھیں۔ ایک دن مولانا نے مولانا پر غصے سے بے قیام کو شہادہ کہ کہ ہڈیوں کو کسی کٹائی میں جن

بے انتہا ہوتے تھے۔ وہی سانسے سے ہی جمہور زبان پہ جاری تھا

مولانا مستحق توجہ نہیں ہوتے۔ اس زمانہ کی نوب کے لئے کھو

روپ کے نام پر بند حذر کتاب، لکھا، خاص اس کی طرف لطیفہ شاعر فرمایا کہ انوس  
 کے لئے کے متعلق کے متعلق رہت تھے نہ امت میں کوئی جوئی نہیں رست

برادر دوسرے کے دربار میں جرات کا بہانہ تھا لیکن غیبوں کے ساتھ مسانتہ چشم پوشی  
 کے بعد نفی کہ ایک زمانے میں یہی روق شاگرد مورنا کے باورچی خانہ کا حساب کھن کر تے تھے جوڑ  
 حساب کھانے میں لگے بڑھ کر تے ایک دن استاد کی خدمت میں اجزا کیسنا یا حساب میں ایک تہ کے  
 پر بھی لکھتے ہیں اور پنواڑی کے نام پر بھی ایک آنہ لکھا یا ہے ارشد ہو تو تم بڑے نادان ہو  
 ملک کی بنیاد حیثیات و اعتبارات پر قائم ہے۔ پان کی حیثیت سے اس نے ایک تہ یا اور  
 جیت پنواڑی کے دوسرے آنہ، لولا الاعتبارات لمصلحت، احکامہ

بیریں کھا جانے پر اسی ملازم نے جب مولانا کو لنگھوں کا بیڑی کھا دیا باور کر یا تو ہر اسے  
 ہانے دے سے اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمائے کہ فلاسفہ تہ اہل کو نماں سمجھتے ہیں لیکن میرے  
 بازہ مشاہدے کے بیڑی لنگھوں میں کچھ اس طرح در آئیں کہ لنگھوں کا زچم بڑھانے کے چیز  
 میں کچھ تبدیلی ہوئی۔

باغی کے ساتھ بے خبری کے یہ عجیبے زمانے میں جن کی مولانا کی ذات گری حاصل تھی  
 بر حال معاون شاگرد نے چندہ سال استاد کی خدمت میں اس طرح گزارے کہ جس کتاب  
 کہ مذکور سے پڑھ کر اسے غنے جب وہاں تک کئی سال ہیں پہنچے تو ایک بار نہیں کئی بار  
 معاون فرما آئے پڑھا اور سنا، مذہب و نصیب در سب نظام میرے قدر، ان کتابیں بھی پڑھیں  
 تھے شاہ ابن سینا، شرح اشارات طوسی، افق المبین میر باقر داماد، حواشی دوتی، حواشی  
 بہن، خوانساری، مولفات قوشچی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خود مولانا کی تصانیف مزاج  
 سب حواہر غالیہ وغیرہ بھی پڑھیں

لیکن عقول کے بعد استاد کی ہدایت حاصل کر کے اپنے حقیقی فالویر خانہ دلی مٹی کے  
 مراد شوخ و متبرہ مستند محادثہ مولانا محمد ارب پھلتی قاضی ریاست بھنیر کی خدمت میں حصوں  
 کو شہابی سے حاضر ہو گئے۔

مستعدی ایک جماعت بھی جن میں مولوی خیر محمد، مولوی قیس الرحمن، مولوی بدیع



میں سے سیر کی تھی اور وہی استاد کے ساتھ بھول گئی۔ بھوپاں صاحب بھی شریک دوسرے  
میں حواریوں کے ناموں کے ساتھ منکر کر کے ایک بد فریادہ ٹونک کے صدر میں  
رہے۔ بد فریادہ ٹونک کے معنی درخت سے شیشا ہوا۔ مانیہ حیدر آباد سب سے ایک مدرسہ  
سے۔ یہاں میں یہ کراہت دہانے لگا۔

دعاویہ سب ملی ہیں۔ پتہ دہا اور حکیم فی الدین دہلوی کے خاندان کے کسی فرد سے  
عرب کی تیس مئی کی حکمت و نسب دونوں اصطلاحوں کے لحاظ سے واقف حکیم تھے اور یہ عرب  
نائب۔ یا۔ جو ذات بھی حکیم صاحب کی نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔  
نائب طالب ملی ہی میں شادی بھی ہو گئی تھی اور لاہور کے کسی بزرگ سے بیعت بھی  
ہو گئے تھے۔

حکیم صاحب تحصیل ملک سے فارغ ہوئے۔ والد ماجد حکیم ذوق علی کی عمر پچاس بہا میں دیکھ  
جلی تھی، تو یہ مضبوط تھے۔ چاہتے تو فرغ من مازمت انجام دے سکتے تھے۔ لیکن غلبہ قسوت کی وجہ  
سے بزرگ نفس و دولت و گونہ نشینی کی طرف صیغہ مائل تھی۔ نواب صاحب سے صراحت کر کے  
مدد حاصل فرمادو۔ یہی بند مقرر کیا۔ مونا نام حکیم بركات حمد چاہتے تو اپنے والد کے ترست اور  
یہی اہمیت و مدد حیات کی بنا پر بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن کبھی مال و جاہ دنیا کی  
طرف توجہ نہ دینی۔ معالج خاص کے عہدہ ہی پر مدد العزاکتفا کی۔ دنیا سے بے تعلق کا یہ عالم  
تھا۔ حضرت استاد مولانا عین الدین اجیری مرحوم فرماتے تھے کہ تمام ملروں پر میرے پیسے  
شمار پائے۔ زندگی پہلا حقد درس و تدریس تھا، دوسرے حصہ میں تالیف و تصنیف کا ذوق  
عالم ہوا۔ آخر میں ہر چیز سے لگ کر یہ صرف اس شغل میں ڈوب گئے جس کے لئے  
نفس تھے۔ علی علی ۱۰ سال تو تھے۔ شرد علی ۱۰ سال تھے۔ پھر مصنف ہوئے اور آخر میں  
وہ سب مافیہ دور دنیا ملک نہیں تھے۔

بعد میں مدرسہ جماعت مستند مولوی تھی انیس میں کچھ طالب علم ہجرت میں تو ہم  
سے یہاں شایعہ کس کا آغاز ہوا۔ تب آپ کے پاس کچھ مقامی اور یہاں علماء و علماء  
وہاں آپ کی اسی صحبت کا اس کو بہت مست تھا۔ ہندوستان پر عام اندھلے سے یہ



نائب المذہب جو کہ تندرہ شارح پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تھا اور تندرہ و تندرہ  
 محاسن کا نام پر بشرت رکھ گیا۔ پانی پت کے ایک شرط نام علم مولوی چچا صاحب کے  
 عقیبتے عقب جوئے ایک ذہین صاحب علم مولوی عبد الواحد بدایونی مرحوم کو جو سب قدر تھے  
 "و مختصر" کا خطاب تھا جو بہار کے ایک نیا دہ بولنے والے طالب علم کو "بالمسٹر" کے نام  
 سے یاد کیا جاتا

بخاری کے تفسیر و شرح جو بھی نہ پڑھاتے تھے جو صاحب شروع و حاشی کی مدد سے مطالعہ  
 دیکھتے نہ پہنچتے۔ راضی ہوتے۔ غیر رسمی محاسن میں تحصیل علم و قیمت علم کے متعلق ایسے واقعات  
 سناتے کہ خود بخود حسب علم کی تشنگی سے معمور ہو جاتے۔ تقریروں، معاشیروں، شرحوں و نقلی نسخوں  
 کی نقل میں نسبت کا عیب سلسلہ جاری رہتا۔ ایک مرتبہ فلسفہ کی ایک کتاب کی نقل کے سلسلے میں دو جملوں  
 میں شکشیاں نکلیں کہ برہمنی کہ دونوں کے ہاتھ میں پھری دیکھی گئی۔ ایک مرتبہ خوانساری کا ماسٹیٹر  
 تھوڑے دنوں کا ماسٹیٹر نام نہاد کی کا ماسٹیٹر بدایونی جنہیں آپ کسی کو نہ دیکھتے تھے اپنے شاگرد مولانا  
 منشا حسن گیلانی کو جلد بندھوانے کے لئے دیا کہ دو روز میں جلد بندھو اگر داخل کر دینا۔ مولانا  
 منشا حسن نے دو شبانہ روز نہ تارخت کر کے انہیں اقل کر لیا اور چند ٹکٹوں میں جلد ساز کو زیارہ اجرت  
 دے کر جلد بندھو کر حاضر خدمت کر دئے۔

مولانا درسیات کے طلب اور شہنوی مولانا دردم کا بھی درس رہتا۔ فلسفہ شروع کرتے تو شمس العلماء  
 مولانا بدایونی کی تمہینت نریقہ حکمتہ جو رد میں ہے۔ سے ابتدا فرماتے

کتاب کے یہاں سے علم امتحان کے لئے بدقت تیار رہتے۔ جب کبھی سال میں باقاعدہ امتحان  
 لینا ہوتا تو سوالات پہلے سے بتا دیتے پھر امتحان لیتے۔ مقررعات کرتے، جرح فرماتے۔ جب اس  
 میں کمال نہ تھا تب پاس فرماتے۔ شعبان، رمضان اور شوال میں علوم انجیم بند رہتی۔ ہفتہ میں مشغل  
 ہر بعد کو اسباق بند رہتے

سلطہ مولانا درسیات کے طلب اور شہنوی مولانا دردم کا بھی درس رہتا۔ فلسفہ شروع کرتے تو شمس العلماء  
 مولانا بدایونی کی تمہینت نریقہ حکمتہ جو رد میں ہے۔ سے ابتدا فرماتے

فلسفہ و منطق کے متعلق فرماتے کہ ان کتابوں کی حیثیت ایسی ہے جیسے پہوان کہ روزیہ چہرہ  
بہشت بدر نہیں بلکہ پیشہ اور قریٰ مضبوط کرنا ہیں تاکہ اگلا وہ میں کو تم میں ان کتابوں سے جو  
ایسی قریٰ کو مضبوط کرنا ہے تاکہ اسلام کی تائید میں مخالفین کی سرکوبی کی جائے۔ یہ محدث پیشہ وقت  
کی کے ماتحت ایک روز خوش ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنا دس چہرہ نشتر توں کی تیاری کے  
نے نام کیا تھا۔ سو احمد شہر دو نشتر تو مجھے مل گئے۔ ان شاء اللہ ان سے بڑا کم نفع ہو

حکیم صاحب سے متعلق جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس کا بڑا حصہ شہر دست پہوان نامہ منظر حسن  
نیدنی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے ان مضامین سے ماخوذ ہے جو موصوف نے حکیم صاحب کے  
مقالے کے بعد نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں شروانی کی ہدایت پر ۱۳۴۲ھ بمطابق  
۱۹۲۱ء میں معارف اعظم گڑھ کے مسلسل تین نمبروں میں لکھے تھے۔ موصوف نے نوک میں ان مسائل  
پر بزرگ حکیم صاحب کے دریا سے فیض میں شناسداری کی ہے اس لئے اکثر و بیشتر واقعات و حرات چشمہ  
میں کہیں کہیں حضرت الاستاذ مولانا امیر میری اور دوسرے اکابر سے سننے ہوئے حرات بھی ہیں  
سے درج کر دئے ہیں۔ اب میں مولانا مناظر احسن کے قائم کردہ عنوانات کے ماتحت انھیں کی جاتا  
ہے۔ سب موصوفت و اضافہ کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

## دور تالیف

تقریباً بیس سال تک مختلف علوم و فنون کی مسلسل تعلیم و درس کے بعد اور تقریباً دس پندرہ سال  
سے حضرت نے اپنی توجہ درس سے زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف پھیر دی تھی ان کی کئی کتابیں  
انہی زمان میں ہیں جن میں بعض توجہ پڑے چھوٹے رسالے ہیں اور مختلف مضامین اور سی کتابوں  
سے ضلع مقامات کے محل سے متعلق ہیں۔ ایک ضخیم کتاب آپ نے الحجۃ البازغہ کے نام سے  
مکتب میں مابعد الطبیعیات کے چند اہم ابواب پر مجتہد انا از سے گفتگو فرمائی گئی ہے نواب  
مختلف ملک مولانا الفوائد خاں مرحوم استاد حضور نظام نے اس کو حکومت آصفیہ کی جانب سے  
تالیف کرادیا ہے

اس کتاب آپ نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کی یہ مولانا بحر العلوم کی شہرہ منار فارسی کا عربی  
مبصرہ و اشاعت ہر مقامی تو انصاف کے لئے بہترین کتاب ہے۔

نیز مرے آپ پر تصوف، مہربانیاں اور چند جو کتابیں میں دنیوی و دینی سب کی سب پر  
 موصوع ہیں۔ آپ نے دین و دنیوی کے لکھنے پر مولیٰ کی تردید میں بزبان اردو کچھ نوٹ کر دئے  
 تھے جس کو باضابطہ مرتب کر کے صدقہ جاریہ نے رد آریہ کے نام سے حضرت کے فاضل مرشد مولانا  
 محمد احمد صاحب شائع بھی کر دیا ہے۔ اردو میں اگر حضرت کی کوئی یادگار ہے تو یہی ہے۔ بعض فاضل  
 جزئیات کے متعلق چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں۔ ترمذی شریعت کی ایک ضخیم شرح کا بھی آپ  
 نے آواز کیا تھا۔ ہر سال حدیث و تصوف کے سوا آپ کی تمام تالیفوں کو کششوں کا تعلق ایسے مسائل سے  
 ہے جس کی ہنگامہ کے دور میں میں مشکل سے ہوگی۔

ایک رسالہ تیار کی خبر پر غماز دیا عدم اعتقاد اور دو مسالوں کے مہڈی کی طرح جو سنے یا نہ  
 ہوئے۔ پہلی تھنیت فرمایا گیا ہے۔ اول الذکر رسالہ چھپ چکا ہے۔ دونوں میں دلائل و براہین ہیں  
 کافی زور صرف کیا گیا ہے۔

### عبادات و ریاضات

حزرت میں تقویٰ، نابت، فطرت باطن اور عشق نبوی کے جوہر ہوتا ہے اسے منور تھے لیکن ان  
 میں اب وہ اب سہ وقت آتی جب علم و عقل سے آپ بالکل خشک کر بیٹھ گئے۔ یہ تو آپ کا ہمیشہ  
 سے معمول تھا کہ رات کے پہلے ساڑھے تین بجے اٹھ جاتے، تنہی کی نماز پڑھتے، پھر صبح کے ساتھ  
 کچھ نماز کرتے صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں اجتماعت و اگر کے ایک خاص منظر قابل دیدار اس کے بعد  
 بہت تھکا کہ نماز بعد طلوع آفتاب تک مسلسل زور زور سے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ادائیہ ماثورہ  
 ہ ایک سلسلہ نہایت کوشش سے شروع فرماتے تھے، مسجد سے اٹھ کر گھر آتے تھکے تیار رہتا تھا۔ اسی  
 درمیان میں غائب ہو کر دیکھنے جاتے۔ ورنہ انہیں قرآن مجید اور دلائل الخیرات کے دہانہ ہم کرتے۔

آپ رنج و زیارت و شوق مسافروں اور جو زکے سوا شام و لکھنوی اور مصر جوتے ہوئے آپ  
 نہ جاتے۔ اس سے جب آپ کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اور وہ دیشوں کے یوں تو ہمیشہ سے متعلق  
 تھے۔ ان کے جہاں سے جہاں سے سن آتی تھی مجاہد بہت یز ہو گیا۔ سی سرحد میں ایک مذہبیت  
 سے تھکا ہوا تھا۔ وہ دن میں فقہ میں آپ کی تھکا تھکے فقیر پر پڑی جو اپنی غلامی کی شکل  
 میں تھکا تھکا تھا۔ وہ دن میں سے تھکا تھکا تھا۔ وہ دن میں سے تھکا تھکا تھا۔ وہ دن میں سے تھکا تھکا تھا۔

میں جب اس یقہ کے ساتھ برآمد ہو تو جس میں سے اس نے یہ سنا ہے کہ  
 رہا کر دیا۔ ان کا نام حضرت کمال الشاہ و مفتی شافع حسنات سے جس میں مسلمان  
 مقرر ہوئی اس کے بعد حضرت آبدیدہ تھے۔ اپنی گزشتہ غنت پر گھٹا سے تھے تذاویب  
 کا حیدر آباد قیام رہا۔ وقت کا اکثر حصہ انھیں بزرگ کی جہانی پر توجہ بستر کرتے تھے وہ بہت  
 بات کو جتن سے جتن دیتے تھے۔

یہ بزرگ مدد اس کی جماعت صوفیہ کے ایک بڑے اعلیٰ گروہ سے متعلق تھے۔  
 یہ مسئلہ کے بزرگوں نے عربی فارسی میں اباب نامی قسم کا ذخیرہ مختلف کتابوں کی شکل میں مکتبہ  
 کیا ہے۔ حضرت نے دعوئے بدو کر یہ کتابیں قلمی و مطبوعہ مکتبہ کیوں و رشادہ صاحب سے بہت  
 سے کراہت فرماتے ٹونک ہوئے۔ آخر زندگی میں ان کا مشغلہ ان ہی کتابوں کا معائنہ اور  
 اسے مطالب استیصال کر کے کئی کتابوں کی تدوین رہ گیا تھا۔ مچھلی شاہ صاحب نے ایک بار  
 زبانا میں حکیم صاحب کو عالم مثال میں دیکھتا ہوں کہ ان کے سر پر تاج زرنگہ رہے۔ وردہ کسی  
 منصب عالی پر سر فراز کئے گئے ہیں یہ واقعہ حضرت مچھلی شاہ نے حکیم صاحب کی زندگی ہی میں  
 بیان فرمایا تھا۔

## سخاوت

حضرت کا سینہ نہایت وسیع اور چشم کشادہ تھی۔ صاحب ملوں کے ساتھ جو بڑا دقا معلوم  
 ہوا کہ اس کے مواعظ میں، بیواؤں اور دوستوں کے ساتھ خفی طور پر آپ بہت سداک فرماتے  
 تھے نہ ان قربا کے ساتھ آپ کا سلوک بالکل بذریعہ معمولی تھا۔ تنخواہ کا ایک بڑا حصہ ہر مہینہ ان  
 بیلوں کو مشاہدوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اخیر میں عربوں کی مہمان نوازی کا جو سبب بہت  
 اب بڑھ گیا تھا۔ محبت رسول کی آگ بھڑک جوں تیز ہوتی تھی۔ دیار محبوب کا ہر خیور سب کو  
 سنا کر دیتا تھا یہاں تک کہ اسی شوق کے پیش نظر آپ نے چند سال پہلے ۶۰۰ کے لئے  
 ان غنیمتوں سے بے حسارت سے تبرک کر لی تھی اور اس کا نام رباط رکھا تھا جس میں ہر قسم کے  
 اسباب آب و کھانہ سے تھا ٹونک میں جو درجہ تا مضاف گرا۔ یہ وہ جوتا تو اس کے  
 لئے نعمت ناز کی حیثیت سے اپنے کو پیش کرتے جو دیتے۔ مرسے سے اونٹوں کو

سے محمد رسول کو کہنے میں عجب کور و ناپے دیکھا۔ ہم کریم کریم تھا حیدر آباد اور دوسری ریاستوں  
وایت ہے صفات و ثروت کی بنا پر عربوں کی سفارش کے خطوط تحریر فرماتے۔ بہر حال آپ  
کی فدائی سماعت میں خود بخشش کی سنت آپ میں بہت نمایاں تھی۔

### سادگی اور وارفتگی و استغراق

سادگی و سادگی وہی ہے آپ باہل سادہ تھے۔ معمولی لباس زیب تن فرماتے  
مذہب میں و رنگی حد سے گزری ہوئی تھی۔ درگاہ میں کبھی کبھی الٹا پاجامہ پہن کر تشریف لے  
آتے۔ پان کھانہ کی عادت بہت زیادہ تھی۔ کپڑے و سامان رکھی ہوئی کتابیں منہ سے  
چھایاں ڈر کر خرب کر دیتیں۔ آپ کی وارفتگی کے قصے بہت مشہور ہیں۔ ایسا بھی اکثر دیکھا  
گیا۔ عربی یا حیدر آبادی رومال کے بجائے کندھے پر بچو کا سنا لچر ڈال کر باہر پلے آئے ایک  
دن امام کے بجائے پاجامہ سر سے باندھ کر دربار میں پہنچ گئے۔ نواب صاحب کے ٹوکے پر  
موقوف ہوئے۔ یہ بھی بسا اوقات ہوتا کہ کسی نے فیس دی۔ رومال جو کندھے پر اکثر ڈالے  
رہتے تھے اس کے کوسٹے میں باندھ دی سیکن اس طرح کہ رومال میں گرہ لگ گئی مگر روپیہ  
باہری رہا جس ناجی یا ہٹا لیتا۔ کوئی دیا تدار ہوتا تو پیش کر دیتا۔ علی انہماک اور فکری  
استغراق ہمیں قسم کے محقرات امور میں ایسے افعال کا مادیہ ہونا یاد نہیں ہے۔

### فتاویٰ

دین میں ترس کا شائبہ مطلقاً نہ تھا۔ مہاراجہ اندور نے مختلف ذرائع سے آپ پر مذہب  
کا بایں مویشاہ و دنیا منظر کیا۔ اس کے سوا کوئی دوسرے کے لیکن آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ ان  
اقوال کا اثر نواب صاحب پر بہت پڑتا تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ نواب یہ خیال کرتے ہیں  
میں کو چھوڑ دوں گا۔ مگر ان کا یہ عجیب خیال ہے۔ حیدر آباد دکن کسی ضرورت سے  
منے سے نواب صاحب پیٹ کر کہنے لگے کہ مولوی برکات احمد صاحب! جانے کو تو جاتے  
نہیں نیچے چھوڑ دینا، بھائی تمک سے تو تم مجھے دین کر کے ہی جانا۔ کیا معلوم تھا کہ معاملہ  
بامکس ہوئے دل سے انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا

تو ہم ہی میں مکتوب آپ کی مای زماںش کا پیش آیا تھا اس وقت چاہئے نو



پورہ روچنے جائزہ پتہ پر آپ کو جس جہت سے بعض دوسروں سے آپ نے  
دیکھ کر بری صرح ٹھکے دیا۔

### جہاں و مناظرہ سے نفرت

بے نظیر منطقی اور فلسفی جو سنے کے باوجود آپ پر اس مناظرہ سے نفرت سے بھی دلت  
بانی مناظرہ نہیں فرمایا نہیں۔ پھر یہ سب سب دلی غلوں سے باہر صبر و استقامت  
مردی عبد الوہاب سے کچھ متاثر ہو کر اس مناظرہ سے نفرت کر رہا  
کو دنیا جیری نے اپنے رسالہ چہار تازیانہ قمار میں تفصیل سے لکھی ہے۔ درحقیقت  
کو بھی تحریر فرمایا ہے جن پر گفتگو ہوئی تھی۔ بعض عقلی و چند ماہی جزیانہ پر آپ میں در  
آپ کے بعض معاصرین استاذ الامام سائندہ مولانا فضل حق راہپوری مرحوم ہیں۔ وہ راہپور  
اور شمس العلماء مولانا عبد اللہ ٹونکی وغیرہ ہیں۔ نوک جھوک رہی۔ نیز بعض مسائل دیوندرہ سے  
مستقل آپ نے کبھی کبھی کچھ لکھا۔

سر سٹو برس کی عمر میں یہ چند شاؤم شالیں ہیں۔ در یہ بھی کسی خاص وقتی ہوتی یا سچا  
تجربہ کار و واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی چھوٹی باتوں سے اللہ نے آپ کو بہت رنج و ملال  
پیدا کیا تھا۔

### ملا مذہ

وسط ایشیا، ترکستان کے شہروں خصوصاً بخارا، تاشقند وغیرہ سے لے کر بنگالہ، بھارت  
ملاؤ ملک تقریباً ہر بڑے شہر میں آپ کا کوئی نہ کوئی شاگرد و تلمیذ نظر آئے گا۔ وہ بھی حالت میں  
ملاؤ ہے۔ ہر دن ہندو سے آپ کے پاس طلبہ و محسوس کر اس نے زیادہ آئے تھے۔ ہندو سے  
قائم کے آپ خصوصاً کے ساتھ ابن سینا، طوسی، قوشچی، دوتی، حواسی، مڑو، داما  
وغیرہ کی کتابیں پڑھاتے تھے جو اس زمانے میں ہندوستان میں نہیں مل سکتے تھے۔ دہلی  
ملاؤ بھی اس انداز میں نہیں پڑھائی جاتی تھیں۔ مادہ اللہ کے طلبہ میں ان تصانیف کی کتابیں  
پڑھنے کے خاص شوق تھا۔

ملاؤ میں مولانا امین الدین اجیری مولانا فضل الرحمن ٹونکی نور عبد اللہ





و آپ نے مدین کی مکانی تھا کہ بابہ سے جو ملی میں پھینک دی وہ جو کچھ جی میں رہا۔  
 میں اس نیکبخت بیوی صاحبہ نے کبھی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لایا تھا۔  
 ہر طرح معذرت و خوار سے رضا مند کرنے کی کوشش کی  
 موصوف جب اپنی زبان سے اس قسم کے واقعات سناتے میں تو ان شرخسب  
 انسانوں کے تذکرہ پر آبدیدہ ہو جاتے ہیں

یہ واقعہ ہے کہ اگر میری صاحبہ نہ ہوتیں تو شاید بڑھتی مسے کے سہو اردوں و علمی  
 آبادیوں میں نہیں پایا جاسکتا تھا۔ آپ ہی حضرت کے صفت پر شبہ بولا: حکیم محمد حمزہ  
 کی والدہ ماجدہ تھیں اور محمد میاں کے سوا کوئی دوسری نسلی نشانی موجود نہیں تھی جس کی  
 علمی ذریت زمین کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہو کیا ہو اگر ایک تھوٹے پتے کے سر  
 نے درک کر لی اور انہیں چھوڑ دی۔

از صدائے سخن عشق ندیدم حوش

بادکار سے کہ درج کتب و قدر بید

مولانا حکیم محمد احمد علیا و منسباً، دہخدا و منسباً: لہ جو کچھ دانش خے و  
 کے بعد وانی کو تک کے معاذہ خاص مقرب ہوتے درہ صوف کی خدمت میں درج کی بات  
 آپ نے ہاتھ میں لی تھی کہ دو تین سال کے بعد والدہ ماجدہ کی خدمت گزار سے ہم ملا۔  
 کو مدعا رکھنے اور یہ ماثرت علمی بالکل سی صورت سے واقف ہو گیا۔ عید مسکے تہذیب  
 تمسک العلماء مولانا ابالحق خیر آبادی کو پیش آیا تھا جس علیا کے در سال بعد بن آپ کے جمع  
 جانشین مولانا ابالحق اعزہ و اقارب کو ہوا انہ مفاہقت و کمرانی سلسلہ علم کو مہم کر کے  
 مولانا حکیم محمد احمد علیا نے دو یادگار بن چھوڑی ہیں، مولوی محمد میاں و مولوی غوثیوں  
 ہوا کے شاگرد مولانا محمد شریعت لہذا رسرارہ مدینہ منورہ تھانیا تھانیا شریعت کی خدمت میں  
 تحصیل علوم کر رہے ہیں اور پڑھنے لکھنے کے تمامات بھی دے رہے ہیں۔ تہذیب  
 اس کے علمی یا ادبی بھی ان دونوں کو جانے بیچوں مملو و دو اور علمی لہذا رسرارہ بھی مدعو  
 کا دوبار سے میں انھیں ملے سے حسن الخلام صاحب ماساتھیں سے  
 سے اس شریعت لہذا رسرارہ مدینہ منورہ تھانیا تھانیا شریعت کی خدمت میں

## وفات

سرستھریس کی عمر کے بعد یکایک آپ سبھی کی اس منزل پہنچ گئے جہاں انسان دنیا میں فروغ  
 پر کار خیزت میں غلو رہتا ہے۔ حکیم صاحب کی وفات کے حالات کے متعلق مٹا سب معلوم ہوتا ہے  
 کہ آپ کے نعل سعید غفلت ارشدہ مولانا حکیم محمد احمد مرحوم کے اس مطلوبہ خط کو نقل کر دیا جائے جسے انہوں نے  
 اتحاد ہند کے قریب ناموں کے جواب میں شائع فرما کر متعلقین کے پاس بھیجا تھا۔

جناب مخرم ..... السلام علیکم وعلیٰ جمیع من اتبع الہدیٰ

جناب ہمارے تار و مکتوب گرامی پر سلسلہ قریبیت و بر طلب حالات مغضل حالات و  
 وفات والدی مراجعہ والدین حضرت مولانا برکات احمد صاحب قنبر رحمۃ اللہ علیہ  
 موجب ممنونیت و تسکین خاطر خیر حقیر ہوا جو اب التماس ہے کہ حضرت غلیہ الرحمۃ کو  
 دوسرے کچھ زیادہ عرصہ ہوتا ہے کہ ضعف معدہ کی شکایت تھی۔ سال گذشتہ اسی  
 حالت میں بتا ہوا کہ وہ اندازہ زیارت سلطان دہلی عالم علی اللہ علیہ وسلم و حج ثانی  
 سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ موسم نہایت تیز و تند تھا اور طبیعت پہلے ہی سے مضطرب  
 تھی اس لئے اس سال بعد میں زیادتی پیدا ہو گئی سفر میاں کے سے معاودت  
 واپس کے بعد پر سلسلہ اس سال جاری رہا غذا بجا سے دو وقت کے ایک  
 وقت جو سی۔ یا سنت کی کثرت، درس و تدریس کی پوری محویت، انضیم و  
 آس و سہولت مذاک کا نتیجہ یہ ہو کہ ضعف یہ مافیہ ما بڑھ گیا و مرض الموت  
 نزلت۔ مرنے کا لمحہ ۱۳۶۶ھ سے اس طرح شروع ہوئی کہ شدت سے دفعہ  
 بخار و مہاجرت و کمال تپش و ذرا کم مغارت نہ ہوا اور تھیر دم بگرا اور سوا قنیر ہو کر  
 اتنا مستعد رہا کہ مرض ۵۰ سالہ جو مرقہ تھا۔ نگہاں صحت جہانی کی طرف  
 مائل ہو گیا۔ جن بدی و نام قد جو مشہورہم و جس سے صحت کو بارہا خس و خیر  
 ہوا۔ اس کے بعد اس کی سوانح کوشش بری تھی۔ بر تریں جس  
 میں اس کے بعد اس کی سوانح کوشش بری تھی۔ بر تریں جس

ماہِ مفر کے اخیر عشرہ میں مرض کی انتہائی شدت ڈبل ٹونیک کی صورت میں ہو۔ ہون  
جس کی کمزور جسمانیّت تاب نہ لاسکی اور ناقصہ فضل و کمال غزوہ بین دونوں ۲۴  
کوشب کے ۳ بجے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وما کان قیس ہلک ہلک واحد

والکنہ بنیان قوم قصد ما

وفات شریفہ سے ایک شب پہلے وصیت فرمائی کہ :

"میرے مددگار اور رباط کا پوری طرح خیال رکھنا، درس و تدریس :

سلسلہ پوری قوت کے ساتھ قائم رکھنا، میرے والد ماجد حضرت

مولانا حکیم داکم علی صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس ضرور جاری

رکھنا، میرے فاتحہ کا بہت خیال رکھنا :

دورِ علالتِ کامل پانچ ماہ قائم رہا مگر ایک روز بھی مشغذِ علمی ترک نہ ہوا، جمعہ کے

روز حضرت کی زندگی کا اخیر دن اور یوم الرحیل تھا۔ میں جمعہ کی نماز سے واپس ہو تو

"اشرف فی تحقیقہ التصوف" کے مطالعہ میں مستغرق تھا۔ بغیر یامِ مدلت میں

تین طبعی علمی تصانیف فرمائیں جن کا اختتام زندگی کے نعمات کے اختتام کے ساتھ

ہوا ہے اور جن کو حضرت علیہ الرحمۃ کے معلومات کا پتھر سمجھنا چاہیے، جن میں

اتساعِ نظیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اتساعِ کذب الواجب بل مجاہد کو بے قوی تر و

درشنِ دلائل و حججِ ساطعہ اور ہدایہ بن فاطمہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ

میر جیسا اہم وقت ہی کر سکتا تھا در تیسری کتاب تصوف کے مسائل مشکوٰۃ ص

ہیں بہترین کتاب ہے ان ہر سہ کتب کی تصانیف شروع مرض ہیں جس سے

مصلح ہونے کے بلکہ اب دنیا سے کو قریب سے مشورہ کی گئی و درود



بہترین نے ایک ہفتہ بعد ایسی ہفتیک اس روز سے جب علی حجت  
 ..... سرکار عالی وقار و ام ماکہ و اقبالہم نے تشریف فرما کر  
 یہ تعزیت اور افرامی اور فرمایا کہ اب فرائض منسی یعنی سالجہ سرکاری و مدت حضوری  
 انجام دوا در مدرسہ کا کام شروع کرو، سب کام شروع کر دے ہیں و شیئ التوکل  
 و بالاطمئنان۔ سرکاری سالجہ کی خدمت اگرچہ باقاعدہ مع تنخواہ چہار ماہ رو بہ رو  
 باکرمونیع تھک یہ اپریل ۲۶ء سے میرے نام منتقل ہو چکی ہے۔ میں ذمہ دارانہ  
 حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ نیز مدرسہ کا سلسلہ باقاعدہ ۱۳۲ھ سے حضرت  
 رحمۃ اللہ علیہ کے ایام سے جاری کر رکھا تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی  
 کی وجہ سے عجیب بے فکری و استغناء تھا اور فرائض مستحب کا درجہ رکھتے تھے  
 اب فرائض فرائض ہیں خدا کے فضل سے دارالعلوم کے کل حلقہ پورے جو شروع  
 معرفت کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جد مجھے اپنی  
 مذہبی نظام الاوقات بدل دیا پڑا اپنے اکثر اسباق تحت مدرسین کے پاس  
 منتقل کرنا پڑے تاکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقہ اسباق اپنے ذمہ سے سکوں  
 چنانچہ میں نے ایسا کیا، نیز میں نے حضرت موصوف کے بعد مولانا عبدالرحمن  
 چشتی اشاگر درویش حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ فتحپوری دہلی کو اپنا اسسٹنٹ  
 کر کے بلا لیا ہے اور وہ بھی مدرسہ تدریس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمیز غفر  
 حضرت مولانا نصیر احمد صاحب مدظلہ خصوصیت کے ساتھ درس تفسیر وحیث میں  
 معروف ہیں مجھے امید ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض علمی انشاء اللہ ہمیشہ  
 اسی طرح جاری رہے گا اور آپ اس کے لئے اوقات مختصر میں دعا فرمائیں گے  
 نعمت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں ایک مسجد اور پاہ کا بھی سنگ بنیاد رکھا گیا ہے  
 یہ سب کہ آپ سب مراسم قدیم کا رالافہ ذخیرت مزاج سے یاد فرماتے رہیں گے  
 حیات قدس رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مطبوعہ تصانیف کا سلسلہ شاعت منقذ شریعت  
 کیا بادے گا و انشائاً جناب کے لئے اس کے مطالعہ کا موقعہ ہوگا فقط

نیازمند

کترین ابو الحسنات محمد احمد الهاشمی معالج خصوصی فرمائے تو تک  
ناظم اعلیٰ دہلی مدرسہ دارالعلوم نظامیہ غلیلیہ تو تک (راجستان)

## علامۃ السنہ مولانا معین الدین الجیری

۲۵ ستمبر ۱۲۹۹ھ — ۱۰ محرم ۱۳۵۹ھ

ابو احمد راجہ لقمقام، اللہ دہلی الفہامہ، والنطیق السکرامہ، علامۃ السنہ حضرت الاستاذ  
مولانا الحاج معین الدین الجیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد بہارستان کے  
مشہور فاضل مدد مدرسہ سیمان ندوی نے عمارت اعظم گڑھ اپریل ۱۹۴۰ء میں تقریبی مضمون پر  
قلم فرمایا تھا جسے وہ نقل کرتے ہوئے اس کے بعد اپنی محرمات و مشاہدات کا کچھ حصہ مختصر طور پر  
پیش کرنے کی سعادت حاصل کر دی۔

نوم ۱۳۵۹ھ میں یثرب کے دن علم و عمل، فضل و کمال، مہار و

تعامت اور تقویٰ و طہارت کی ایک ایسی مسند عالی ہوئی جو غالباً ہر صد دراز

تک نمایاں رہے گی، نالہ وانا ایہ اجوں

اس سے جا رہی ماہ حضرت مولانا معین الدین الجیری رحمۃ اللہ علیہ کا سانچہ

تعمت ایہ عام شخص، ہاں بل خانہ ان یا مسلمانان الجیری کے لئے نہیں

ست بدست سدی بناس سے متاثر، اپنی کہ نصیبی پر نوحہ کناں ہے۔

ماکان فی ہلک ہلک واحد

لکھ سار قوم نصدا

یہ ایک عظیم شخص ہیں، تھے وہ دماغی مولانا عبد الرحمن صاحب

تعمت ہاں، جس نے سوسہ بیٹ تھے دروہ بھی داخل اسلام ہوئی تھیں



۱۔ پھر ہمارا ان کا گھر تھا۔ تعلق راجپوتانہ سے اس طرح پایہ ہوا کہ مورخان  
 میدان جن صاحب ریاست ٹونک میں سیکرٹری کونسل تھے۔ چار پانچ سو روپے  
 نقد دے دی۔ اسی علاقہ میں دیوبلی (راجپوتانہ) میں ۲۵ مئی ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے  
 وہ باپ کے زیر سایہ زندگی کی ابتدائی منزلیں طے ہوئیں۔ بچپن ہی سے سعادت  
 فرزندگی کے آثار نمایاں تھے چنانچہ دولت و ثروت کی گود میں اپنے دلے  
 اس نوجوان نے ہمیشہ طالب علموں میں مسادات ہی کی زندگی بسر کی۔ میرا  
 خاٹہ اور ریاستہاں کا کبھی مظاہرہ نہ کیا۔

قیمت کی خوبی اور نصیب کی بھلائی نے خاتم المتحققین حضرت مولانا سید  
برکات احمد صاحب (بہاری) ثم لٹونکی سے تلمذ کا رشتہ قائم کر دیا۔ اس تعلق  
سے مولانا کا سلسلہ تلمذ یہ ہے :-

حضرت مولانا عظیم الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید برکات احمد صاحب ٹوکی

حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا نعلی حق صاحب خیر آبادی رحمة اللہ علیہ

حضرت مولانا فضل امام صاحب خیر باد می رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ملا عبدالواحد صاحب خیر آبادی

حضرت علی اکرم صاحب سندش  
رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الكل حضرت علامه نظام الدین صاحب مسالوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمدہ مقبول و منقول کی تکمیل مولانا بکرات احمد صاحب بی سے توں نظم ریاضی

نہت کرنا۔ اطف الله صاحب رحمة الله عليه سے حاصل فرما۔ بامیس سالانہ عمر میں

یہ کتاب کا نام "مذہبِ اسلامی" ہے۔

دو لقمہ کھا کر اس کے پاس دالہ اور میوے تھے۔ کچھ کھا کر دالہ کے ساتھ میوے کھا کر اس کے پاس دالہ اور میوے تھے۔ کچھ کھا کر دالہ کے ساتھ میوے کھا کر اس کے پاس دالہ اور میوے تھے۔

...میں، اگرچہ وہ ایک عورت تھی...

۱۰۰۰ روپے میں بیس روپے کے لئے



موم میں ایسا رخ ہو گیا کہ جس کی نظیر کم دیکھی گئی ہے۔ اس وقت سے دین  
 قدیس کا مسند باری ہو گیا۔ ہندستان اور ہندستان سے باہر ملج، بنگالہ، چین،  
 افغانستان اور دوسرے ممالک سے المہجوق ورجوق آنا شروع ہو گئے۔ اسی زمانہ  
 میں ایک خاص واقعہ نے آپ کی شہرت کو پانچاند لگا دیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا  
 عبدالحق صاحب صاحب فقیر قالی کے زیرِ استقام آریوں سے ایک مناظرہ  
 ترتیب پایا تھا۔ آریوں کی طرف سے پنڈت دانت چند جی بحث کر رہے تھے مسلمانوں  
 کی طرف سے بھی بڑے بڑے مناظر گفتگو کر رہے تھے۔ تین دن سے مسلسل جاری تھا  
 جب مولانا کی باری آئی تو آپ نے روح، مادہ، پریش کی فداست کے سلسلے میں شد  
 وقت کی حوصلہ بحث کو اس خوبی سے بیان فرمایا کہ صرف ۲ منٹ میں پنڈت جی  
 راجوب ہو گئے۔ دیموق دیمالعت آپ کے تجربہ کی قائل ہو گئے۔

یہ سرفہ ایک نکالہ بنائیں اب ماند علیوں مرحوم والی راہرو کی تحریک  
 پر مولانا ب۔ ب۔ باب صاحب ملحق بیاری مرحوم سے ایک خاص علمی مسئلہ پر بحث  
 جس کا نتیجہ عبورت کتاب شائع ہو چکا ہے۔

دھانی سال مدیرہ لکھنؤ، جو میں صدر رہیں گئے بعد ۱۳۲۶ء میں  
 تعمیر کر شرف کونست بخشا اور ۱۳۲۷ء میں مدیرہ معین الحق قائم کیا۔ سرکار نظام جب  
 جمیہ لشریعت لاسے اور حضرت مولانا کے دیکس میں مسلسل چھو وقت شریف ہوئے تو  
 اس قدر متاثر ہوئے کہ غفلت نہا نہ سے سرفراز فرمایا اور مولانا انوار اللہ صاحب رحمۃ  
 اللہ علیہ کی تحریک پر مدیرہ معین الحق کو مینیٹمانیہ قرار دیکر ساڑھے بارہ سو روپیہ بابانہ  
 اس نے جاری فرمادیا۔ مولانا اس بارہ کے صدر مدیرہ ہوئے اور پندرہ سال  
 تک یہاں درس دیا۔ ۱۳۳۰ء میں کارپروڈان مدیرہ مولانا میں اختلاف ہوا۔  
 چنانچہ انہوں نے استعفا دیدی۔ نومبر ۱۳۳۰ء میں دارالعلوم حنفیہ صوفیہ کے نام سے  
 ایسا اور ۲۰۰۰ روپے فرمایا اور ۱۳۳۱ء تک اس مدیرہ کے طلبہ کو اپنے فیوض علمی  
 عمل سے سرفراز فرمایا۔ ۲۰۰۰ روپے تک قنم ہے۔ ورشد کے غریب مسلمان اسکو

روایت ہیں۔ دارالعلوم مدینہ شامیہ سے علینہ کی لکے باوجود اس کے اراکین مدینہ  
 بدو دیگر متفقین سے تعلقات خوشگوار رہے۔ ۳۵ برس میں مدینہ کے اراکین  
 حضرت مولانا کو چلائے یہاں واپس لائے لیکن سیاسی اختلافات کے نتیجے میں  
 ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۸ھ کو حکم سرکار نظام دار مدینہ شامیہ سے  
 ہٹ ہوئے۔ لیکن اس علیحدگی کے بعد بھی ملتہ وکس پوری سب دناس کے ساتھ

خام رہا

اس زمانہ میں وہ مدرسہ میں دوسرے علمی مشاغل بھی جاری رہے چنانچہ مولانا  
 نے ضابطہ کو ایک مضامینہ ذخیرہ چھپوا رہے جس کا اکثر حصہ بھی طبع نہیں ہو سکا  
 مولانا ترمذی شریف کا ایک تمام حاشیہ وجود علم و معلوم، کلی طبی و مسند دہر پر  
 ملکی و جامع تقریریں، حضرت خواجہ غریب نواز کی محققانہ مباحثہ علمی و غیرہ یہ چیزیں  
 انشاء اللہ جب اہل علم کے سامنے آئیں گی۔ اس وقت ان کو معلوم ہو گا کہ اجیر کے  
 اس پورے انشین کی لگاؤ تحقیق کتنی جلد تھی

آخری زمانے میں درگاہِ بل کی اصلاح کے متعلق جو فتوے مولانا نے مرتب  
 فرمایا تھا وہ اس قدر جامع اور موثر تھا کہ ایک طرف ترمہ ستان دہر میں سکے  
 نماز نے اس کی تاکید کی اور دوسری طرف ملتان اسمبلی نے اس بل کے ان تمام نقائص  
 کو دور کیا جن کا شریعت اسلام سے تصادم ہوتا تھا۔

یہ تھی مولانا کی علمی زندگی! علمی زندگی کا یہ حال تھا کہ اجیر میں صد بابہ غات  
 قانون کیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے ملک کی صحیح رہنمائی میں باوجود چند در چند مشکلات  
 کے کبھی مطلق کی نہیں فرمائی۔

تحریرِ خلافت میں مذہبی لٹوکے جرم میں دو سال کی قید و سزا کو اس پامرد  
 وصالی مبتی سے برداشت کیا کہ علی براور ان نے قدم چوم لئے جس زمانہ ابتداء میں  
 مولانا غایت القصد صاحبِ رجحیتہ لعلار اور مولانا احمد سعید صاحبِ منصب

جمیہ علم قیہ و اخربندی کی تکلیفیں عطا رہے تھے۔ اس وقت تحریک کی رہنمائی کے لئے آپ برصغیر تشریف لے جاتے اور جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد مسائل و حوزہ و پرتھریہ فرماتے۔ جمیہ العلماء کے بعد جس امر و بہ کی صدارت فرمائی اور ستم قتل نامہ صدر و سب سے صوبہ چوتانہ کی مجلس خلافت کو آپ کی صدارت کا ہمیشہ فخر حاصل ہوا۔ تحریک کشمیر کے زمانہ میں مجلس احرار اسلام کے ڈکٹیٹر و سب سے مسلمانوں کے سوا برادران دین بھی آپ کی سیاسی بصیرت کے معترف اور اس سے متاثر تھے۔

ن ملی و سیاسی مشاغل کے ساتھ ساتھ سلوک اور تزکیہ باطن کی طرف بھی پوری توجہ تھی مولانا کے والد شاہ عبدالرزاق صاحب فرنگی محلی سے بیعت تھے اور خود مولانا شاہ صاحب کے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب والدہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مرحوم سے بیعت تھے۔

استغفار۔۔۔ جو رب الی اللہ۔ توکل وغیرہ آپ کی طبیعت ثنائیہ بن چکے تھے۔ آخری سال تو بڑے ہی صبر و استقامت اور متوکلانہ زندگی کے تھے۔ فرائض تعلیم و انستار و درش و دیانت کی ادائیگی کے بعد کبھی لوگوں میں بلا ضرورت نہ پھیرتے۔ ارباب دولت۔ اہل دنیا جھوٹا امر اور حکام سے ہمیشہ بے تعلق رہے لیکن جب کوئی خدمت والہ میں حاضر ہوتا تو اپنے قلب میں مولانا کے اخلاق و فاضلہ کا خاص اثر لیکر واپس جاتا۔

قبائلیات کا یہ حال تھا کہ فرائض کے سوا فاضل و مستحبات کے بھی ہمیشہ پابند رہے تادم واپس ہیں ہے و داد و شغال میں فرق نہ آنے دیا حق گوئی میں کسی بڑی سے اپنی مخالفت سے بھی نہیں ڈرے اسلاف کی سنت کے مطابق قید و بند کی تعلیم سے بھی دوچار نہ ہو۔ لیکن اس کو بھی ہنسی خورشیدی برداشت کیا اور ہمیشہ یہی کیا جو ایک بہادر و درباری و درویش و رنچا رہا۔

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ تفت و شفقتی کا یہ عالم تھا کہ بنیادی نیوہ بہ نسبت کی جھوٹے مصنفات کی ہمیت کچھ نہ تھی نہ فاضلہ

بنی ان غنا پر اختیار کیا رکھیں "یا ابتاد" اسے میرے باپ، سرکارِ دہلہ نے  
 فرمایا (اکرب علی ایلیک بعد الیوم) آج کے دن کے بعد تمہارے  
 باپ پر مصیبت نہیں ہے، تو اس جملہ پر حضرت مولانا بیابا ہو جاتے آنسو نکلنے  
 چھٹکے جاتی، بسا اوقات غشی طاری ہو جاتی، مدرسہ میں درس دیتے وقت ہر مرتبہ  
 یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

طلبہ اور علماء سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ہونہار غالب نام مولانا کا مرکزِ توجہ  
 بن جاتا تھا۔ ہر سال موسمِ بہار میں طلبہ کا ایک تفریحی جلسہ جس کو اجمیر کی اصطلاح میں  
 "گروٹ" کہتے ہیں، منعقد ہوتا۔ اس جلسہ میں ہر فلک کے طلبہ کے سرورِ جمعیوں کا  
 مشاہرہ ہوتا تھا۔ مولانا طلبہ کی خاطر اس تفریحی اجتماع میں بھی شرکت فرماتے۔ بیت  
 بازی ہوتی، اس میں ایک خزلین کی طرف مولانا بھی ہوتے۔ آپ ہی کا فریق اکثر  
 غالب رہتا۔ اس لئے کہ مولانا کو اردو و فارسی کے ہزار ہا اشعار یاد تھے۔

یہ واقعہ حیرت کے ساتھ سنا جائے گا کہ ڈیڑھ سو روپیہ مشاہرہ پاتے تھے  
 لیکن تیس روپیہ یا ہوا کے سوا باقی پوری رقم طلبہ، سامانِ تعلیم اور نادار کتب کی  
 فراہمی پر صرف کر دیتے تھے۔ کتاب کتنی ہی قیمتی ہو لیکن امکانِ بھروسہ کو نذر  
 خریدتے اور خواہ دو گنی، سہ گنی قیمت ادا کرنی پڑتی مگر بہتر نسخہ خریدتے تھے۔ ان  
 پاک بہتر سے بہتر طباعت کے مہیا فرماتے، لکھنے کے بہترین کاغذ میں بھیج کر  
 اعلیٰ قسم کی جلدیں بندھواتے تھے۔

د محرم الحرام ۱۳۵۷ھ کو ایسے بیمار ہوئے کہ آخر وقت تک پاؤں سے بلند  
 نہ رہے، دل و دماغ البتہ صحیح رہے اور اس حالت میں بھی مسلسل دس تا دس  
 جاری رہا۔ وفات سے دس یوم پیشتر تک حدیث کے، سباق ہوتے رہے، زندگی  
 ہی میں علم و آرا سے گورنریاں کو اپنا مسکن بنایا تھا، احباب کے عہدِ شہر میں  
 ایک دفعہ مکان بن گیا تھا جس کی تکمیل دارالعلوم کی س قسط سے ہونے جو کمیشن سے  
 بطور عزت و خدمات مولانا کو پیش کی تھی سی سالوں میں مولانا کو

برہمہ مسلمانوں نے جنازہ میں شرکت کی، جنازہ کی چادر پائی میں لمبی لمبی میانانہ مٹی  
 ہی تھیں۔ سب وقت بچے سوس مسلمان کھڑے تھے۔ پھر بھی جو ہمارے لوگوں  
 کے ہشتیاؤں کوئی مدد نہ تھی، خود جہ جہیری کی درگاہ میں مسجد شاہجہانی کے زیر سایہ  
 تھیں، یونی قبر میں تارے وقت در دیوار اور درختوں پر انسانوں کا هجوم  
 تھا، ہندو کال میں دوپہے مولوی عبد الباقی صاحب در ایک مساجد (دی)  
 اور یک بیروہ میں۔

حیرت قیام کی مدت ۲۴ سال اور کل مدت حیات ۶۰ سال ہے۔ یکسا  
 غیب تھا، بے کوٹھیک، نا مشورہ محرم میں جب لوگ واقعہ کو بلا سے مرگوار  
 تھے اس شمسیدہ علم و عمل نے دنیا سے کوچ کیا۔ اور اجیر میں اہل دل نے دوسرے  
 محرم کا سوگ کیا۔

### میری باریابی و حاضری

میر میر سید سید ندوی کی زبانی حضرت الاستاذ کی منقصر ۶۰ سالہ کہانی آپ سن چکے۔ میں نے چاہا  
 تھا کہ فاضل جہیری کی وفات کے بعد معین اخبار اجیر کا ترجمین الین نمبر، نقل جاسے تاکہ زندگی  
 کے سبب پر مختلف بن قلم روشنی ڈالی سکیں۔ ادارہ معین پہلے ہی سے تیار تھا۔ میری گفتگو کے  
 بعد میں نے نیکانے کا اعلان کر دیا۔ میں نے حضرت الاستاذ کے تلامذہ اور عقیدت مند احباب  
 و روح دہانی۔ کثر نے کچھ نہ کچھ کہہ کر بھیجا، ہندستان کے مشہور شعراء نے قطعات تارنخ لکھے وہ بھی  
 مات بقوت کے۔ خود میں نے غصص سو بخوبی لکھی۔ جب سب مواد اکٹھا ہو گیا تو مسٹر سعید الدین  
 بیشکاردہ علی کے (جو اس وقت حین کے متمم خاص تھے) حوالہ کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اجیر  
 میں قیام و جہ فاضل جہیری سے استفادہ، استفادہ تھا۔ اس کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ کچھ روز قبر پر  
 و خود بخود تہجد و پس چلا آیا۔ میں نے ادارہ معین کو بار بار تر جہ دلائی۔ دو ایک بار خود  
 بھی جائے مستندی بن دھندوں کے سر بخد ہاتھ لگا کر جمع کر دہ مواد اکٹھا کر لیا اور اسکا  
 مسودہ ۱۰۰ صفحہ پر ۱۰۰ سے سین۔ بار ناکامی کا مزہ دیکھنا پڑا۔ دو مرتبہ خود ہی کریم نفا سے کئے  
 اس کتاب کی مختلف دوسروں کو دیا گیا لیکن رخصت رہا

پیشہ بنیاد میں خدایا نے کیوں وہ مجموعہ دینے کو تیار نہیں کیا؟ لیکن اس کے ضرورہ دیر۔  
 اس وقت وہ مراد پیش نظر ہوتا تو بعض اہم مخصوص کا اور اضافہ ہو سکتا تھا

میں جب ۱۲۵۳ء کے پہلے ہفتے میں سلسلہ غریب حضرت خواجہ بزرگ جتنا نفع  
 دیا۔ اس وقت خیر آباد میں بدایہ، بیناوی، میرزا بدر سالہ وغیرہ بزرگ ہیں۔  
 دارالعلوم بیناوی کے دورہ حدیث کے طلبہ کے امتحان اور دستار بندی کے سلسلے میں حضرت  
 میرزا احمد منوئی درگاہ و مستم دارالعلوم کے دو لکھ روپے علماء و مشائخ کا جہاز تھا۔ میں بھی مراد  
 ہو گیا۔ سب سے پہلے میں حضرت الاستاذ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اس اجتماع میں  
 ہم فضل کا یہ بل چمک رہا تھا، گفتگو میں سب پر حیا ہوا تھا، ہر بات دشمنی موقی علی ہادی تھی  
 بی نے اسی ڈیوڑھی کی درپوزہ گری کی تھی۔ دوسرے وقت وہ دولت پر حاضر ہو کر مدنا خانہ  
 کیا، بڑی خندہ پیشانی سے شربت پذیرائی بخشا گیا۔ میں خیر آباد واپس پہنچا اور وہاں سے رخصت  
 ہو کر کان اور مکان سے ۴ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۳۵ء کی صبح کو وارہا جبر ہو۔  
 درگاہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہسپتال میں صاحب فراش میں، ارمیہ پھوڑا گردن پر لکھ تھا جس  
 کا آپریشن ہو چکا ہے۔ میں سیدنا ہسپتال پہنچا۔ حضرت پاری پائی پر استراحت فرماتے رہ کر  
 زندہ در قبری تہذیبوں کا جھوم تھا۔ کچھ دیر بعد یار یا بی ہوئی۔ مسرت و شفقت کہ خمار فرستے  
 ہوئے وہیں قیام کا حکم دیا، تقریباً دو ہفتے وہاں رہ کر خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس پھوڑے کی رگیں مغز دماغ تک پہنچ گئی تھیں چنانچہ آپریشن کے وقت رات سے  
 ایک ایک گونکا لایا اور یہ سن کر حیرت ہو گئی کہ ادویہ ہیوشی وغیرہ کے بغیر آپریشن کر لیا۔  
 رات تھے کہ غصہ کا ایک سلسلہ سامنے رکھ لیا تھا اس کے حل کرنے میں نہمک ہو گیا درمک  
 یعنی زمبابوہ گوشت کھاں سے اور کتنا کا ناگی جو لوگ موجود تھے وہ بھی حیرت زدہ تھے یہ  
 کہ نہیں استغراق!

ہسپتال سے نکل کر کچھ دن کے لیے تبدیل آب و ہوا اور ضروریات دارالعلوم خفیہ  
 میں انشاء آبادہ سفر فرمایا میں بھی ہر کاب رہا، رمضان میں واپسی مونی شوال میں

میرت مدرس و رفیق عزیز دودی سید جم حسن خیرا دی کے بیٹے جاسنے پرسلسلہ مدرس شروع ہو  
 ۲۰ ستمبر ۱۳۵۲ء مطابق ۸ جنوری ۱۹۳۶ء شنبہ کو حیدرآباد، ہمایہ اولین، شہر ہزارہ گڑھ  
 میرت مدرس کے صاحبزادے کے گئے ہم دونوں کو اپنے دوست کا یہ پرہی رہنے کا  
 حکم ملا۔ وقت کے گھٹے مستے میں پیادہ کی پر ایک مکان میں اہل و عیال کا قیام تھا  
 حیدرآباد کے سب سے دل آویز مکانوں کی ایک مسجد سے منسلک حجرہ میں قیام فرماتے تھے  
 میرت مدرس صاحبزادہ قادر دین طلبہ بھی وہاں رہتے تھے جن کا کھانا پہاڑی سے تیار ہو کر  
 منہ خچہ تھا جس کی ناز و ندرت سے فارغ ہو کر دو میل چل کر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معینیہ  
 دین مدرس کو رہتی تھی ۱۲ بجے تک سات آٹھ اسباق پڑھا کرتا تھا ایک دوپہر میں پیادہ  
 مدرس صاحبزادے کی مسافت کے پہاڑی پر اشرف لائے کھانا تناول فرما کر کچھ دیر قیلولہ  
 کر کے غمری نماز جماعت سے ہم کو گوں کے ساتھ دافرما تے اور ہمیں عصر تک پڑھاتے رہتے  
 غمری نماز جماعت سے پڑھ کر اپنے مستقر کو بغریاں چلے جاتے شب کو درمیں مطالعہ کتب  
 موسمی نامی اور دوسرے علمی مشاغل میں مصروف رہتے یہ معمولات جاڑے گرمی اور برسات  
 تینوں موسموں میں سی التزم کے ساتھ پورے فرماتے ان تین طلبہ کے ساتھ مدرسہ و فیوں کا  
 صاحبی مذہبی پیتا ایک خرد سال صاحبزادی اور بی بی صاحبہ کے سوا کوئی ملازمہ بھی نہ تھی  
 صفت کسبہ دلی علی الباقی تھے جن کی غمری وقت چورہ پندرہ سال تھی کھانا لاکر لائے کھاتے  
 وہ اس سے بیکنے کہ ہم خدمت کرتے انہی ہماری خدمت کرتے اس پر بھی حضرت کا اسرا یہی  
 حارہ ہا کے کھلے ہا بار خود غائب بڑی التجاؤں کے بعد یہ صوبہ گوارا فرمائی گئی کہ جتنے افراد  
 و خانہ پیتے وہ جہاں پہنچتے ہوتا ہے اسی حساب سے معارف ادا کئے جائیں چنانچہ آخر  
 ملک ہی سلسلہ ہا اہل و عیال کی تربیت اس طرح فرمائی تھی کہ بچوں کو کبھی اچھا کھانے اور اچھا  
 رہنے کی عادت نہ لگے۔ باقی میاں مدرس کے متعلق جب کبھی ہم لوگ توجہ دلاتے تو فرماتے  
 دن و شب ملاں رہتی رہتے صاحبزادہ بنا کر رکھا گیا اور ہم میں کبھی کوئی میرت بدادہ  
 شہر دہلی بہت پوچھے وہ بھی نہ ملے گا

مدرس صاحب کا یہ سہ ہمارے دوست اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کر کے ہم پر بھیج دیا کہ



تہ پہنچتیں۔ صبح کو ناشتہ نماز کے بعد ہی تیار کر دیتیں۔ مہینوں پہا جو بہ رحمت رت۔  
 سہ کی نماز کو بہتر بنانے سے آدرش کے کبریاں تہ میں پڑھیں بہ درم دونوں نے جو بہا ہوتے  
 رہ رہیں باکر نماز ادا کی بہ۔ اس کے خور ا بعد بیضاوی یا کسی دوسری کتاب کا سبق رت۔ بہا  
 ے اس نام میں ہمارے پینے سے پہلے جبکہ کافی انجیر پڑتا تھا ہمیں چار اور ناشتہ بنا۔ جو کہ در  
 نے ہوتا تھا۔ رتے دلے باقی میاں ستر جو تے تھے۔ باقی میاں تنہا صا جزا دستے۔ رت سے  
 پیے دو بجانی سن شور کو پچھکر عالم آخرت کو سر صا رکھنے تھے۔ اس پر باپ کے در۔ میں صاحب در  
 یے کی رتہ تھی کہ مہولی کھد کو لباس استعمال کرتے اور کوئی موجودہ فیشن کی چیز نہ استعمال کرتے  
 یتہ ہم ہر دوں کر تے میں تین سال ت زیادہ رہتے۔ اس در میان میں کبھی بیوی صاحبہ صا جونی  
 صا کی آواز باہر سننے میں نہیں آتی مالا نکہ صرف چند گز کا شکل سے فاصد تھا۔

آپ کو سکر حیرت ہوگی کہ زمانہ عدالت و نزاعی کیفیت میں بھی رتے کی آواز نہ سن سکتی جا  
 ہر شید علم و عمل کی وفات اور روانگی جنازہ پر بھی جبکہ ہم تمام ملتہ گوش اور غزو و احتیاب نان  
 بہر باقت تہوڑ چکے تھے وہ پیکر استقامت اور جانشین رسول کی تربیت یافتہ خواتین بدستور کہہ  
 دہر و وفاداری رہیں اور خدا شاہد ہے کہ گھر کے اندر بھی آواز نہ گئی کسی مرد نے کسی۔ یہ تھی صحت تبصیر  
 لہجہ تربیت :

غریزوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ رہتا۔ میرے علم میں ہے کہ جن غریب مزین  
 گزائر جنہوں رہتے۔ کہتے ایسے بھی تھے جن کی مستقل امداد کرتے تین ہشتہاں کن ہیں  
 سے دو بقیہ حیات تمیں جن میں سے ایک ہرہ اور ضرورت مند تھیں ان کی ہرماہ  
 مستقل طور پر خبر گیری فرماتے۔ یہ سب سے بڑی بین تھیں ۹۰ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ  
 مطابق یکم فروری ۱۹۳۸ء کو ان کا انتقال ہوا۔

دوستوں کے ساتھ جس انعام سے پیش آتے اس کی نظیر کم دیکھنے میں آتی بہ دوستی  
 ہر دراز نوابوں۔ ماہو کاروں سے نہیں بلکہ غریب طبقہ کے افراد سے تھی جبکہ سید فقار الحسن  
 بنی و سید میاں بابو عبد الحکیم مستری و خان بخش اور حاجی عبد الستار یہ ہر مفرد  
 نصرت ماہو اور مہمان بہے رہا تھے۔ دوسرے قیصر سے روزانہ کا حاضر خدمت ہونا دیکھ رہے



ہر ایک کے لیے سواریوں پر سوار کرنا ان کے ساتھ رہی تھا۔ مورناس کے قائم کردہ دارالعلوم مفتیہ وغیرہ  
 و جس سولی سے بدنام و س کے سے مزایہ کا انتظام کرنا انھیں حضرت کے سپرد تھا انوں  
 کے نزدیک ایک ہی وقت اور ایک ہی کیفیت میں جنگ کی پٹی سے بدنام ہوئے روح نے  
 جس حدیث سے انھیں سے باقیات پر پوز دئی یہ تھا غرض دھیت و روضتوں کا حق وفاق است  
 نہ انوں سے بڑی محبت سے پیش کرتے آپ کا دو منزلہ مائیشان آبائی مکان درجہ کے  
 باغ میں سے اب بروہر دشتار اسکا حکیم نظام الدین کی قیامگاہ ہے مولانا چونکہ شہر کے  
 سرور و اہل شام کے سے مضر سمجھتے تھے و فطرۃ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے اس سے گراہ  
 سے کان میں ان چپقلشوں سے دور پہاڑی پر سکونت پذیر ہو گئے تھے برادر زادہ حکیم  
 میرزا ندون سے یہ معمولی نسبت تھے اس لئے اپنا نصف مکان ان کے نام کر دیا اور  
 خود کو ایک مکان میں رہے صرف آخری ایک سال اپنے معمولی تیار کردہ مکان میں شہر  
 سے ذلیل و درگزر فرمایا اس حال و خیال گذارا۔

اب سے وہ مذنی بھائی بھی تھے ان دنوں کی پرورش و تعلیم و تربیت ان کے مثل کی۔  
 ندون ندونی ندین جیری عزت پیار سے میاں اور محمد میاں آپ ہی کے پاس رہے آخر ان کے  
 ہا انتقال ہوئے و سال بعد مولانا ہی کے مکان پر ہوا اول الذکر خلافت کیتھی کے سیکریٹری  
 بنے۔ اس سے بھی چلے گئے اور وہاں سے آئے پر متاثر ہوئے کے بعد غلیبہ اقامت  
 ان کے چلے گئے مقررہ رانسا پور میں۔ اجبر کی سیاست میں کافی ہاتھ رہتا ہے درگاہ  
 مستی جبر سے بھر جی ہیں

اب ہر ایک کے لیے سواریوں پر سوار کرنا ان کے ساتھ رہی تھا۔ مورناس کے قائم کردہ دارالعلوم مفتیہ وغیرہ  
 و جس سولی سے بدنام و س کے سے مزایہ کا انتظام کرنا انھیں حضرت کے سپرد تھا انوں  
 کے نزدیک ایک ہی وقت اور ایک ہی کیفیت میں جنگ کی پٹی سے بدنام ہوئے روح نے  
 جس حدیث سے انھیں سے باقیات پر پوز دئی یہ تھا غرض دھیت و روضتوں کا حق وفاق است  
 نہ انوں سے بڑی محبت سے پیش کرتے آپ کا دو منزلہ مائیشان آبائی مکان درجہ کے  
 باغ میں سے اب بروہر دشتار اسکا حکیم نظام الدین کی قیامگاہ ہے مولانا چونکہ شہر کے  
 سرور و اہل شام کے سے مضر سمجھتے تھے و فطرۃ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے اس سے گراہ  
 سے کان میں ان چپقلشوں سے دور پہاڑی پر سکونت پذیر ہو گئے تھے برادر زادہ حکیم  
 میرزا ندون سے یہ معمولی نسبت تھے اس لئے اپنا نصف مکان ان کے نام کر دیا اور  
 خود کو ایک مکان میں رہے صرف آخری ایک سال اپنے معمولی تیار کردہ مکان میں شہر  
 سے ذلیل و درگزر فرمایا اس حال و خیال گذارا۔

اب ہر ایک کے لیے سواریوں پر سوار کرنا ان کے ساتھ رہی تھا۔ مورناس کے قائم کردہ دارالعلوم مفتیہ وغیرہ  
 و جس سولی سے بدنام و س کے سے مزایہ کا انتظام کرنا انھیں حضرت کے سپرد تھا انوں  
 کے نزدیک ایک ہی وقت اور ایک ہی کیفیت میں جنگ کی پٹی سے بدنام ہوئے روح نے  
 جس حدیث سے انھیں سے باقیات پر پوز دئی یہ تھا غرض دھیت و روضتوں کا حق وفاق است  
 نہ انوں سے بڑی محبت سے پیش کرتے آپ کا دو منزلہ مائیشان آبائی مکان درجہ کے  
 باغ میں سے اب بروہر دشتار اسکا حکیم نظام الدین کی قیامگاہ ہے مولانا چونکہ شہر کے  
 سرور و اہل شام کے سے مضر سمجھتے تھے و فطرۃ تنہائی پسند واقع ہوئے تھے اس سے گراہ  
 سے کان میں ان چپقلشوں سے دور پہاڑی پر سکونت پذیر ہو گئے تھے برادر زادہ حکیم  
 میرزا ندون سے یہ معمولی نسبت تھے اس لئے اپنا نصف مکان ان کے نام کر دیا اور  
 خود کو ایک مکان میں رہے صرف آخری ایک سال اپنے معمولی تیار کردہ مکان میں شہر  
 سے ذلیل و درگزر فرمایا اس حال و خیال گذارا۔

میرزا احمد متولی درگاہ معلیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ ان دنوں فاضل جی نقاب سے جو  
 ان احوال میں ہو سکتیں اور ان کا گانا وغیرہ سب بند کر دیا میرت قبم جیسے کتاب میں  
 ایک تیرہ ماشوہ محرم جسد کو پڑا، زمین جسد کی نماز کے وقت درگاہ سے متصل بازاروں میں نقاب  
 و شور و شغب کا طوفان برپا ہوا۔ جسد کی نماز کے بعد خدا کا شہر کھڑا ہوا اور بوقتِ شام جہان میں  
 مختصر ناموس اسلام پر ایسی مدلل و پرجوش تقریر کی کہ ہزار ہا مسلمانوں کو یہ جتنا عجیب و غریب  
 روداد تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا مجھولا ہوا بہت قوم کو یاد دلانے پہ ہیں غور کے مجھوں  
 کے غفلت آواز اٹھانا بھی بڑا جہاد ہے۔

ایک مرتبہ شب کو ایک جلسہ میں شاہجہانی مسجد میں تقریر فرما رہے تھے کہ طہریاتی کو ورنہ  
 سے متصل محل میں مسلمان تاج دیکھنے میں مشغول ہیں کسی تقریب میں ایک مسلمان صاحبِ رتہ و  
 گناہ کو کرایا تھا۔ تقریر سے فارغ ہو کر کچھ مسلمانوں کو مل کر چپ چڑھتے ہوئے آگاہ کیا کہ وہ جس  
 وہاں سے مل گئے بعض اپنے محل تفریح میں غفلت نہ کر دیکھ کر آ رہے ہیں۔ اس سے  
 مقام پر پہنچ کر مولانا نے پیغامِ حق پہنچانا شروع کیا اس طرح وہ جس محل سے آ رہے وہاں  
 نسبت سے بدل گئی

اس معاملہ میں مولانا کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے بھی ہل چکے تھے۔ اس  
 میں جب جج کے سامنے روئے ہوئے تو آپ کو اسی جہاز پر جگہ ملی جس پر مکہ و منیٰ سوار ہو جاتے  
 حرمِ کار کے طور پر خطاب یافتہ ایک بڑے عہدہ دار ریاست ان کے مردِ دست تھے کہ انہیں  
 جس کسی نے مولانا کا تعارف نواب صاحب سے کرایا۔ مولانا کے علم و نفس و رہنمائی  
 شمار کرنے پر بھی نواب صاحب نے کوئی اہمیت نہ دی لیکن اب مولانا کا جمیری ہونا معلوم ہوتا  
 ہوا نصیحت و تکریم کے ساتھ دستِ بوسی کی مولانا کو بدلہ آجی تو گیا۔ شاہد ہوا کہ اس  
 معمولِ مملکت و رعیت میں آنکھیں پھوڑیں، اللہ رسول کا علم و فن ماسل کیا ہے۔ اس کے علم  
 و حکمت و علم و معرفت جمیری ہونا سب سے بڑی کرامت ہو گئی جس میں وہاں کے لوگ  
 نہ برسے تھے ہیں، مگر صرف جمیری ہونا عزت کی نشانی سے تو بہت زیادہ ہے۔ اس سے  
 معلوم ہوتا ہے نواب صاحب نے جس قدر سادہ ہوئے

ایک دوسری نفس میں یہی فوب صاحب پر اسے نظام تعلیم پر تبصرہ فرمادہ ہے۔ تھے اس کی فرسودہ پردہ پیش کر رہے تھے مولانا سے نہ رہا گیا فرمایا کیا کریں جم تو اسی نظام تعلیم پر مجبور ہیں تب کی بڑی مہربانی ہوگی اگر تمام پرانی چیزیں بدلوا دیں۔ نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ سب پرانی چیزیں جو چکیں۔ جب تک یہ جاری رہیں گی۔ ہدایہ، شرح وقایہ اور قدوسی وغیرہ کا درس بھی مہیا رہے گا۔ آپ ان سب چیزوں کو بدل دیں ہم نیا نظام تعلیم خود بخود بنالیں گے۔ اسی طرح وہ فوب صاحب خاموش ہوئے۔

نور کا سیاسی مسلک تحریک خلافت سے لے کر آخر وقت تک ایک ہی رہا۔ غیر ملکی حکومت  
 کا اثر و اتحد میں وطن کی بد و جد میں تمام اقوام ہندوستان سے اشتراک عمل، مجلس احوار اسلام  
 بمبئی، علی گڑھ ہند، آل انڈیا خلافت کمیٹی، انڈین نیشنل کانگریس، ہر آزادی پسند جماعت کے رکن  
 کہیں تھے۔ صوبائی اور مرکزی صدر و ڈائریکٹر ہے۔ آخر عمر میں جبکہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی  
 کو وجہ حرج میں مبتلا ہو کر پاؤں سے معذور بھی ہو چکے تھے اور اس معذوری کے باوجود سیاسی  
 سرگرمیاں حسب کستور جاری بھی تھیں، حریفانِ حرس و آثر اور خواہشمند ان اقتدار سے آخری  
 حربہ استعمال کیا۔ ایک دہلوی مرزا جو منافقت کی مکمل تصویر بقا بنظر لٹوٹا کی شاگردی اور عقیدہ مندی  
 کا دعویٰ یمن بہ باطن مولانا کو اپنے منصوبوں کی تکمیل میں سب سے بڑا سنگ گراں سمجھتا تھا ایک  
 ف حکومت سے ساز باز و در دوسری حرمت مسلمانوں کا سیاسی وکیل بننے رہنے کی کوشش کرتا رہتا  
 بعض غرض کہ جو ترکیب سازش بنا کر حکومت نظام سے مراعت کا سلسلہ شروع کیا کہ حکومت نظام  
 جس کا عہدہ، امین غوثانہ جمیر کے کفیل ہوں اس کا عہدہ امین یار و فادار کے حلیف کی  
 حق نشین مرد و فربہ تحقیقاتی دفتر تاج پور میں جمیر بنیاد۔

میں دفن ہوئے مولانا سے بغیر قلم نہ انداز میں ریاست کی مجبوریاں ظاہر کرتے ہوئے سیاست سے نہ کہ کسی اور مصلحت میں توجہات کے انحصار کی التجا کی مولانا نے بات کی تھی کہ

ہے جو سولہ ہفتہ زندگی بن چکا ہوا ہے اس حیات مستعار میں کیونکر چھپرہ جاسکتا ہے ورنہ  
 یہ سب بچا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ رات مسلسل سبقت ۲۰ فرم شدہ کو حکیم دوست نادر مولانا  
 زہرہ کی خدمات سے سبکدوش کرنے کی اطلاع متوفی درگاہ معلیٰ اور مقتدیہ سرسبز تھانہ سب  
 درود کے پاس آنی۔ مولانا کی زندگی کا یہ آخری سال تھا پورا سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ بدر  
 نعلی بنا۔ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ یہ آخری سال مولانا کو بڑی حسرت کے  
 ساتھ گزارا۔ پاؤں سے معذور رہی اور مسلسل علالت کے ساتھ ماں پریشانی قابل برداشت تھی  
 حق و مدد اقت اور اصول پروری کی پاداش میں یہ عورتیں خزانہ پیشانی سے برداشت کیں  
 دریں سبکدوشی کی موت کے وقت کل خزانہ فاسرہ مولود پر پہنچا کہ فاسرہ مسند و فو  
 سے نکلے تھا۔

سبکدوشی کے بعد دارالعلوم کی جانب سے قاعدہ کے مطابق فالسبا بارہ سو روپیہ ملے تھا جو  
 سب کے اصرار اور حاجی عبدالستار کے اہتمام سے گورنریاں کی فسادہ زمین پر مختصر مکان تعمیر ہو  
 جس کا نام مولانا نے "زاویہ" رکھا۔ دنیاوی جائداد میں اولاد کے صرف ہی ترکہ پوری تھا۔  
 کتابوں سے عشق تھا۔ بہترین الماریاں اور درازیں ہوا تھے اور ترتیب سے کتابیں رکھتے  
 مکتوبوں کے علاوہ کتاب کی عمدہ کتابت و طباعت بھی پسند آنے کے لئے کافی تھی۔ کتاب پسند  
 آنے پر ہر ممکن قیمت پر خرید فرماتے۔ مولوی سید نجم الحسن خیر آبادی کے پاس ستنوٹی طاعت کی  
 دسویں شرح مختصر معانی تھی جس کے حاشیہ پر مختصر اور حوض میں شرح تھی مولانا کے پاس جو  
 دسویں تھی اس میں کئی کتابیں تھیں۔ مولانا کی خواہش تھی کہ ایسی دسویں مل جائے جس کے ساتھ  
 اور کتابیں نہ ہوں۔ مولوی نجم الحسن نے اپنی کتاب دکھائی تو پھر چمک گئے۔ فرمایا: ایسی  
 دسویں مل جائے تو مجھے ضرور منگادو۔ شاگرد نے دیکھے مزاج شناس۔ کہنے لگے اگر حضرت اپنے مجموعہ  
 ثروت و تنقیس کے ساتھ مصطفیٰ شرح موطا عنایت فرمائیں تو کتاب حاضر ہے۔ فوراً معاملہ ہو گیا  
 زور قہر اسطوہ کی مسلم شریف کے حوض جو سترہ غنہ پر عمدہ بھیجی ہوئی تھی غنی مسند شریف، حدید  
 علی کی دونوں جلدیں عنایت فرمائیں بعد میں کسی وجہ سے تو فرمایا تھا  
 ۱۴ جنوری ۱۹۳۹ء کو بابت صحبت بہت دور۔ یہی دسویں کے سب سے پہلے جو



یہ معجزہ ہوئی بار بار ضرور پہنچی یعنی میں بوجہ اس میں سے ہر سہ ماہی کچھ جھنڈاں سے  
 رے ذرا یا زبردستی سے زیادہ بھر رہا ہے لیکن تمہاری زندگی پر جو دوسری و خوشیوں سے  
 نفع ہو جائے تو تمہارے وارثوں سے کون رستے کہ اس اگر اپنی زندگی ہا ہماں ہو  
 کتاب کا اطمینان بھی کر لوں گا۔

کتابوں کی صباغت و کتابت کی طرح عمدہ جلدوں سے بھی نفع بخشنے کی نہ ہی مول  
 جلدوں کا بہت شوق تھا۔ علی العموم وہی جلد بند ہوا یا کرتے تھے ایک دوسری و خوشیوں کا اگر  
 ہو رہا تھا۔ مولوی محمد عباس بہاری نے دو جلدیں کھلتے کی بندھی ہوئی دھند میں دیکھتے ہی گرجا  
 ہو گئے۔ فرمایا افسوس میرے کتب خانے میں ایک جلد بھی ایسی نہیں ہے

انتقال سے تین چار ماہ پیشتر بمبئی اور سورت سے کتابیں بنگوئیں اس کے کھلتے بند ہوتے  
 کے لئے بھیجیں جس کا بے چینی سے انتظار رہتا روزانہ مولوی محمد الحسن کو اس نیشن پر توجہ  
 کے لئے بھیجتے۔ خدا خدا کر کے پاس آیا۔ جلدیں واقعہ قابل دید تھیں امامی میں اس سے  
 ترتیب سے کھولائیں پھر فرمایا اب دیکھو میرے کتب خانے کبسا معمول ہوتا ہے مودی جہاں سے  
 ترمیموں کے پل باندھ دے تو بہت خوش ہوئے اس سے بھی نہ صرف مادی و دنیوی  
 مادی ہی بند ہوا کہ منگوئیں وہ دلوں کی بھی بہاں بہاری کی دو دلوں کا میں بھی حیران نہیں  
 کی جلدیں مولانا کو دکھائی گئی تھیں یہ کتابیں ماشاء اللہ بقدر اور اس ہا ہماں تھیں لیکن  
 مولانا ان خوشنا جلدوں سے زیادہ عرصہ تک غور نہ ہو سکے اور نہ ان جلد کتابوں کے مٹانے  
 ہوا تو وہ ہی ملا کیونکہ ایک ماہ بعد دنیا سے فانی سے عالم عبادت کی لڑائی سے

احادیث میں کنز العمال اور لغت حلیہ میں مجمع البحار بہت پسند فرماتے تھے تفسیر  
 عمید، رسائل الارکان الاربعہ، آب حیات اور حاشیہ قاضی غلامہ فصل حق خیر آبادی کثر و بیشتر  
 ہا ہماں رکھتے۔ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ حاشیہ فصل حق ہا ہماں سے ہر سہ ماہ سفر و  
 تفریق میں طرح مطالعہ کیسے جس طرح کوئی قصہ کہانی کی کتاب پڑھتا ہے نصیب ہے  
 نے کچھ نادہشت الہیہ کا بہت اشتیاق تھا فرماتے رہا میرے ہا ہماں سے لڑنے والی  
 دینی مبنی معجزہ مہاجر مانی مرحوم سے مجھ سے وہاں کی تھی۔ ہا ہماں سے

کرمی کے نور بامعترف تھے فرماتے تھے کہ حکیم صاحب مولانا برکات احمد ٹوٹکی بہاری بھی ان کی قرین کیا کرتے تھے۔ ایک روز مولوی نجم الحسن نے نصیحا یہ کہے ذریعہ جو سننے کی خوشخبری سنانی وقت سرور ہوئے۔

فقہاء کے بہت مدارج تھے۔ بایہ بلد ثلث خاص ذوق اور توجہ سے پڑھاتے تھے امام صاحب کی دس بیان ذلت و قسۃ چہرہ جو شش سے سرخ ہو جاتا تھا۔ فرماتے تھے کہ ایسا شخص کوئی دوسرا پیدا ہی نہیں ہوا۔ عام طور پر فقہاء کی نکتہ دہنی اور دقیقہ سنجی کے بہت مدارج تھے۔ فقہاء کے خدات اگر کسی کی زبان یا تحریر سے کوئی بات آپ کے علم میں آتی تو سخت برہم ہوتے تھے۔

یہ بلد ثلث ترمذی شریف، قاضی مبارک، شہر جعنی اور بیاضادی شریف بڑی دہشی سے پڑھاتے تھے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑی کتابیں پڑھانے والے اسانذہ ابتدائی کتابوں میں وہ ذوق و مہارت نہیں رکھتے جو بالائی کتابوں میں ہوتی ہے لیکن مولانا کو یکساں کمال تھا۔ ذہن معیہ مولوی عبد الباقی سلمہ دیکھا ہے اور یاد کرانے کے لئے مرقات اور سکندر نامہ کی عبارت پر مولوی محمد حسن کو مامور فرمادیا تھا موصوف کا بیان ہے کہ اس خوبصورتی اور سہولت سے سمجھاتے تھے کہ بہت ساری ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ لطف یہ ہے کہ فارسی میں بھی پورا پورا تبحر تھا چنانچہ سکندر نامہ میں اکثر مولوی نجم الحسن سوالات بھی کرتے رہتے تھے۔ برادر عزیز محمد زاہد خاں سلمہ کو میری استدعا یہ تھا کہ میری شریعت کو ادنیٰ تھی۔

جب موجودہ قاضی محمد جبار سلطان العلوم میر عثمان علی خاں بالقابہ اجمیر شریف حاضر ہوئے وہ مہینہ محقق قائم کردہ مولانا میں اپنے اسناد و نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خاں سلمہ اور شہید دکن کے ہمراہ پہنچے تو مولانا کی درس گاہ میں جاری سبقت کو دلچسپی سے سنا اور انوار اللہ خاں سلمہ نے بھی اس کا مطالعہ کیا۔ حضرت مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ اسناد عالمگیر بادشاہ اکبر کے درس کی ذمہ داری

میں نے س کے سبق کی اسے دس طریقہ پر تقریر کی کہ نظام صاحب کو دجا آگیا۔ مولانا سلمہ نے تقریر میں سے دو فراموشی سابق کی سماعت کی خلعت شاہانہ اور ایک بڑا



مشاہیرہ تقریریں یا جو آہنگ بستہ ہماری ہے۔

مولانا نقی و نقی مسائل میں اپنی مستقل رائے رکھتے تھے اور وہ فی تلاش و جستجو و تحقیق و تدقیق کے بعد نتائج پر پہنچتے تھے۔ مختلف فیہ مسائل کو چھوڑ کر باقی مسائل میں امام ابن تیمیہ کے نفس و کمال کے مداح تھے۔ حدیث "لا تشد الرجال" وغیرہ پڑھاتے وقت ان کے مسلک کا ردِ مبلغِ ذلت کے کلام پاک کی آیات کے سلسلے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر آیت مجیدہ و مبینہ ہے لہذا رہبر ہدایت کرنے کی کوشش ہے سود ہے۔

سورہ یوسف کی آیت فلما رأیہ اکیونہ وقطعن ایدیہن وقلن حاش لک ما هذا ابشرا ان هذا الاصلک حکرم میں امام ابن تیمیہ کی رائے سے اختلاف تھا۔ فرماتے تھے کہ زبانِ مصر کی کیفیت حسنِ یوسف کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی نعمت و جلالت و عفت کی بنا پر ہوئی تھی ورنہ "مسلک حکرم" کہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس باب میں بخاری شریف کی کتاب التفسیر سے بھی استشاد فرماتے تھے اور یوں بھی بہترین تفسیر بخاری کی کتاب التفسیر کو سمجھتے تھے۔

حوض کے بارے میں وہ درودہ کو ضروری نہ سمجھتے تھے امارت و در سر زمینِ غرب میں پانی کی قلت سے دلائل پیش کرتے تھے۔ فرماتے تھے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کسی مسجد میں بیٹھے تھے۔ مالکیر سے متعلق سوالات کئے جارہے تھے۔ آپ نے اس مسجد کے حوض کی طرف اشارہ کر دیا۔ بعد میں جب اس کی پیمائش کی گئی تو اتفاق سے وہ درودہ نکلا لوگوں نے سہی کو دیکھیں بنا لیا۔ جمعہ صبح ہونے کے لئے فقہاء جنفہ نے مصر کی شرط لگائی ہے پھر مصر کی تعریف میں فقہاء کے مختلف اقوال میں مولانا نے ما نظام الدین استاذ الکل کا مسلک اختیار فرمایا تھا جو رسول الاکابر الاربعہ میں مولانا عبد العلی بحر العلوم فرمائی محلی سے منقول ہے کہ مصر وہ ہے جہاں نسائی ضروریہ میز لیں۔

ما اہل بہ لغیر اللہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہوی نے حرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا ہے جو کسی بزرگ کے فخر و وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین نہ بنیں۔ مولانا کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا اس پر ایک مبسوط و محققانہ مضمون



میں کدک جوت بیج گیا درود فرزندِ نعت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقع نہ دیا۔  
مسدود تشک میں جہاں مولانا علیہ الرحمہ خیر آبادی نے شرفِ مقامات میں وجود واجب  
میں تنجک بامقار شدت و ضعف مانتے ہوئے ایک توجیہ کی ہے۔ مولانا نے اپنے استاذ  
ساد سے سبب کی ہے اور دوبارہ الفاظ میں ایک مضمون کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ یہ  
میں توجیہ کے ذہن منہل سے بعید ہے یہی وہ سبب ہے کہ جب ۳۵ء کے آخر میں مولانا کے  
ہر منہل، ریتہ پھوڑا، نذر تھا و گردن میں چھ انچ گہرا شکاف دیا گیا تھا تو بالکسی بیہوشی کی دوا کے  
تاجہ پر پیش کرانے پر اس نے کمر بستہ ماند لی تھی کہ مسدود مذکورہ بالا میں فاضل خیر آبادی سے  
رہنمائی میں منظرہ مشرور کر دیا تھا مولانا فرماتے تھے کہ اسی استغراق میں تمام تر نرلیں طے  
ہوئیں۔

تعمیر و ترمیم و تصنیف و مقالہ سے آخر وقت تک پوری دلچسپی رہی بخاری شریف  
سے پاروں کے شرجی و تات مینی لاجور کی غرائش پرانہ دد میں تحریر فرمانا منظور کر لئے تھے  
نہر سی موت میں پہلے پار سے کے حاشیہ پر نوٹ تحریر فرماتے جبکہ پیٹھ کی جگہ پھوڑا نکلا  
مواقتہ بردہ و ردہ و جہیز نظام بن جیری کے مکان پر علاج کی غرض سے قیام تھا۔ چلنے پھرنے  
سے معذور ہو جاتی چکے تھے بعض مقامات کی شرح پنے ہاتھ سے لکھی اور اکثر کرا مولوی سید نجم الحسن  
سے نوکر یا۔ اس میں مولانا کو دلچسپی یوں بھی برکت گئی تھی کہ غیر مقلد مولوی وحید الزمان خیر آبادی  
کے اس قسم کے شرجی نوٹوں کے ساتھ بخاری شریف شائع ہو چکی تھی جس میں امام غفرلہ اور دوسرے  
مرد شہ کے مسائل پر جامعہ چوس بھی تھیں بن باگ و نمودوں کے باوجود جب اسے تاج کپنی  
سنے بخاری مقالہ متون کی بنا پر طبع نہ کرایا تو بہت برہم ہوئے۔

جناب میرٹھار محمد مرحوم متولی دگرگاہ منلی و مہند دار العلوم معینہ عثمانیہ اجیلا اور دوسرے بعض  
خاصیتیں فو ماش پر مولانا نے حضرت خواجہ حسین الدین حشمتی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح حالات و تربت  
انہر سے بھرے کی ٹیمیں بھی سی زمانہ عدالت میں فرمائی جو انتقال کے ایک سال بعد  
شائع ہوئے نام سے شائع ہوئی و رپید ایڈیشن ہاتھ نکل گیا میرٹھار احمد کے نام  
نہر سے شائع ہوئے نام تجویز فرمایا مولانا لیسس میرٹھار ناظم دار العلوم حین عثمانیہ

خطیب جامع شاہجہانی دیکھ مغل نے کتاب کے تخریم مولانا اور کتاب سے متعلق جو صفات  
 لکھے ہیں وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اس میں اپنی مہربانی سے میرا و زوہدی سید نجم الحسن کا ذکر  
 بھی کیا ہے کہ ہم دونوں نے استاذ مکرم کا حق رفاقت و خزانہ کس طرح ادا کیا اور مولانا  
 کس کس طرح لوازا۔

اسی زمانہ علامت میں ترمذی شریعت کی شرح لکھنا شروع کی جب ایک جزد ہو جاتا تو  
 ہم دونوں بھی نقل کر لیتے ابواب الطمارة بھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا  
 بہر حال جتنا کچھ ہو گیا ہے وہ بھی اپنی اہمیت کے لحاظ سے کچھ کم نہیں ہے۔ مولانا کی وسعت نظر  
 اور مہارت معلوم نقلیہ کا اس سے اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔ اصل مسودہ مولانا کے ہاتھ کا لکھا ہوا  
 موقوف کے کتاب خانہ میں مولوی عبدالباقی ستر کے پاس محفوظ ہے اس پر جابجوا مشیہ مولانا  
 نے میرے نام (الشہداء الشروانی) اسے چڑھایا ہے۔

مولانا نے مضامین فن کی تشریحات بھی فرماتے رہتے تھے خاص خاص مسائل پر مسطور مضمون  
 بھی تحریر فرمادیتے تھے چنانچہ معلوم معلوم، دہراور وجود پر مبسوط مضامین خود مولانا کے دست مبارک کے  
 لکھے ہوئے میرے پاس موجود ہیں۔ آخری مضمون شوال ۵۵ھ میں ختم کیا تھا۔ زمانہ عدالت و مذہبی  
 میں یعنی بعد عصر سلسلہ جاری رہتا چنانچہ حجابی الاخرے ۱۳۵۸ھ سے لے کر ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ  
 مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۳۹ء وفات سے ایک ماہ پچیس روز قبل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ وہ  
 اعلیٰ متعلق تصدیق حقیقت تصدیق، تحقیق، جزاء قضیہ و تصدیق، مقولات عشر کی جمعی وغیرہ  
 جیسے محکمہ الارادہ فنی مسائل کی ادا کرانی۔ ۶ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ  
 دوشنبہ کو بخاری شریعت اور ۲۸ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۶ شوال ۵۸ھ ختنہ کو سنن ابن دود ختم ہوئی  
 اس کے بعد ۲۹ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۷ شوال ۵۸ھ کو سلم شریعت کرا دی گئی کچھ اسباق ہو پائے  
 تھے کہ میں سخت بیمار پڑ گیا اور تقریباً دو ماہ اس کا چکر رہا۔ ایک ماہ صاحب فرش رہ کر تبدیل  
 آب و ہوا کے لئے خیر آباد علیگڑھ چلا گیا وہاں سے ۱۵ ذی الحجہ ۵۸ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء  
 کو واپس اجیر پینچا۔ اپنی بڑھتی ہوئی پختہ بھی ماتم کروں کم ہے کہ ان آخری یام میں خدمت و استفادہ  
 سے محروم رہا۔ واپسی پر پھر سلم شریعت کے اسباق شروع ہونے

س۔ نہ صرف وہ آخری یا حیات میں ہیں اور مودی سید محمد الحسن ہم دونوں ہی خدمت  
 میں رہے۔ در سلسلہ کے لیے غصہ ہو گئے تھے۔ ۸ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ  
 پختہ بہ سید تقی و استفادہ کا سلسلہ رہا۔ یکم محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۰ء  
 تشریف فرما تھے۔ شریعت اختیار کرنا صحیح بخاری اور تائید کر یہ کا ختم کیا گیا۔ بکری ذبح کی گئی، شام  
 کو کچھ عاتقہ جو تیسرت روز عاتقہ کچھ در شہل گئی۔ ۹ محرم الحرام کو حالت بالوس کن ہوئی دوسرے  
 دن صبا بھی نہ میا ہو گئے۔ آخر تیسرت روز ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۳۰ء  
 یکشنبہ کو طبع شہید کر دیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت اسی یوم عاشورہ  
 میں یہ قربان علم و عمل اور صاحب رشد و جہت ہمیشہ کیسے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔  
 گویا زلیٰ حالت سے دس روز پہلے تک دیکھ کر حدیث جاری رہا۔ منطق و فلسفہ جو فلاں  
 فن نقاس کا سلسلہ دو ماہ قبل ہی منقطع ہو چکا تھا جب بیماری نے نازک صورت اختیار کی  
 و موصوف کو مایوسی ہوئی تو فرمایا :-

موضوع مری الی اللہ ان اللہ بصیر العباد

جب تک زبان سے کام دیا بار بار اپنی حالت کو دیکھ دیکھ کر اس آیت کی تکرار فرماتے  
 تھے۔ در سورہ میں تسکین صبر کے سے پڑھوا کر سنتے تھے۔ حواہ کہ زم میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 پرمان فرماتے تھے۔ ان کے ایمان و یقین کی نظیر نہیں ملے تھے فرماتے تھے انہوں نے  
 خدا پر ایمان رکھ کر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خدا کو جانا۔  
 حضرت اہل بیت کے ساتھ خاص انس اور لگاؤ تھا بخاری شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم وفات کے سلسلے میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جب یہ قول پڑھاتے کہ  
 اس سے تمہارے دلوں نے بوجہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا تو بے وقت  
 یہ بیچ گل جاتی و بہک عرصہ کے لئے روبرو کی سی پیدا ہو جاتی۔ جب بھی حدیث شریف  
 اس نمونہ آیت میں کیفیت ہوتی ہے۔ ایک بار زمانہ علالت میں دوران گفتگو میں یہ  
 دعا پڑھا کہ جی جی علی و استغفرہ تعالیٰ بدن پر عرش جاری ہو گیا۔

خداوند عالم میں اس جامعیت کا راز فی دوسرے ذہنیں گزرا تفسیر صاحب، نقد

مولانا منطق، فلسفہ، فرائض، اصطلاح، ادب وغیرہ یا جملہ فنون پر یکساں عبور تھا۔ فاضل شاہد ہے  
اپنا تجربہ یہ ہے کہ برفن اس طور سے پڑھائے تھے کہ امام فن معلوم ہونے لگتے اور ایسا غسوس  
ہوتا تھا کہ اس فن کے سوا انہیں دوسرا فن آتا ہی نہ ہوگا۔

دہلوی میں مولانا حکیم برکات احمد بہاری ثم لڑکی زیادہ درگ نہ رکھتے تھے اس سے  
لیکن اگر استاد العلماء مولانا مفتی محمد لطیف اللہ لکھنوی کی چھ ماہ تک جوتیاں سی سی  
کر کے اس فن پر کما حقہ عبور حاصل کیا تھا۔

ایک بار مولوی حکیم ظفر الحق نمبرہ شمس العلماء مولانا علی الحق خیر آبادی سے کسی بات  
پر ٹونگ میں خفا ہوئے تو فرمایا کہ :-

”میاں تم تنگ خاندان ہو اور میں فخر خاندان۔ تمہارے خاندان علم و فن  
میں کوئی تم سا نہیں ہو اور میرے خاندان میں آج تک مجھ جیسا نہیں گزرا۔“  
استاد کے استاد زادہ سے یہ سخت کلامی اس وجہ سے ہو گئی تھی کہ موصوف ان کو تکرار  
اس بات بھی کرتے تھے اور استاد کے حکم کے مطابق پوری توجہ اور خیال رکھتے تھے۔

پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک صاحبزادی جن کی ۱۵ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ کو شادی  
ہو چکی ہے اور ایک صاحبزادے مولوی عبدالباقی سلمہ میں جن کا نکاح شوال ۱۲۶۵ھ میں  
ہوا ہے اور بھینٹ مائی اسکول کی گڈی میں ٹیچر ہیں۔ انہوں نے حالات کے سازگار نہ رہنے سے  
وسط درجہ تک عربی تعلیم حاصل کر کے عالم کا امتحان دینے پر اکتفا کیا۔ اب انٹرنس کو  
امتحان دے رہے ہیں۔ سرکار نظام نے مولانا کی علمی خدمات کی بنا پر دفاتر کے لیے  
پچاس روپیہ مشاہرہ پسماندگان کے لئے مقرر کر دیا ہے جو برابر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ  
اسے استقامت بخشے۔

تصانیف میں از الازاد ہام الغفرل، ازادہ شہادت الشادی، چار تازیانہ قبا، حیوة  
عبر، اہل حدیث، شارب خواجہ، القول الاظہر، تجلیات النوار المعین، اسراف اور کثرت الحق  
مطبوعہ ہیں۔

استاذ الالاسانذہ مولانا فضل حق رامپوری پچیس مدرسہ لیدرامپور سے شمس العلماء مولانا

نہایت علمی و فاضل شخص تھے۔ ان کے علم و ادب کی طرف سے ہرگز کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ ان کے علمی و ادبی خدمات کی وجہ سے ان کو مولانا کا خطاب دیا گیا تھا۔

میں جو بزرگوار ترین مواقع پر جنس قیامت و عتبات کے لئے دل سے ہر روز  
 اس میں کسی کجی و جوب و جواب کا درجہ رکھتی ہیں ضحانی و تحقیقی مسائل پر شرح و تبصرے وغیرہ  
 پر سے دونوں عربی میں ہیں چہاں تا زیار قیاد مختصر و دادست اس مفاخرہ کی ہر ٹوکناست  
 ست مولانا عظیم پرست احمد ٹوٹی در مولوی عبد الوہاب بہاری کے درمیان در بار بار پیکر میں جو  
 تھا اس میں بھی بعض فقہی مسائل مذکور ہیں۔ حیوۃ عیسٰیہ نواب عبدالواہد علی خان میں پوڈا لکھی  
 صنوبر شہ و جالیر وار ہے پوڈا کی سوانح حیات ہے فقہی اور شرعی مسائل سے ملے ہوئے ہے۔ نواب  
 صاحب موجودت سے تحریک خلافت میں علم و عفا اور مجاہدین نظام کی خدمت اپنا فرض سمجھ لیا تھا  
 مولانا جس میں تھے۔ بدینہ بزرگ دنیا سے اٹھ گیا۔ مولانا سے بڑا خلوص و اعتقاد رکھتے تھے  
 اسی بنا پر ترتیب سوانح حیات سے زندہ جاوید بنا دیا۔

جناب مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم جمہور کی اذان ثانی کو مسجد سے باہر ضروری سمجھتے  
 تھے۔ مگر کے سامنے دن کو غیر شرعاً ملتے تھے۔ انقول الاظہر اور تسبیحات انوار المعین اسی کو  
 جوب اور جواب البجواب میں منقاد و سرے فقہی مسائل بھی آگئے ہیں۔

جناب مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم اور جناب مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم میں خیالات  
 عقائد کے لحاظ سے بعد الشریعین تھا مگر جہاد حریت کے خلاف تحریک خلافت کے دور میں  
 وہ بزرگ متفق ہو گئے تھے کلمہ حق میں مولانا نے اسی پر تبصرہ فرمایا ہے۔ بانی تعینات  
 ہر پہلے گزرتا ہے۔

عربی میں دور سارے سال فی بیان العمرة اور سالہ مسائل الحج والعمرة بھی لکھے جو  
 غیر جمہور میں قاضی کے بعض مقامات ابتدا کا محل بھی ارد میں کر دیا ہے۔

مورثات قریٰ ماہیت ۶۰ سال کی عمر پائی۔ اس میں ۳۰ سال مسلسل دیس و قدس  
 ۵ سلسلہ جاری رہا ہزاروں طلبہ متفہم ہوئے بہت سے ملائذ سے اب بھی دریائے فیض جاری ہے۔  
 مولانا عظیم پرست احمد ٹوٹی در مولوی عبد الوہاب بہاری کے درمیان در بار بار پیکر میں جو  
 تھا اس میں بھی بعض فقہی مسائل مذکور ہیں۔ حیوۃ عیسٰیہ نواب عبدالواہد علی خان میں پوڈا لکھی  
 صنوبر شہ و جالیر وار ہے پوڈا کی سوانح حیات ہے فقہی اور شرعی مسائل سے ملے ہوئے ہے۔ نواب  
 صاحب موجودت سے تحریک خلافت میں علم و عفا اور مجاہدین نظام کی خدمت اپنا فرض سمجھ لیا تھا  
 مولانا جس میں تھے۔ بدینہ بزرگ دنیا سے اٹھ گیا۔ مولانا سے بڑا خلوص و اعتقاد رکھتے تھے  
 اسی بنا پر ترتیب سوانح حیات سے زندہ جاوید بنا دیا۔

مورثات قریٰ ماہیت ۶۰ سال کی عمر پائی۔ اس میں ۳۰ سال مسلسل دیس و قدس  
 ۵ سلسلہ جاری رہا ہزاروں طلبہ متفہم ہوئے بہت سے ملائذ سے اب بھی دریائے فیض جاری ہے۔  
 مولانا عظیم پرست احمد ٹوٹی در مولوی عبد الوہاب بہاری کے درمیان در بار بار پیکر میں جو  
 تھا اس میں بھی بعض فقہی مسائل مذکور ہیں۔ حیوۃ عیسٰیہ نواب عبدالواہد علی خان میں پوڈا لکھی  
 صنوبر شہ و جالیر وار ہے پوڈا کی سوانح حیات ہے فقہی اور شرعی مسائل سے ملے ہوئے ہے۔ نواب  
 صاحب موجودت سے تحریک خلافت میں علم و عفا اور مجاہدین نظام کی خدمت اپنا فرض سمجھ لیا تھا  
 مولانا جس میں تھے۔ بدینہ بزرگ دنیا سے اٹھ گیا۔ مولانا سے بڑا خلوص و اعتقاد رکھتے تھے  
 اسی بنا پر ترتیب سوانح حیات سے زندہ جاوید بنا دیا۔

والدین سجادہ نشین سیال شریف پنجاب، صاحبزادہ ہاشم جان سندھی، مولوی و سرسید  
 ہم سید گاہ دہلی، مولوی غازی محمد الدین جمیری، مولوی نور الدین غلٹ مولانا قراہ دین جمیری  
 مولوی عبد شکور بہاری، مولوی محمد الہی جمیری، مولوی افتخار احمد چوہدری بہاری، حضرت مخدوم  
 انام شاہ مقبول میاں قلندر خیر آبادی اور حکیم نصیر الدین ندوی وغیرہم قابل ذکر تھے ہیں  
 مولانا حافظ مفتی سلطان حسن اکبر آبادی اور مولانا مناظر حسن گیلانی نے  
 بھی استفادہ کیا ہے۔

مولانا ہزار اصرار پر بھی کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ مولانا احمد علی نانپن نجم خدام الدین کو  
 نے خطوط کے ذریعہ اصرار کی انتہا کر دی خود بھی حاضر ہوئے، سید کنڈوں التبادوں کے بعد شرف  
 پزیریائی بخشا گیا۔ اسی طرح سید عبد الحمید احمد آباد (تالے واسے) ہاتھ دھو کر بیچھے پڑ گئے تو مجبور  
 ہو کر ان کو بیعت کرنا پڑا۔ ان دو حضرات کے سوا کسی اور کا بیعت کرنا میرے علم میں نہیں ہے  
 بیعت مسافروہ ضیافت کے لئے اذن مام تھا اکثر حضرات کو اجازت بھی بخشی گئی۔ ۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء  
 مطابق ۲۱ شعبان ۱۳۵۰ء چبشتہ کو مجھے اور رفیق محترم مولوی سید نجم حسن خیر آبادی کو بھی یہ سعادت  
 نصیب ہوئی، حدیث مسافروہ ضیافت مع اسناد چرطہ کر صاف فرمایا اور اسودین پانی دیکھو سے  
 ضیافت کی۔ اسناد پر دستخط ثبت فرما کر اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی۔

مولانا مفتی کفایت اللہ، غلام سید ایمان ندوی، شیخ الاسود مولانا سیدین حمد دینی اور  
 دوسرے اکابر علماء مولانا سید بڑی دست و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے، ان کے ذکر و نون حضرت  
 کو بھی فنی دینی مسائل کی تحقیق گفتگو بھی کرتے۔

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم جب یورپ گئے اور وہاں انھیں لکچر بھی دینا تھا تو جناب میر غلام بیگ  
 نیرنگ کی معرفت مولانا سید زہد یاد برہنہ منعمون لکھایا تھا۔ اس کی انگریزی کر کے وہاں کی علمی مجلس  
 کے منعمون پڑھا جو سب مد پسند کیا گیا۔ وہاں سے واپس پر مولانا کو شکریہ کا خط لکھا تھا  
 مولانا نے ایک نوٹ پر وہ خط مجھے بھی دکھایا تھا معلوم نہیں اب بھی کاغذات میں وہ محفوظ ہے  
 یا نہیں؟

مولانا کو فلسفہ کے مسائل پر اس قدر غور تھا کہ ہم سے ہم مسئلہ پر جسے گفتگو کرتے۔

مجلس علم خلیفہ سید علی رضا علیہ السلام کو یاد اور کے مشایخ میں سے مراد وہ شخص ہے جس نے مولانا کو روک دیا۔  
 میں میرا کلام اوتھ دینی سب کو قیامت و موت اور مولانا کی وفات میں وہ چہ کر صحت ہے، یہ ہیں، میرا کلام اس میں

مولانا سید زہد یاد برہنہ منعمون لکھایا تھا۔ اس کی انگریزی کر کے وہاں کی علمی مجلس کے منعمون پڑھا جو سب مد پسند کیا گیا۔ وہاں سے واپس پر مولانا کو شکریہ کا خط لکھا تھا مولانا نے ایک نوٹ پر وہ خط مجھے بھی دکھایا تھا معلوم نہیں اب بھی کاغذات میں وہ محفوظ ہے یا نہیں؟





۱۔ علی محمد سرمد صاحب مدظلہ العالی نے جو اس کتاب کی تصنیف فرمائی ہے وہ ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۲۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۳۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۴۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۵۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۶۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۷۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۸۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۹۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔  
 ۱۰۔ اس کتاب کی تصنیف میں ایک نیا اور منفرد موضوع ہے۔

بہت بڑا تھا کہ نسبت دیر خواست تو کچھ بہت پہلے بھی بلاد و سرے کی امداد کے ناموں تھا۔  
 دوسری صورت چند جاہ طلب شاگردوں رہوس واقعہ کے جھوٹے شکایتوں است لڑنا کے  
 وجود و اپنی لے سنگ باد پہنچتے ہوئے حکومت کی نظر میں مشتبہ کر دیا حتی کہ دارالعلوم معینیہ علیہ  
 کے منصب نہایت (صدر مدرس) کے حکم کو نسبت تمام خدامت کے ہٹا کر مولانا کا فرار غافل  
 مفقود کر دیا لیکن اس پریشانی وقت اور اس بڑے دست و پائی کے عالم میں بھی آپ حمایت ملت  
 و تحریکات حنفیہ کے مدد و حمایت میں برابر مسدودوں کی تہہ ہی رہنمائی کے لئے سرکافت و سبیل و اس  
 معذوری کی حالت میں مقامی میں جلسوں میں ہمیشہ تقریر فرماتے یہاں تک کہ سب سے پورے عالم  
 مشہور و مشہور میں وہاں پہنچ کر رہنمائی کی تحریک ہجرت کو روکنے کی تلقین فرمائی ان مشاغل  
 کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی برابر جاری تھا کہ حضرت عنہ کا محبوب ترین مشغلہ بلکہ غذائے  
 روح میں تھا چنانچہ دورہ خدمت شریعت کا دس و سات سے دو ہفتہ قبل تک جاری رہا اور  
 اس دریائے علوم کے لئے مستقیان ہیں سے دور آخر کے خوش نصیب مستفیدین طلبہ کمال علوم  
 کے لئے اس حالت میں مشہور و مولانا کے گرد حلقہ زن رہتے تھے خصوصاً جناب مولانا  
 شاہ شہزادانی در جناب مہر کی محکم احسن صاحب خیر آبادی کے متعلق مولانا کی دلی خواہش اور پوری سعی  
 و شش تھی۔ ان دونوں جو ہر حال شریعت نادوں کو محض کمال علمی بنادیں کیونکہ ہر دو اولوالعزم  
 سعادت مند جو ان صاحبان علم نے خود کو مولانا کی خدمت و رضا جوئی کے لئے وقف  
 کر دیا تھا چنانچہ ان کی تلمیذ اور اس کتاب کی ترتیب کے متعلق ہی آپ نے داعی اجل کو لبیک  
 کہا۔ اس غایت اہم اندر ہیں۔ در اس نذر عقیدت تصنیف شاہ خواجہ کا صلہ تھا جو اس حسن  
 قبول و قبولیت میں ظاہر ہوا کہ عشرہ محرم کے روز سیدنا امام حسین (علیہ علی جده السلام) کی  
 میں شہادت سے وقت مولانا نے جان بجاں آفریں کو سپرد کی اور حینا زہ بھی اس ترک احتشام  
 سے انکار باوجود کیاں لگا دینے کے لوگوں کو کن بھادینے کا موقع ملا۔ اس شان قبول کے  
 ساتھ ساتھ در عالم پناہ میں اندرون فہم صاحبین (چنار یا ر) متصل محراب جامع مسجد شاہجہانی  
 مسجد میں موسیٰ، مفتی درجہ عظمیٰ فاضل مسلم بحکم کالات علم و عمل اسی حسن قبول کا اہل تھا جو  
 بہت ترقی ہو توجہ علم و معرفت و بہادریاں و عبودیت و استقلال، تحریر و تقریر و صفت و غلاف

سید شہنشاہ عالم، جرأت تمام، ارادہ داری و مساوت، ستفنا و توکل، تسبیح و رضا غرض سب  
معائنہ سورہی و مغنی کی جامعیت میں قدرت نے آپ میں ودیعت رکھی تھی بہت کم دیکھنے میں  
آتی ہے۔ افسوس کہ مولانا کی وفات سے مسند علم و فضل خصوصاً جمیع میں بے رونق ہو گئی۔ امت مسلمہ  
مستفیدین متفرق و منتشر ہو گئے جن کے لئے مولانا کی ذات نے جمہور کو مرکز توجہ بنا رکھا  
تھا۔ افسوس !

آں قدر بے شکست و آں ساقی لمانہ

انا لله و انا الیہ راجعون۔

علمہ حاضر کا مؤرخ موجودہ دور کے علماء کی تاریخ میں جس مرتبہ پر آپ کا نام نامی دست  
کرے گا وہ اخبارات کے کالموں میں دیکھئے یا قائدانہ ملک و ملت کے ان جذبات سے  
پوچھئے جو غالباً معین نمبر کے نام سے شائع ہونے والے ہیں یا ہونگے  
افسوس کہ حضرت علامہ کا نقش آخر انشا خواجہ اچھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہونے  
پایا تھا کہ مصنف علامہ واصل بحق ہو گئے۔



# نذر عقیقہ

بہ یاد می رفت مونا بیدین الدین اجیری

۱۳۵۹

|                               |                               |
|-------------------------------|-------------------------------|
| مخزن الطاف و مہربانم          | روح سست و ملاذ خاص و عام      |
| زبد و علم و فضل کے ماہِ مستام | مہرِ حجاب ہمہ دم و مہرِ نعت   |
| بحرِ ذخائرِ معانی و کلام      | یہ تفسیرِ مہرِ و نعت دیں      |
| منطق و حکمت کے لاثانی امام    | فنِ تاریخ و ادب میں بے نظیر   |
| وہ معین الدین اجیری تھا نام   | تغائبِ ملامت و مذہب کا        |
| راست دل اس کے سوا کچھ تھا نام | و غلو و فتنہ برس و تالیفِ مہم |
| فرقِ باطل کے لئے حق کی حسام   | ہمی زبانِ فیض ویا ہر گھڑی     |
| تجن یوسف بھی بنا دارِ الغیام  | رہ آزدی میں کہیں نہ بانیں     |
| تھامیاست میں بہت اونچا مقام   | یہ مدت ملک و وطن میں پیش پیش  |
| کارِ رازِ حق میں تیغِ بے نیام | تفسیرِ حق سے حقے مام حریت     |
| س دعا پر اسب ہو شہادِ افتخار  | موسمیں سکنا خصال کا شمار      |

پنی رحمت سے عنایت کر خدا

تجنتِ لغو میں نالی مقام

چشمہِ نیلِ ناز سے جاری سدا

رتنوں کا ہونہ دل ان پر مدام

نذر عقیقہ سے مندرجہ ذیل نامی علی صاحب سینہ وری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ نذر عقیقہ ہے

# راقم السطور محی عبد الشاہد خاں شروانی

عجب در دامت با نغمہ زبیدہ کہ چوں مسرور  
بالا خوں شوکت تا بر مال خود یک خط خوں کرد

اُس وقت جبکہ بلال سرور و بھیت فلک صفت پر فخر کھلتے سے صوغ ہو کر بہر بکاش بنے  
سے قبل ہی خسوف و کسوف ضبط و منقہ کی منزل میں داخل ہو رہے تھے۔ تو ہم بھس سون دنیا پر  
نمودار ہوا یعنی جنوری ۱۹۱۵ء میں یہ تنگ خلافت، انا وقت حقائق و دقائق، اپنی نمایاں ریاست  
بلیکن پور ضلع علیگڑھ کی پٹی میں پیدا ہوا۔ آباد اجداد مسکن موضع بھاموں ضلع یہ بھیک پرست  
۱ میل پر واقع ہے۔ بھاموں، اضلاع علیگڑھ اور ایچ کی سرحد پر آباد ہے۔ اس کے جنوب  
غرب ایک میل پر موضع بلون علیگڑھ کی حد میں اور جنوب مشرق اسی قدر فاصلہ پر موضع ڈھولہ  
بھٹکی حد میں ہے۔ جنوب جنوب موضع کناوہ اور جنوب شمال موضع کنوٹی ہے۔ کنوٹی، بٹہ  
اور کنوٹی علیگڑھ میں محسوب ہے۔

والد مرحوم اردو، فارسی اور حساب و سیاق میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ میں بھی سید  
حبیب اللہ حسین پوری مرحوم کے شاگرد تھے۔ میاں جی صاحب کے انتقال ۱۹۴۰ء میں جی ڈال  
ہوئے۔ ہوا ہے۔ راقم السطور کو بھی شرف نیاز حاصل تھا۔ فارسی درسیات و کتابیں انہیں  
اذہن تھیں۔ فارسی کے اچھے شاعر تھے، ساری علم اسی شروانی خاندان کی تئید و تائیس میں گزری  
بڑے دست و شمار بزرگ تھے، آخر عمر تک عیدین کی نماز پڑھانے بھاموں آستانہ رہے۔

والد مرحوم کو تعلیم سے نامہ لگاؤ تھا فارسی کی کتابیں و امادیت کے دو ترجمے ان کے  
پاس تھے۔ یادگار میمنشی عبدالماہ خاں مرحوم کی رسم نسیم لہ بلیکن پور میں ہوئی۔ صفحہ صدی سن  
ٹینوی نے کرائی جب میں اس کو پہنچا تو آبائی وطن بھاموں میں میانجی محفوظ ملی کو بلیکن پور بھا  
یہاں سماعت موصوفت ہی نہ کرائی، موصوفت شاعر بھی تھے فارسی واردہ، دونوں میں فنی تہرس  
میں دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ جمعہ ۱۰ میں پیدیں میں گرفتار محض منسرت بھاموں

میں اللہ تعالیٰ مرحوم کے دربار میں کہا ہوا کلام جا کر سناستے علاوہ داد و تحسین کے نذرانے بھی پاتے۔ محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے "خالق باری" مجھے پوری حفظ کرادی تھی۔ قرآن مجید بھی حفظ کرانا شروع کر دیا تھا۔ سورۃ بقرہ میں حفظ کر پایا تھا کہ سخت بیمار ہو گیا سال بھر میں چار بار موتی جھرونگلا۔ بعض مرتبہ سرسामी کیفیت بھی طاری ہو گئی۔ ایک سال بعد جب بیماروں سے نجات ملی تو سورۃ بقرہ بحول چکا تھا۔ پھر اس سعادت سے محروم رہا۔ میاں جی صاحب بیت بازی بھی کراتے رہتے تھے اس سے سینکڑوں اشعار یاد کرادیئے تھے۔

مجمودوں بھائیوں کے ساتھ گاؤں کے دوسرے غریب بچے بھی پڑھتے تھے بعض روکے ازراہ شریعت اپنی ٹوپی میں کانٹے لگاتے تھے۔ میانجی صاحب کے چیت مارنے پر وہ کانٹے موصوف کی انگلیوں میں پیوست ہو جاتے۔ پھر ان کی ٹانگوں سے کافی مرمت کی جاتی۔ کچھ عرصہ بعد میاں جی صاحب اپنی پیرائہ سالی کی وجہ سے اپنے وطن چلے گئے۔ ہم نے کچھ دنوں ظہور اللہ خاں صاحب کی چوپال کے مکتب میں منشی محمد ادریس خاں سے بھی پڑھا۔ پھر ہم قصبہ بہاول ضلع اٹک اپنی خاں صاحبہ کے یہاں گئے۔ تو والد مرحوم نے مولوی عبدالرزاق عرف کلمے مولوی صاحب مرحوم کے پر کر دیا۔ دو تین ماہ وہاں پڑھتے رہے۔ بھائیوں آتے پر چونکہ خیر اکوئی انتظام تعلیم نہ ہو سکتا تھا اس سے موصوف نے خود پڑھانا شروع کر دیا غرض یہ سب کہ ہم ہم اللہ کے بعد سے زندگی کے آخر لمحات تک نہایت میں تعلیمی دشواریوں کے یاد دہ والد مرحوم نے ایسا کوئی دور ہم پر نہ گزرنے دیا جس میں تعلیمی سلسلہ جاری نہ رہا ہو۔ ہم کہیں رشتہ داری میں جاتے تو وہاں بھی اس سے بچھاؤ تھا۔ البتہ ایک بار میانجی صاحب کے پاس سے پیشاب کے بہانے سے میں گھر آکر روپوش ہو گیا۔ ہم کو پتہ چلا تو ایسی مرمت کی کہ آج تک اس کی لذت یاد ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ

بہاول میں وہاں کے زمین قبیلہ جٹا پڑا۔ والد مرحوم موضع بہاول ضلع علیگڑھ میں نواب بہاول خان کی جانب سے عامل و کارندہ بنا کر بھیج دیئے گئے تھے۔ اس وضع کیساتھ اس حالت کو بعد قہ جس میں ہم بارہ ہیات شامل تھے، موصوف کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اس وقت میں موصوف پٹنہ زمین کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمارے ملازم محمد خاں شروانی

بلکین پوری کے نزدیک سے سسرال سے موصوف کو یہ وعدہ ملا تھا۔ چونکہ موصوف کے تعلقات و اثرات اہل علاقہ سے دیرینہ تھے اس لئے بڑی شان سے کام لیا یا دو سال قیام با اس دیہان میں خاص پنہا میں اپنی کوششوں سے پرائمری اسکول جاری کر لیا۔ یہ دونوں بھائیوں کی تعلیم کی خاطر پہلے مولوی عبداللہ خاں پروردوی اور پھر حافظ عبداللہ خاں کٹواہی کو بلا کر رکھ کر دونوں بزرگ موصوف کے عزیز بھی تھے اس لئے یہ دونوں بھائیوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔

والد مرحوم کا خیال تھا کہ مجھے انگریزی تعلیم کے لئے مسکو یا یونیورسٹی میں داخل کر میں اور برادر گرامی کو طبیہ کالج دہلی بھیجیں، اسی لئے ان کو غربی کی کتابیں شروء کرادی گئی تھیں اس معاملہ میں نواب بہادر سے مشورہ بھی ہو چکا تھا۔ انہوں نے دونوں کے داخل کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ یہی منصوبہ بے نتیجہ رہا کہ اچانک والد مرحوم بیمار ہوئے اور بیمار ہی انتقال کھینچا کہ صاحب فراش ہو گئے۔

اسی درمیان میں نواب محمد ابو بکر خاں رئیس عظم دادوں ضلع علیگڑھ نے پنی جان ۱۰۸۰ء سے ساڑھے تیرہ ہزار کے منافع کی جائداد ۱۹۳۳ء میں وقف کی تھی اس میں عامر مس مسجد مسافر خانہ بزرگان دین کے ساتھ ساتھ ساڑھے تین ہزار مدرسہ عربیہ کے لئے وقف کے ۵۰۰ گز زمین شہر بھی رکھی کہ وفات رضی اللہ عنہ سے اس رقم وقف میں کمی آنے پر پتہ مدرسہ وقف کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اس رقم سے کچھ بچے کا تحصیلہ صدی تقسیم ہوگا۔ چنانچہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۲ء کو مدرسہ عربیہ کا افتتاح دادوں میں کر دیا گیا مولانا وحید الدین احمد شاہ، مولوی حسین الدین تھوڑی مرحوم نے درس و تدریس کی ابتدا کی۔ مولوی محمد شریف خاں، مولوی نور محمد، مولوی سید سید علی، مولوی نظام الدین نوشوی، مولوی رونق علی سہانچری، مولوی شمعون خاں ترووی، حافظ عبدالرفیق علیگڑھی، مولوی محمد مسلم چھوڑی، مولوی محمد ابو ظفر خاں چھوڑی، غیر تمام اس وقت دادوں کا رجسٹر رکھتے ہیں جن میں سب سے پہلے یہی لوگ داخل ہوئے تھے۔

پہلے ہیام میں والد مرحوم کا انتقال ہو چکا تھا۔ ہمارے چھوٹے۔ مونس مشی محمد علی خاں نے بلکین پوری اس وقت موضع منوبلی میں مولوی محمد جان خاں ندواری بس دادوں کا رجسٹر



سے کورہ سے تھے۔ بعد میں کنوئی سے ایک میل پر واقع تھا اس لئے اکثر آمد و رفت رہتی اور  
 ہر طرح سہولت کی دہائی کرتے۔ بڑے موصوف نے برادر گرامی کو تو سیاق و حساب سکھانا شروع  
 کیا اور بعد دوں لیجا کیمدر سرحد میں داخل کر دیا۔ ۱۹۲۵ء میں جبکہ میری عمر دس گیارہ سال  
 تھی میں نے ہائی اسکول کی چھ کلاسوں کی ماہ پہلے شروع ہو چکا تھا اور طلبہ سال اول کا کافیا حساب  
 ختم کر چکا تھا۔ یہ یہ صورت تھی کہ دن میں اسباق میں شریکیت ہوتا اور بعد مغرب چھ اور گولوی  
 صیغہ رقم کنوئی کو جو میرے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے مولانا وجیہ الدین احمد خاں مدرس الادب  
 درمیان آمد و رفت پر ملتے۔

نواب صاحب کو مدرسہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ بڑے فیاض، سیر چشم اور عالی حوصلہ انسان رہتے  
 تھے۔ ان کی طبیعت عزت کرتے اور طلبہ کو نگہ سے زیادہ آرام پہنچاتے، رسم کشی، سمیت بازی اور فٹ بال  
 سب سے زیادہ پسند کرتے۔ درحقیقت ان کی انعامات و اکرامات سے نوازتے۔ طلبہ کی ساری ضروریات  
 زندگی کو برقرار رکھتے تھے۔ نواب صاحب کی داد و بخشش مزید براں تھی۔ ہندستان کے ہر گوشے سے  
 طلبہ پہنچنا شروع ہوئے۔ سائنس کے تبحر اور محنت و شغف سے مدرسہ کو اور چار چاند لگائے۔ دیکھتے  
 دیکھتے درجہ بمقام مدرسہ معلوم ہو گیا۔ ایک بی بی صاحبہ نے چار پانچ ہزار سالانہ آمدنی کا وقف کر دیا  
 چرخی آباد میں دیس جوتے گئے تو نواب صاحب کی ذات کفیل بن گئی۔ نواب صاحب کا نام اور مقام  
 ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹۳۵ء کو مسلسل علالت کے بعد انتقال ہو گیا تو ان کے وقف نامہ مرحوم کے  
 برادر نواب حاجی محمد غلام محمد خاں حافظی رئیس اعظم موبن پور و دادو میں مدرسہ اور وقف کے  
 متولی ہوئے۔ جو صوبہ نے برادر گرامی کے نقش قدم پر چل کر مدرسہ کی شان و عظمت کو ذرا بلند  
 کرنے دیا۔ مدرسہ نے ۱۹۳۲ء مطابق ۱۹۳۲ء کو اپنے پیر و مرشد حافظ محمد آٹھ  
 خاں آباد میں انتقال کیا۔ تالیف سے سنا ہے چچان، جاں آفرین کے سپرد کی اور وہیں پائیں میں دفن ہوئے  
 مدرسہ کے بعد وقف سے مراد چچان خاں تین سال سے متولی میں آپ کے  
 دو بیٹے میں نصف حصہ سے زیادہ کبھی تھا۔ انہیں جو سکی ورثہ آئندہ کوئی توفیق نظر  
 آتی تھی

مدرسہ کے متولی مولانا محمد علی بن خاں سیلی یعنی دیوبند کے متفیض مولانا خیر آبادی تھے۔

زمین پر چکا تھا۔ دل اندکرتے مشق قنارت سال ڈیڑھ سال کی ان دونوں ستاروں نے بھی  
 یں صاحب پڑھائیں۔ دوسریہ نظر علیہ صاحب خیر آبادی مرحوم پر نوریت سیکرٹری صاحب صاحب  
 دے کر دینی بھی شروع کر دی تھی۔ عربی ترجمہ اور خوشنویسی کی مشق مولوی حاجی محمد سیادت اللہ پٹھانوی  
 من سادات العلماء مولانا مفتی محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ سے جو شرف منزل پر اجروادوں سے نصرت  
 پر پڑا ہے، اقامت گزریں تھے وہاں شام کو جا کر کرنا پڑتی۔

اسی دربان ہیں ایک مرتبہ قدوة السالکین ذیقۃ العارفین مولانا الحاج محمد بادی ملتان شہنشاہی  
 زین علیہ رحم کے ایام ہیں نواب صاحب کی استعداد و احراز پر وہاں تشریف لائے۔ وقتات  
 اور اپنی تقریریں ہوئیں، کچھ اس انداز سے واقعات کی تصویر کشی فرماتے کہ سننے والے بے قیور  
 ہوتے ہیں مارنے لگتے۔ بیان میں وہ اثر تھا کہ نیچے بوڑھے بھی روٹنے دیتے بے حال ہو جاتے  
 تھے۔ مولانا کا قیام رہا مواعظ و تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ میں بھی اپنی نو عمری و کم علمی کے باوجود  
 ہر اثر تھا۔ سینکڑوں آدمی مولانا سے بیعت ہوئے۔ تقریباً سارا دہریہ بیعت ہو گیا۔  
 غیر ذیل سے میں بھی تھا۔

مولانا کی عمر نوے سال سے تجاوز تھی کہ کسی پر دوسرے اٹھا کہ مجلس میں لاتے۔ دو چار قد  
 سے زیادہ چل سکتے تھے اور وہ بھی دوسروں کے کانٹھوں پر پاندھ کر حضرت شاد صاحب رحمۃ  
 اللہ علیہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلیہ اور نواب صاحب مرحوم کے پیر بھائی تھے اسی نسبت سے  
 ہی وہاں آجائے تھے۔ نواب صاحب کے والد ماجد نواب محمد سعید خاں مرحوم اور تقریباً پورے خاندان  
 و نواب صاحب جی سے بیعت تھا۔ مولانا نے اس پیرانہ سالی کے باوجود ہمیشہ تراویح مسجد پہنچ کر  
 پڑھیں اور عثمان میں پورا قرآن پاک تراویح میں سنا۔ بابائے شریعت و منبع سنت تھے۔ وہ  
 نہیں وغیرہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

بین الاول ۱۳۴۸ھ بروز شنبہ سرسے معالی خاں لکھنؤ میں تھار شریف میں دعوت  
 و تبلیغ کے سلسلے میں ہوئے کچھ مذہبی تقریبات کے لئے تھار شریف کے لئے وقف بھی فرما  
 دیں۔ ہر سال بین الاول میں ہوئے مبارک سرکار دست مصلحت علیہ وسلم کی اس عبادت  
 کو بوقت عشاء جماعت ہے مجھے یہ سعادت بھی حاصل سے رہن میں شریک ہوا اور طری بار



میں نواب بہادر محمد نزل اللہ خان شہزادانی نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سال اجلاس  
برقی میں جو خطبہ صدارت پڑھا اس کا عربی ترجمہ کر کے ۱۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو مرحوم کی خدمت میں  
پیش کیا۔ موصوف ہمیشہ کی طرح بڑی شفقت سے پیش آئے اور ۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء کو نواب صاحب  
کو محمد نواز عافقی مرحوم کو ایک خط لکھا جس میں میرے متعلق یہ سطور بھی تھیں۔ یہ خط میرے  
ہاں محفوظ ہے :

عزیز عبداللہ شاہد خاں نے میرے خطبہ کانفرنس کا عربی ترجمہ دکھایا۔ میں سچ کہتا  
ہوں کہ میں اس ترجمہ کو پڑھ کر حیران ہو گیا اور میرے دل نے ہزار ہا تحسین و  
تفہیم کہیں۔ آپ کے اس غیر مادی کو آپ کی مدد اور توجہ سے ایک غریب  
دیہاتی عزیز اس قدر قابلیت اور لیاقت سے مستفیض ہوا ہے آپ کے حق میں اور  
بیز اس کے حق میں صدقِ دل سے دعا کرتا ہوں۔ میں ان کے مضامین و مآثر  
مفتہ و اخبار میں پڑھتا رہا ہوں لیکن اس عالمانہ قابلیت کا مجھ کو دمہر دکان بھی نہ  
تھا۔ جزاکم اللہ خیر الجناء و حفظکم من حشل البلاد و اللابلاء  
”امین شہزاد امین۔“

علامہ السنہ مولانا معین الدین اجیری کا تذکرہ عظیم و فضل مولوی حکیم ظفر الحق اور مولوی حکیم حافظ  
شہزاد خیر آبادی سے اکثر اچکا تھا۔ خود جب ۱۳۵۲ھ میں اپنی آنکھوں سے اس سے بڑھ کر  
شاہدہ یا مولانا کے دربار میں کے دربار میں شبان ۱۳۵۲ھ میں مستقل طور پر پہنچ گیا۔ مولانا  
کا تذکرہ میں اپنے قیام اور تعلیمی نظام کے متعلق مختصر سب کچھ لکھ چکا ہوں۔ استاد کے کرم کمال اس سے  
فلاں معلوم ہو سکتا ہے جو موصوف نے میرے خدمت میں پہنچنے سے قبل میرے خط کے جواب  
میں لکھا تھا۔ اس نامہ گرامی سے وقارِ علم، ادب، محبت اور استقلال کے پہلو بھی معلوم  
ہو سکیں گے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم عن السوائب و علیکم سلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“  
رقمہ و داد موصول ہوا۔ آں عزیز کی روانگی کے بعد جناب مولوی حکیم محمد علی صاحب  
ہر فارسی خط موصول ہو گیا تھا۔ اس کا جواب بھی دے دیا گیا کہ تمہیں ارشد :

ہوئی آپ کے جانے کے بعد پھوڑے کی تکلیف میں فقیر مبتلا ہو گیا اب تک  
 اس کے شدید درد میں مبتلا ہوں۔ پھوڑا لگدی پر نمودار ہوا ہے، عمل جراحی بھی پھر  
 ہو گیا ہے آپ میری جانب سے بالکل مطمئن رہیں میں بسا آپ کی جنٹلمنری میں  
 تھا ویسا ہی اب ہوں آپ صحت اپنے شوق و اخلاص پر نظر رکھیں جس قدر شوق  
 غم و میرے ساتھ غم آپ کو ہوگا اسی قدر میری توجہ آپ کے حال پر ہوگی،  
 غائب کیا خوب کہتے ہیں۔

مت پرچہ کہ کیا حال ہے میرا ترسے پیچھے  
 یہ دیکھ کر کیا رنگ ہے تیرا میرے آگے

میں فسطیہ آپ نظر کریں گے تو ہمیشہ مطمئن رہیں گے حق تعالیٰ آپ کو فائز المرام  
 کرتا رہے خیر آباد کو آپ کے دم سے زندہ رکھے، ہم تو اب قبر میں پھر لنگھ چکے  
 ہیں۔ آپ ہی جیسے درباب شوق و حیرانوں سے بقا و سلسلہ کی توقعات قائم کئے  
 ہوئے ہیں۔ والسلام فقط

فقیر معین الدین کان اللہ دار الفیض

(۱۲ رجب ۱۳۵۵ھ)

سماجی زندگی کا آغاز اجیر می سے ہوتا ہے مجلس احرار اجیر مصر سے ختم ہو چکی تھی۔ انگریزی  
 ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۱۵ء کو اس کا دوبارہ افتتاح ہوا مجھے بھی اس کا رکن بنایا گیا اس سے  
 قبل میں مدینہ منسل کا ٹنگرٹس کا مضافہ ممبر بن چکا تھا۔ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ  
 سے متعلق کھدہ پینا شروع کر دیا۔ دولوں جماعتوں کا رکن و ممبر بن جانے کے بعد سیاست میں  
 ملوث ہو کر محمد بھی لینا پڑا، اکثر تقریریں بھی سیاسی جلسوں میں کرنا پڑیں۔ اس وقت فلسطین پر  
 جو دشمنی قائم تھی وہاں تک پہنچتے تھے انہیں پڑھ چڑھ کر خون کھولنا تھا یوں فلسطین کے  
 مسئلے پر بحث نہ ہوا۔ وہ چوری مبنیہ تقریر خارجہ شاہجہانی میں کر ڈالی اس سے قبل ان  
 کے ایک ہی صدمہ تھا کہ ریکرچنگ تھا

۱۳۵۵ھ نوگرفنا کر لیا بعد میں کسی ہزار کی ضمانت اور بعد میں پھر

مقدمہ پنا شروع ہوا۔ مسٹر اخہ حسین سسٹنٹ کمشنر کی مدت میں ۶ ماہ تک سیمپیشیاں ہوتی تھیں  
 کئی سی گھنٹے کٹھن سے کھنڈا رہتا تھا۔ وفات کے سو کچھ حاصل تھا یہ وقت میرے  
 بڑے امتحان کا تھا جس کے امتداد پاؤں سے معذور اور صاحب ذہن تھے۔ انھوں نے ہم دونوں کے نتیجے میں  
 قاعدہ زندگی تھے۔ اور ہر پرستوں اور بزرگوں کے تعلق تھا کہ یہ کچھ کر کوئی نشست چاہتا تھا میں نے اس کو دیا  
 جائے کہ وہ ان تعلیم و قیام جمعی میں سیاست میں حصہ نہ لوں گا۔ اس سے یقینی پر آمادہ ہوئے پر تمام  
 پرستوں سے ہاتھ کھینچ لیا گیا اور بے تعلقی کا اظہار کر دیا گیا۔ یہ بھی سب کو دیکھ کر کے ساتھ برداشت کیا  
 اب وہ وقت آیا کہ مدت کے کٹھن میں جن فکروں پر متدبر تھا ان کے متعلق خبر سے پہچان گیا  
 میں نے تمام باتوں کا اقرار کیا۔ اخبار انجیم دہلی، احرار سہارنپور، اور مبین جمیرس کے شاہد ہیں  
 آل انڈیا مجلس احرار اور جمیۃ العلماء نے بند کے نامہ ان کے اس وقت میں ہمارا مقصد میں شام  
 نہیں بلکہ وجہ ہونے سے فائدہ نہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر فیصلہ خد فہر تو بائیل کی جائے تو اس کی  
 نوبت ہی نہیں آئی۔ چھ ماہ کی زبان بندی کا مجسٹریٹ نے حکم سنایا اور یہ چھ ماہ اس وقت ختم ہوئے جب  
 حضرت الامام ذہبی سے عالم آخرت کو روانہ ہو چکے تھے

قدرت کا نظام تو دیکھئے کہ زبان امتداد کے بعد تعزیرت میں کھنڈا ہو گیا کیونکہ اس کی طرف سے ہاؤن  
 ال میں ۲۰ فروری ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوا تھا میں ۱۹۳۴ء میں ٹھہر کا ٹھہر گیا کیونکہ تمبر دور ۱۹۳۰ء میں صوبہ  
 ہٹ کر گیا کیونکہ راجپوتانہ کا مختار بن گیا۔ مجلس احرار کا ذمہ دار محمد یار بھی بنا دیا گیا۔ جمیۃ العلماء نے بند کا  
 ان کی مرکزی بھی رہا۔ جمیر سے واپسی پر ایک سال تک احباب نے صدر مجلس احرار علی محمد بنادیا مومانی  
 اور مرکزی کی رکنیت بھی سزا دی۔ نام و نمود سے لغت اور علمی و تعلیمی مشغولیت نے سیاسی انہماک  
 سے باز رکھا اور نہ اب تک خدا جانے سیاست کی کس منزل پر پہنچ چکا ہوتا۔

مومنانا کی وفات کے ایک ماہ بعد میں جمیر سے خیر آباد پہنچا اور وہاں ایک جمعہ رہ کر دادوں  
 سناوا۔ صدر سید محمد فطیمہ بی بی ریاست دادوں ضلع علیگڑھ میں ۲۲ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء  
 سے داخل درس و تدریس انجام دینے لگا سب سے پہلے سابقہ براہیہ جلالتہ نث مسلم الثبوت و  
 تفسیر سید دی سے پڑھا۔ ان کے علاوہ دوسری کتابیں بھی زیر درس رہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ تیس  
 سال تک اپنی بساط کے مطابق دینا تدریسی سے یہ فرض انجام آیا اور کس زمانہ میں متولی مد

۱۰۔ سن ۱۹۱۱ء کو کسی تعلیمی و انتظامی شکایت کا موقع نہ ملا۔

نتوں مدرسہ نواب حاجی محمد غلام محمد خاں حافظی کا ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں انتقال ہوا۔  
 دو دن وقف نامہ کے مطابق واقعت کے علم زاد بھائی مولوی محمد جان خاں رئیس دادوں تہلی  
 جوتے میں بموت مدرسہ کا یہ سال کسی نہ کسی طرح پورا کرتے ہیں۔ تعطیل کلاں کے بموجب یہ  
 ختم ہے تو مولانا محمد عبد علی عظمیٰ، مولوی محمد شریف خاں دادوئی، اور راقم السطور کو مطلع کیا جاتا  
 ہے کہ مدرسہ تنخواہوں کا اس قدر باز برداشت نہیں کر سکتا ہے اس لئے آپ کی خدمات سے  
 خورج پڑھوس ہے۔ مولانا محمد عبد علی عظمیٰ سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر، دہلی  
 مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے۔ کمرہ مشق کی بنا پر درمیان میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔  
 مولانا بدیت شاہ خاں جو پوری مرحوم تلمیذ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد اور مولانا سید  
 سلیمان اثرت بہاری مرحوم سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہم درس اور استاد  
 بزرگ ہیں۔ مولوی محمد شریف خاں مدرسہ دادوں ہی کے فارغ التحصیل اور اس کے سب سے پہلے  
 طالب علم ہیں۔ فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے تھے، ان دونوں کے استحقاق اور  
 قدیم علاقہ کا بھی خیال نہ کیا گیا۔ ہمارے بعد مولوی غلام امام یونس بدایونی کو صدر مدرس بنایا گیا۔  
 دہلی دوسرے میں تنگ اگر شبان ۱۳۶۵ھ میں دشمن چلے گئے۔ اب مدرسہ حسن منزں سے گزر  
 رہا ہے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ خدا، مولوی سید سعید علی کو ثبات و استقلال بخشے۔ کہیں وہ  
 بھی بدل ہرگز نہ کٹا رہے۔ انھیں نہ کر لیں۔ موصوف بھی اس مدرسہ کے "السابقون الاولون"  
 میں سے ہیں۔ پامپلہ اور ڈیجیل سے سند فراغت حاصل کر کے کئی سال مدرسہ قادریہ بدایوں میں  
 مدرس رہنے کے بعد جناب مولوی امین الدین چھوڑی کی رحلت پر دادوں پہنچ کر مدرسہ ہوئے  
 ۱۰۔ دو سال سے علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چار میل پر آبائی وطن ہے اور دو میل پر دال بابا

۱۰۔ ہمیں اس سے موصوف قریب کی بنا پر دادوں اقامت گزیر ہیں۔

۱۱۔ ۱۹۱۱ء سے سب ڈپٹی کے جانشین ۱۳۶۳ھ میں نواب صدر بارہ بنگ سدھرنے اپنے کتا  
 ب گھر میں ہارنٹس جو خدمات سپرد کیں۔ ابھی پورا سال بھی ختم نہ ہوا تھا کہ ایک اچانک حادثہ



اجیرت دہلوی اور مدرسہ دادوں میں تقرر کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایسی جگہ سکونت اختیار کی جائے جہاں سے طبعی سہولتیں حاصل رہیں۔ آبائی وطن بھاسوں شریک سے دور غلام دست پر واقع تھا۔ جمہوری فائنان شریکانی کا مرکز اور قدیم مسکن تھا یہ دو تین ہزار کی آبادی کا بڑا گاؤں شریک کے بالکل کنارے واقع ہے۔ دو فرلانگ پر ندی بہتی ہے، اس فرلانگ پر حبیب گنج و بھیکن پور اور دہل پر جانب جنوب دادوں اور اتنے ہی فاصلہ پر جانب شمال قصبہ پتھرہست جہاں نان کی بڑی بڑی آثار کھر، اور لاری اور کچھ کا اڈا ہے۔ تمام ضروریات زندگی وہاں سے پوری ہوتی ہیں مویشیوں کا ہسپتال اور طبیوں اور لڑکھڑوں کی پرائیویٹ دکانیں بھی ہیں۔ قصبہ دادوں میں مدرسہ عربیہ تھا۔ دہشتانہ ہے۔ مدرسہ عربیہ دادوں اور کتب خانہ حبیب گنج کے قریب کی وجہ سے جمہوری میں مستقل حکومت اختیار کرنا طے کیا اور نواب صدر یار جنگ بہادر سے حقوق حاصل کر کے جامع مسجد سے متصل ایک بلند اور ہوا دار محلہ عمارت کے لئے حاصل کی اور اس پر غلام اور سچتہ عمارت اپنی سہولت و ضرورت کے مطابق ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں تیار کر کے پیر مرشد کے نام پر بادی منزل نام رکھا۔ "شاہد رحمت مقصود" بادی منزل" تاریخی مصرعہ ہے جس کا پتھر بیرونی برآمدہ کے وسط پر نصب ہے۔ اس جگہ کے دوسرے لوگ بھی خواہشمند تھے وہ دونوں سے اس کے حصول کی کوشش کر رہے تھے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر نے ان سب پر راقم السطور کو ترجیح دی تھی

میں رجب ۱۳۶۳ھ مطابق جون ۱۹۴۵ء میں ایک بغتہ کے لئے اجیر عرس میں پہنچا گیا۔ میرے متعلق اپنی رشتہ داری میں سداور و بھیکن پور چلے گئے مکان مقفل اور دروازے پرادی مورہا تھا کہ ۱۵ جون ۱۹۴۵ء کی شب کو ایک منظم سازش کے تحت مکان میں مچی کاتیل درہمیرول چھڑک پڑ کر لگا لگا دی گئی، سامان، چھتیں، در و دیوار سمجھی کچھ جل کر بھسم ہو گیا۔

خدا شاد ہے کہ اس حادثہ نے میرے دل کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا ورنہ اس بے سرو سامانی کا بالکل ہی طرح مطمئن رہا اور ہوں جیسے سامان راحت کی موجودگی میں رہتا تھا اور حسب ارشاد ہر آدمی و احبابہ عمارت سربلک فحشہ کہ کہتا ہوں کہ حضرت متیس مانچوری کے اس شوق مصداق ثابت ہوا:

تو نقل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پسید کہ

نہ جو سامان کا پابند یہ سامان پیدا کر

از نشو، مفید انسان کاشات و استقلال دیکھنا ہوتا ہے۔ خدا کا ہزار ہا شکر ہے۔  
 میں اس امت میں کامیاب ہو رہا ہوں کہ زندگی کے ایسے بیشمار حوادث کا جو قومی زندگی  
 کے لئے از سرے سے بے فائدہ کرتا ہوں گا۔

میں میری سلسلہ بالکل صاف ہے، استقلال وطن و قوم کے لئے تمام ہمت و  
 سزا کا اہم، وہ میری صورت کی طرح کئی واسطوں پر آزادی خواہ جماعت سے تعلق و  
 بہت سے ہندوؤں سے ہندوؤں کی و تفریق پر مشتمل حریت کے ساتھ صحت آرائی اور ہر شے میں سے  
 لڑنے والی۔ انگریزوں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ

ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ

بالائے سرش زہوشندی

میاں ستارہ ہندی

نیک فو کے طور پر کہہ دیا، فاس نام و جہاں میاں اور رشی میاں خطاب رکھا گیا۔  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ  
 ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ ہندوؤں کے ساتھ

معاہدہ کیا گیا تھا۔ فی تاریخی نامہ بیان ہوتا ہے کہ ایک عیادت میں شہادت میں شہادت لادی سے  
مردم پر چلی تھیں۔ سوزیل میں سے واسطے دیشی عزت عادت شاہزادی زور جمی رشتہ سے بد  
جی میں کی آسکی جس کی وجہ سے کھڑے تھے ان کے مددگار شہر سے بہتر بھی رہا۔ یہی پس  
است !

اب ایک سال سے یعنی ۲۰ ستمبر ۱۱۰۵ مطابق ۱۳۶۶ء سے میں بہترین سکون و خوشی میں  
کھاؤ میں کسکتے۔ بہترین کے مددگار فرما تھے۔ میں بہترین سے بہترین میں بہترین سے بہترین  
لفظ عادت کی وجہ سے بڑی دوست کی ملک سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین  
عبداللہ رحمہ اللہ۔ مرزا سید جان اور تادی رحمہ اللہ۔ مولانا حسن مارہر دینی رحمہ اللہ۔ درود سے بہترین سے بہترین  
کے شمول سے استاور بھی بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین  
بھی درود سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین  
فہرست سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین  
کے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین سے بہترین

ن دو اشارہ پر چوڑی کی صحیح تصویر بھی ہو سکتے ہیں اس لیے کیفیت و ستان کو ختم کرتا ہوں  
نازنا صورت سے گرفت میں ساقند  
لخت سے دل بکھی جمع شہر میں ساقند  
انچو کو زلفقت ماسہ بیکشیش فرود  
صبر ماہر دند و در حشیش تغافل ساقند

محمد عبدالشہاب جہاں شروانی

رشتہ یوم عبداللہی ۲۶۵

مطابق ۵ نومبر ۱۹۲۶ء

## عکس

نامہ گرامی خاتم الحکماء علامہ فضل حق خیر آبادی بنام مولانا سلطان حسن  
صدر الصدور (خسر قاضی محمد خلیل رئیس بریلی) مؤرخہ ۱۲۷۲ھ

عطیہ قاضی موصوف الصدور بہ جناب نواب صدیار جنگ بہادر  
مولانا محمد حبیب الرحمن خاں ثروانی سابق صدر الصدور مملکت  
حیدر آباد دکن، آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

صدر دارالمصنفین اعظم گڑھ

رئیس حبیب گنج ضلع علیگڑھ

از حضرت علی بن ابی طالب علیه السلام

...

بعد که خواهر و برادر من مطالبه نمودند که سرست از دست

۱۲۸۷ هـ. ق. ۱۲۸۷ هـ. ق. ۱۲۸۷ هـ. ق.

بسم الله الرحمن الرحيم

والله اعلم بالصواب

سید ابوالحسن علی حسینی

ایمان الی حبیب مبرور علی حدیث از شریعت او

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

و در آن وقت که شاه محمد باقر از تبریز فرستاد

از این جهت که در این کتاب

مردمان ارکان را از هر چه در دست داشتند

[illegible]

در سال ۱۳۰۴ هجری قمری در شهر تبریز

مجلس اول در بیان احوال و سیرت اوست

از این جهت که در این کتاب آمده است که

Handwritten text in Urdu script, likely a continuation of the letter or a separate note. The text is dense and covers the lower half of the page.

# نقل خط

نامه گرامی خاتم الحکام علامه فضل حق خیر آبادی

برخوردار اعزاز جهان سعادت و اقبال نشان سلاطین تعالی  
بعد تحیه و شاره و دعا و تمنای مطالعه نمایند که مسرت نامر بهجت افزا مؤخره ۳۱  
جولائی وصول مسرت آورده مسرور نمود و الجواب انشراح و انبساط بر روی  
خاطر و البته کشتود بد ریافت صحت و عافیت آن برخوردار و شفا یافتن  
والد را بعد آن برخوردار که بر لایق استعلاج رونق افروزی بی ثبات بود و بیاس  
ایزدی بجا آوردم از مدته حال مقترآن برخوردار معلوم نبود و بهمین سبب آن  
مکاتبات صورت نه لیست حال از نوشته آغازی شفیق مولوی نور الحسن صاحب  
رونق افروزی آن برخوردار در سرد میسر ریافت کده حال نشانی الله تعالی بخت  
خواهد ماند و بایستی مبینه در اینجا هم بشدت بوده است حال انفعس الهی رو بکمی  
آورده است در شاهجهان آباد هنوز در اشتداد است و همچنان که دافع البلیات  
است ایس بلید از همه مبادیخ فرمایند بحرحه تعبیه و الله العباد بد ریافت ارتحال  
مولوی محمد حسین خالصا صاحب مراد آبادی در کول سخت تاسف شد و بسجانه  
بیامرز در تحقیقت در این زمانه مقنن بودند ایس و با امسال در تمام هندستان  
نیور کرده در اگره و منقر او بجز تپور و الور و لواهی آن بسیار شده است  
حالا انفعس سجانه تخفیف است و الحمد لله :

امروز روز پانزدهم است که برخوردار نورانی بشار مولوی عبدالحق سمر

و تعالی فرمود که پس از این چهار باب در این چند است بدین سخن تمام  
 دو زده کردیم و چون معاودت کرده اند از دست بر خور و این صورت  
 سه ست در اینجا مثل تدیس بیشتر است شانزده صق می شود مولوی نور احمد  
 صاحب نق فین مع ماشیه و اعز زبان مولوی عبدالقادر شرح اشارت  
 و حکایت و شرح قاضی مع ماشیه میخوانند فهم درست دارند و بخود دار مولوی  
 عبدالحق نیز سه چهار صق داشته دیگر بجز تسبیح نویسم لازم محبت آنست که در  
 همراه خطی تعقیب حال خیر اشتغال خود حواله ذاک بیزنگ کرده باشند خطی که بر  
 ذاک بیزنگ می یابد بیشتر می رسد و همین جهت بنده التزام کرده است  
 که همه کس آن خطوط بیزنگ میفرستم والسلام

راقم محمد فضل حق ختم الله له بالحسنی بیستم و یکم ۱۲۴۲ در و پنجشنبه  
 بر خور دار مولوی عبدالحق و مولوی نور احمد صاحب و مولوی عبدالقادر  
 سلام و تسامیر مانند در باره لاله شبی لال حتی الوسع توجد در یغ نشود.



الْيَوْمَ لَا الْهَيْبَةَ

بِأَعْيُنِ مُبْصِرِينَ

۱۸۵۰ء کی جنگ آزادی کے درد انگیز تاریخی واقعات، مجاہدین  
کی بہادری، جس دہم بہ طور دریائے شور، مردوں، بطور تلوں  
اور بچوں کا قتل عام  
انگریزی مظالم کی دل دہلا دینے والی خونیں داستان

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ عَظِيمِ لِرَجَاءِ  
 رَجَاءِ مَنْ دُونَ الْأَرْحَاءِ  
 مِنْ بِلْوَى وَالسَّيْلِ وَالْبَلَاءِ  
 وَبِلَاءِ كُتُبِ الْبَلَاءِ بَائِسَاءِ  
 بِالْإِلَهِ مَنْ دَعَاهُ بِاسْمِ الْأَسْمَاءِ  
 زَيْمًا لِمَنْ ظَلَمَ وَاضْطَرَّ  
 نِدَا الْإِسْلَامِ بِالْأَسْمَاءِ  
 وَكَوَالِهِ

تمام شائیں اس خدا سے بڑے کے لئے ہیں  
 جس سے بغیر کسی ناسیدی سے غفلت و رہائش  
 کسنگی و دوسیدگی و غم و تکلیف سے نجات  
 دینے کی بہت بڑی امید و بہتست و رجوع  
 اس کے اعلیٰ نام سے پکارے سے بہترین  
 عطا یا اور ہے شمار نعمتیں عطا فرمانے و لے  
 بالخصوص مظلوم و مضطر کی اس کی عیبوں  
 اور بیماریوں میں سننے و لے

وَصَلَوَةُ عَلَى بَشِيرٍ بِشِيرِ بَنِي  
 شَرِيهِ أَنْبَاءِ الْأَنْبَاءِ الْمَرْجِي  
 نَفَاتِهِ لِدَفْعِ الْبَلَاءِ وَالْأَوْبَاءِ  
 وَكَفْنِ ظَلَمِ ظُلْمِ الْأَعْدَاءِ  
 وَشَفَاءِ مَنْ عُضِلَ الدَّاءِ  
 وَوَيْلَ الشُّقَاءِ وَالْأَلْبَاءِ  
 مُنْبَاءِ الْكُرْهَاءِ وَصَحْبِ الْعُظْمَاءِ  
 تَدْعُ الرَّحْمَاءِ سَيِّمَاءِ الْحَبَاءِ  
 هَذِهِ سَلَامُ اللَّهِ وَبَارَكْ عَلَيْهِ  
 بِسْمِ اللَّهِ مَسْجِدُكَ فِي الْمَسْجِدِ  
 سَمَاءِ وَسَمْعُكَ لِقَاءِ عَمَلِ  
 سَمْعِهِ

سلام ہو اس خوشخبر و خوشخبری سنا ہو  
 اور ڈرانے والے پر جس کی تمام نبی نوید پر  
 آمد سنا آئے۔ بلا و بے کے دور کرنے،  
 دشمنوں کے ظلم کے پردے پاک کرنے بڑی  
 پر بخشنی و رحمت جاری سے نجات دے کے  
 گنہگاروں و دوسیدہ کاروں کو اس کی شفقت  
 سے بڑی امید ہے سلام ہو اس کی شریف و  
 نجیب و کریم اور داد پر۔ و اس کے عظیم و تہ شریف  
 و جیم صحابہ پر خصوصاً پاک باز و صاف باطن  
 پر۔ اے لی رحمتیں و برکتیں میں سب پر نازل  
 ہوں جس تک ذلت سے نجات پر سب و عسلیں  
 کرتے رہیں و کشتیاں مند رہیں نہ فی

و بعد از کہ وہ در کتاب  
 بر کتب لغوی و در معجز  
 منیر و تفسیر مصدق و  
 فی السیر منتظر رہے علی مرہ  
 سیر و معجزوں محمول و تقری  
 احسن علی سبب و احسن  
 سبب و معجزہ محمول ویرجیو نفس  
 من کریم من نفس ربہ بدعاء  
 مقبول و محبوب من فی باس بنس  
 و نوس و کل و ضوم عبوس عزراہ  
 عما کان من ربی و زین و ملیبوس  
 و ابتلاہ بشجون شجون فی مضائق  
 سجون ہی مجامع فتن جون و  
 محتسب مبتس من الخلاء متأس  
 بضر ی نعو محتسب فضل غلیظ  
 بمحب محتسب مکنہ من رحمتہ  
 رہہ بس بیئوس و غریب سلس  
 منیر سلس فی اسر شریر سلس  
 و حد مزج مربا تر نفس من ظلم جابر  
 حائر سس شرس و بلس السس  
 می سند اسد لایستی لہا فیس  
 ناس و معر و معر و معر  
 سند حساس و احمر باس و

میری یہ کتاب یک دل شکستہ و نقص  
 رسیدہ حسرت کشیدہ اور مصیبت رسیدہ  
 انسان کی کتاب ہے جو اب توڑی و  
 تکلیف کی بھی طاقت نہیں رکھتا، اپنے  
 رب سے جس پر سب کچھ آسان ہے مصیبت  
 سے نجات کا امیدوار ہے جو ابتداء میں غمش  
 و فراغت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود اب  
 مجوس و ام ظلم اور تباہ شدہ ہے، اور مقبول عباد  
 کے ذریعہ خدا سے ازالہ کرب کا طالب ہے  
 وہ بڑی مشکلات میں مبتلا اور ترش و خالوں کے  
 ہاتھوں میں گرفتار ہے، ان ظالموں نے اسے  
 اچھے لباس سے معرا کر کے غم و حزن کی دایوں  
 اور ایسے تنگ تار یک قید خانوں میں قید کیا ہے  
 جو سیاہ فتنوں کے مرکز ہیں، وہ مجوس و زین  
 سخت دل اچکے اور ظالم افراد پر نظر کرتے ہوئے اپنی  
 رہائی سے یابوس ہے مگر اللہ کی رحمت کا امید  
 نہیں ہے، وہ ایک سیدھا سادھا، نرم خور و مرغی  
 کمزور ہوتے ہوئے شریروں پر فطرت کی قید میں ہے اور  
 ظالم و جابر بدخلق و بدکردار کے ظلم سے حیران پریشان  
 ہے وہ آفت رسیدہ، ایسے مصائب میں مبتلا ہے جن کی  
 تختیوں تک قیاس کمزور لے کا قیاس نہیں چل سکتا  
 اور ایسا غلط و خائن ہے جو سخت عذاب و قیاس  
 میں گرفتار ہو چکا ہے، وہ مغیر و سبب اول

در حق سود لکس در حق  
 شمس صهب شمسون لباس  
 مزد و شمس کان له من بس و کلاه  
 حسن گاه و کرباس و ساجر  
 جبار و فارع، الی رسد فارع  
 سریع من اسرت به بالاسر  
 نازع الیهم نازع، قضی علی  
 رشدمت و منافع، و سادم سادم  
 نادم، لکل من دم و غدام  
 نت فی اعضاده باشد مصادم  
 و مجید فرید طرید عتی غلی  
 من ارضه و یلده، و کتیب کتیب  
 عریب عتی، فأنشئ عن اهله  
 و ولده، ضامه ظلوم و جاره  
 و نیکند اهله و جاره، و خلی  
 نه و تنهم و جاره، اسره فقره  
 و کمره بکل ضرب من الایلام لتصلب  
 بعضه فی لایمان و الاسلام  
 و شهاره انه من العلم  
 و علام، و مثا المدرس و رسم  
 مدرس، و طمس علو لصله  
 نور القرماس و الطرس  
 و من موقعه فارعنه

مفتون مروج تترتو مفتی محمد گرامس  
بال والوں کی قیدیں چھٹے حصہ پہ  
عمرہ لباس اتار لڑو، درخت باددہنہ ما  
گیا ہے تو اس وقت مجبور و عاجز ہے اور  
اپنے رب سے لو لگائے ہوئے ہے اپنے  
تمام اعزہ و اقربا سے دور درہست دور بہ  
مٹنی اور سازش کے بغیر جس پر فیصلہ حب در  
کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے ہمنشینوں اور خادموں  
کے سامنے شرمندہ ہے اس کے بارے میں  
کو سخت تضاد و م سے کمزور کر دیا گیا ہے۔ وہ  
غمرہ، تنہا اور دور افتادہ ہے۔ اسے سچی  
زمین و شمس و جلاوطن اور بل و عیاں سے  
دور کر دیا گیا ہے۔ یہ سارا ظلم و ستم عظیم کبیش  
نے روا رکھا ہے۔ اسے اور اس کے بل و  
عیان کو اپنی درندگی کی جھاڑی میں چھوڑ دیا  
ہے۔ اسے قید کر کے ہر ممکن نصیبت پہنچانی  
گئی ہے اس کا قہر صرف ایان و اسد  
پر مضبوطی سے قائم رہنا اور علماء اہل علم میں شمار  
ہونا ہے۔ اس سے ان ظالموں کو مقصد  
نشان دس و تدریس کر مٹانا اور علم کے جھنڈے  
کو نیچے گرانا ہے۔ وہ صفحات قرطاس سے بھی  
نام و نشان مٹانا چاہتے ہیں ہر سب کچھ  
اس کا اثر فاجدہ القدر ۱۱۵۰ کی طرح



باختلاف التل في الادبار و  
 سئل من اقوى العدل ، ستطرف  
 بعض ، في بقاء التسلط و العمن  
 و حدوث العول في الوكالات  
 و الدول ، فحجبه و اكل حبه و  
 بدوا اكل جمده ، لرفع هذا الاختلاف  
 بابتداء الحيل ، فبنوا التعليم  
 الاطفال و الاطفال و تلقينهم  
 كتب لسانهم و دينهم في القرى  
 و البلاد و مدارس و صيروا معالم العلوم و المعارف  
 و المدارس و العبر القبول في اليهود  
 السوالف و ارس و قدروا اذ قدروا ان  
 يقدر و اعلى هؤلاء الاقنات في الماكل و  
 لاقوات بان ياخذوا كل ما يغزو من  
 الارض من السنابل و الغلات و يعطوا  
 نفود ابدل حقوق الحراث و النوازل  
 يبقو الفولام المساكين و الضعاف  
 الاكسين خيرة ثمرات الغلات بالبيع و الابتاع  
 و ان يستأثروا انفسهم ببيعها و شرائها و ان  
 يكون لهم الخيرة في ترخيص الاشعار و ما فيها  
 فيضطر عباد الله احتكارهم  
 و يشند حاجتهم اليهم و افتقارهم و يلجئهم  
 منصرهم الى تلقى ما يرو

طرح کچھ یا تھا کہ نہ ہی بنیاد پر حکمرانوں سے  
 باشندوں کا اختلاف ، استعد و فہم کی رو سے  
 سنگ گراں ثابت ہوگا اور سلطنت میں نقد  
 پیدا کر دے گا اس سے پوری باغشانی و  
 تندی کے ساتھ مذہب و ملت کے مٹانے  
 کے لئے طرح طرح کے مکر و حیل سے کام لینا  
 شروع کیا ، انہوں نے بچوں اور نابالغوں کی  
 تعلیم اور اپنی زبان و دین کی تلقین کے لئے  
 شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے  
 و کچھ زمانے کے علوم و معارف اور مدرس و  
 مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی  
 دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف جمعوں پر  
 قابو اس طرح حاصل کیا جائے کہ زمین ہنہ  
 کے نڈکی پیداوار کا شکر روں سے لے کر  
 نقد دام ادا کے جائیں اور ان غریبوں کو  
 خرید و فروخت کا کوئی حق نہ چھوڑا جائے۔  
 اس طرح بھاؤ کے گٹھائے بڑھانے اور  
 منڈیوں تک اجناس پہنچانے و نہ پہنچانے  
 کے خود ہی ذمہ دار بن بیٹھیں اس کا مقصد  
 اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ خدا کی مخلوق مجبور و  
 معذور ہو کر ان کے قدموں پر پڑے۔  
 اور خوراک نہ ملنے پر ان نصاری اور ان  
 کے اعوان و نصار کے ہر حکم کی تعمیل ۔





منه في اعمدته وحياته ايرتكب  
انظروا الى ايتساء، فقتل الولدان  
وايتساء، فاستعنى الخدلان والعمود  
من غتيال النسوان، و استوجب  
نخري وايصغار من قس نصرة  
الصغار.

شأن كلا من الجنود المنقرضة وقد تضرعوا  
من معسكرهم ومقامهم بعد الفلك بأمرهم  
بمكالمهم، وقد تطرق الوهن والاختلال  
في أعمال العمال وتعمى في أمن الطوائف النباد  
والغزو واختلت الأوامر والأمر، وهاجت  
لبن وجوه النباد بين العباد وشايع البواد  
في البيروى والبلاد، فبسر تمور  
فدوى كثير من بجيرتى في  
دار السب، دهلى التقي هي مصر  
مشهور، وبباد مشهور، ويمتوى  
جميع كنيز من آل تيمور فأمر  
به من قال من قس من بينهم  
نساره سملت و تامور، وهو  
سر صدره و اردل اسير، وهو  
في مدخل وجهه و تامور هامو و  
باده لى كى في المعسكر  
الاسير لى صامى مواليا

بعض لوگوں کی صورت سب سے زیادہ مرگئی ہے۔  
 قہر بہت فطری اور شرابیہ ہر کسی کو نشان ملتا ہے۔  
 کیا بچوں و عورتوں کے قتل سے بھی دہشت  
 نہ کیا چھوٹے چھوٹے بچوں و عورتوں کے قتل  
 عورتوں کے قتل نہ خائلی کی سے موقوف ہوتے  
 سب متفق ہیں ہیں۔

پھر تمام باغی گرد و شاخیں اپنی چھاؤں نیل  
سے اپنی فسوں سے بٹنے کے بعد چل کھڑے  
ہوئے۔ غاموں و دریاؤں کے نغمہ و دہ  
برہم ہو گئے۔ استوں کے من میں فصل و قوت  
مخلوق خدا میں فتنہ و فتنہ و دیباست و بلاد  
میں شور و شغب چل گیا۔ تونوں تو بہت  
جوش میں آگیا۔

بہت سے لشکر شہر شہور اور معمولی مسکن  
 ال تمیور دار السلطنت و ملی مایہ پتہ دیاں  
 پنچکان سب نے یہ شخص کو سردار و پیشوا  
 بنالیا جو اس سے پہلے بھی ان کا مردِ حاکم تھا  
 جس کے پاس س کے رکن دولت اور  
 وزیر بھی تھے لیکن وہ خود ضعیف و غمزہ اور  
 بے تجربہ کار تھا۔ علم کی کافی منزلیں ملے کر کے بڑھنے  
 کی دادی میں قدم رکھ چکا تھا۔ ادھر پہنچ چھوٹے  
 تو آئندہ حاکم ہونے کے بجائے اپنی شہرت  
 اور وزیر کا امور و حکومت اٹھا سکا یہ وزیر





ہم محبتوں کے ساتھ دیکھو دستار سے بھی  
 علیحدہ کیا۔ یہاں ہی ہوا کرتا ہے جب  
 کسی نامی کو کوئی ٹرانسم پیرو کیا جاتا  
 ہے اور کمزور پر بھاری فوج لاد ادا سباتا  
 ہے۔ وہ راستہ سوکرا اور دن بہت  
 ہو کر گذرتے، جب بیدار و ہمیشہ رہتے  
 تو غافل و حیران پھرتے۔

نوبت پہ اینجا رسید کہ انصار سے کا لشکر  
 ان پر آکر ٹوٹ پڑا، ایک ہندو پہاڑی پر چڑھ  
 کر شہر کا رخ کر دیا، شہر کا محاصرہ کر کے  
 خندقیں کھود ڈالیں، پہاڑی پر توپیں  
 اور منجیقیں نصب کر کے شہر پر آؤم لگاتے  
 پر گولہ باری شروع کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا  
 تھا کہ بھیاں اور تار سے ٹوٹ ٹوٹ کر پڑاؤ  
 پر گر رہے ہیں۔

ہندوستانیوں کا برسرِ پیکار اور باغی لشکر  
 مختلف ٹولوں میں تقسیم تھا، بعض گروہ کا  
 کوئی جنرل ہی نہ تھا، بعض کو جیسے پناہ بھی  
 میسر نہ تھی، بعض کی طاقت فقروں کے سلب  
 کر کے ہاتھ پاؤں توڑ کر پٹا دیا تھا، کچھ تھوڑا  
 سا مال غنیمت ہاتھ لگنے سے بے نیاز ہو گئے  
 تھے، چودڑا سا اور زان تلک کے ساتھ بھاگ  
 پھرتے تھے، بعض غنجان و سرکش سے

مر سووہ سووہ شرف  
 رہو و مع ساد و کدلف  
 مر سووہ صفا حسرت مع  
 عدم بغل و حشر حملہ  
 معر مع غور و صفا سیتوں  
 یہاں و صو سکاری و داسا ہوا  
 و صحر و شہر حشر حیار می۔

و قد حسب علیہم  
 رہو و صحر می قد متوجو  
 و شرف و صحر و صحر  
 شافق و صحر و صحر و صحر  
 صحر و صحر و صحر و صحر  
 یہاں بہ صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 کاہ صحر و صحر و صحر و صحر

و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر  
 و صحر و صحر و صحر و صحر

وایچی لہو بے ایامہ انتہی و منہم من  
یستکف بلسو، منقوش علی بدخول  
فی الصوف و منہم من کان یجالد و  
یحارب و یجاول و یبصر یضارب  
و انصار علی بعد ما و یسوا و

استکانوا، و استمدوا فی العرب  
ہذا لک الغریب و استعانوا فامدوہم  
بکسر من، لقد و بعدد، و  
عانوہم بمدد بعد صدر، و  
قصر المدد، فجمع النصار  
سی ذلک الجبر من حرب النصار  
کثیر من لجنہ و رعد و من جہ و تم  
شیخہم السیف، و منہم حرہم من دل و ناک  
الحکمہ و السہیل الدین اتر ہو و انصار  
مان و مانوادیہم بخش من دھمار  
و قد انتف بالنصر من سکون

بد الاف سلا و انما انک  
عرب من مسہر فند حتمہ مدد  
فجمعہ انصاری قانون و بعضہم  
مہر فی مسجد یوں لکھو  
و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر

و ہر و ہر

و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
کے تہا و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
میں داخل ہوئے کو ابراہان، ہر و ہر و ہر  
کا جواب دیتے ہوئے بہار و ہر و ہر

نصار جب لڑتے لڑتے قتل کئے او  
پست ہو گئے و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
کے طالب ہوئے ہندو کے کثیر لشکر و ہر  
سامان حرب سے تھوڑی سی مدت میں و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
کی ہمت و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر

ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
مسلمانوں میں و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ن انہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر  
ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر و ہر





وہا بقی من المجاہدین الافس  
 بییتون جیاعا، ویصبحون الی الغزو  
 سرعاً، فیکارعون العدو وقرعاً، فکلوا  
 مرجعہ من الجیش یحفظون السور،  
 ویسدون الثغور، حتی أقعدت لیلۃ  
 ثلثۃ من الجیش قد تعودوا بالسعة و  
 کمال، وجبلوا علی الجبن والفشل، فی  
 مرصد معاذ للجبیل، فوضخوا السلحۃ  
 ویاثونیما، فبیتم العدو واخذوا السلحۃ  
 واخترموہم اختراماً، واناہوا، وثلث اللیام  
 فیما استظاعوا قیاماً۔

فما استولی النصارى علی ذلک  
 مرصد و دخلوا فیہ نصبوا مباحق کثیرۃ  
 لہذ سوریلیہ و ہدم برج کان فی حوالیہ و  
 فتح باب یحاذیہ و امطروا بنادق ثقلاً  
 کباراً فی کل ان لیلۃ و نہاراً، فحدث  
 الغطور و الکسوف، فی حائط السور، و بعد  
 انہر ج فی العدر و البروج، و تضعضہ لیلۃ،  
 و قطع الہجاب، و ارتفع الہجاب، و لم  
 یستطع احد من الجیش هناك  
 فیاماً و قعوداً، و لا منومتاً علی  
 ذلک السور و صعوداً، فکل من طمع  
 رمی سندی، و رمی فی حندق

سب نواب بن کی ایستہ تہ عمت باقی رو  
 می جو چو کہ بیاس یہاں است کہ رست  
 گذرتی و نہج ہوتے ہی دشمن کے مقابلہ پر  
 ڈٹ کر نہرو آدھا ہوا، لشکریوں کی یہ بات  
 کے ساتھ کہ سب شہر بپاہ کی حفاظت و شہری  
 مرواات کی نگہداشت کرتی۔ یہ قسمی سے ایک  
 شب کو پرمای کی محاذی کین گاہ پیا یک عشر  
 پرست، ہزدل، اور کس نہ جہاں مقرر کر گئی  
 وہ اپنے بھیا تار کر آرام کی نیند سوس، دشمن  
 نے موقعہ غنیمت سمجھ کر شخون مارا اور ہتھیاروں  
 پر قبضہ کر کے اسے قیامت تک کے لئے سردیا۔  
 جب نصارے نے اس کین گاہ پر قبضہ  
 کر لیا تو بہت سی توپیں اور مخفی قریب  
 ترین شہر بپاہ اور قریب ترین برج پر ان کے  
 گولے اور محاذی چٹانک کھونٹے کے لئے  
 لگا دیں اور دن رات گولہ باریوں و نہ و فز  
 سے گولیوں کا مینہ برسا شروع کر دیا جس  
 سے شہر بپاہ کی دیوار اور برجوں میں نہ صرف  
 پڑ گئے، بچانک گر پڑا اور میدان کے رشتے  
 ہاتھ سے چھوٹ گئے، مائل پردہ درمیان سے  
 اٹھ گیا، کوئی لشکر ہی بچنے بچنے کی ہر نہ شہر  
 رکھتا تھا دیوار پر چڑھ کر جہانک سکتے تھے جو جہاں  
 تھا کوئی نہ نشانہ بن کر نہ ہی جس ہا پر تاق



وكانوا يستشرون فرصة  
مخروج الى دور آخر ليتخذوها  
كدور اوليا ثم مبيتا ومقيلاً  
نكنهم كلما برزوا املحومنين اينما  
تقفوا اخذوا وقتلوا تقتلوا فكنوا  
رديرون حيث يستشرون  
مقاتلة ومقابلا الا قليلا، ومع ذلك  
كان ياتيهم من اجل مدد متوال يذيه  
موصى للمصارى موال.

ثم انه لم يبق في بلد من اهل  
ولا وال، اذ خرج صدمه من رده  
وعين، الى مغبرة من لندنته  
من ركان مطبعا لوجه وغامد  
لخوان، مختبر بسا كان يختلف من  
لكذب والمهتان، وسور له ان  
نصارى بعد تسلطهم يتبعونه  
بحسان، ويسكنونه في املك ما بقعة  
وسدطان، فكان مصر ودمس ورامسا  
سنة ويبيده السيطان، وخرج مع  
سيف من له من الامراء والمخبر  
مسلمهم، والهم، والهم  
الهم، والهم، والهم  
الهم، والهم، والهم

وہ فرست کے منتظر تھے کہ موقعہ پا کر  
اپنے دوستوں کے گھروں کی طرح دوسرے  
گھروں میں بھی پہنچ کر انہیں شب و روز کی  
آرام گاہ بنائیں لیکن وہ لعنتی جب بھی نکلتے  
پکڑ کر قتل کر دیتے تھے۔ اس سے جہاں  
انہیں مقابر کا اندیشہ ہوتا وہاں بہت کم  
نکلتے، اس کے باوجود انہیں پہاڑی ست  
سلسل مدد دینے کی تھی اور ہر نیسانی دو  
ہندوان کی مدد میں پیش تھا۔

بڑی نصیبت یہ آپڑی تھی کہ شہر میں نہ  
کوئی جائے پناہ رہی تھی اور نہ حاکم سی ہوا تھا  
کیونکہ حاکم بادشاہ کے اپنے ہی دعیار کو  
یکے متر سے تین میل دور مقبرہ میں جا چکا تھا  
وہ درکس پی بیگم و خان وزیر کے بیٹے تھا،  
جس نے کذب و بہتان سے کام لیکر حکومت  
میں ڈس رکھا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر بادشاہ  
کو بھڑایا تھا کہ سنا ہے قتل ہوئے کے  
بعد اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے  
اور اسی کو بزرگی و شہزادی بخش دیں گے  
وہ فریب خوردہ ان شیعیان وعدوں اور  
جیسی آرزوں پر خوش تھا، بادشاہ کے  
ساتھ مل کر اسے مدد دیا، مسلمان، جب  
انہوں نے اسے قتل کر دیا تو انہوں نے

وحر وجہم من بعد استوی لکعب  
تو حکمیر من سکانه. وحر کل من  
وراء من مکانه

ملک خلت الدیار من احبها  
دخلت انصاری وجنودهم فیها  
فما لو عی ما وجدوا فیها من  
لوحید وامن. و اغتالوا من  
سوی در من الشیطان والظفالی  
وصعفاء من الرجال فلم یبق من اهل  
بلد لمعادلهم واما قد امد من هن الجدد.

وما لعیوش المسخرة فعدم  
من قتل: ثیان نصاری فرارا ،  
ومنهم من سہ ستم بعدہ ثیانوا  
قرارا. وحریم من دلتهم فی البلد  
مرور. فمدبر سدانوں، و هنادک  
الخرن، وحریم نصاری، موالون ،  
وتمیل. سمدت ازوی هم للمقابلین  
فانول سمدرا. سترهم شمشیر ،  
فمتر وعلیہم لافوت مستیر افیرا  
مکان فی سمد من محبوب وحرمت  
منازل مکیہ وحریم من دلتهم فی  
بلد

سنتو ساء

ان سب کے شہر چھوڑ کر پیچھے جانے سے شہر لپا  
پر سڑ سبکی درعب جاری ہو جانا قدرتی مروت  
مزنوب و متاثر لوگ بھی مکان چھوڑ بھاگے۔  
جب شہر کے مکان مکینوں سے خالی  
ہو گئے تو نصاریٰ اور ان کا لشکر ان میں  
داخل ہو گیا۔ انہوں نے مال و متاع لوٹا،  
باقیمانہ ضعیفوں، بچوں اور عورتوں کو قتل  
کرنا شروع کیا۔ بہادریاں شہر میں سے ایک  
بھی ایسا نہ بچا تھا جو ان کا کسی اعتبار سے  
مقابلہ کر سکتا۔

بانی لشکروں میں سے بعض تو نصاریٰ  
کے قبضہ سے پہلے ہی بھاگ گئے۔ بعض قبضہ  
کے بعد ثابت قدم نہ رہ سکے، بعض کئی بار  
شہر میں مصروف کارزار رہ کر بے دم ہو چکے  
تھے، اب بیڑوں اور دوسرے ہتھیاروں نے  
جو نصاریٰ کے درست تھے اور بادشاہ کے  
ان کا پرہیزگاروں نے جو مجاہد گروہ کے دشمن  
تھے، ایسی تدبیر سوچی جس سے شہریوں اور  
لشکریوں کو ہلاک کر سکیں، انہوں نے وہ  
سب غور جو بیڑوں کے پاس تھا چھپا دیا اور  
دیہات و قصبہات سے جوان کے پاس لے کر  
آ رہے تھے وہ رک دیا، یہ تدبیر گریہ ہوئی  
شہری در شہر ہی بھوک پیاس، سوزش

اور بے پستی سے ان راتوں کے تپانے  
مجبور و پریشان ہو کر جہاں چھوٹے، پھر ونگار  
سے شہر کے چھانک، شہر زیادہ فخر، ہزار اور  
مکانوں پر مکمل قبضہ جما لیا۔

اس وقت دہلی میں میرے اکثر اہل و عیال  
موجود تھے اور مجھے بلایا بھی گیا تھا، ساتھ ہی  
کامیابی، کشائش و شادمانی کی امید بھی تھی، جو  
کچھ ہونے والا تھا وہ تو اپنے ہی مقدمہ میں چکا تھا  
میں نے دہلی کا رخ کر دیا۔ وہاں پہنچ کر اہل  
عیال سے ملے، اپنی نقل اور فہم کے مطابق نوکریاں  
کو اپنی راسے اور مشورہ سے آگاہ کیا لیکن نہ  
انہوں نے میرا مشورہ قبول کیا اور نہ میری بات  
مانی۔

جب نصیب سے کاشمیری بھی طرح قبضہ ہو گیا  
اور کوئی لشکر کی دشمنی باقی نہ رہا، تندرہ اور  
پانی دشمنوں کے ظلم و استبداد کی وجہ سے  
ناپید ہو گیا تو پانچ شبانہ روز سی حالت میں  
گزار کر اپنی عزیز ترین متاع کتاب میں، دل اسباب  
چھوڑ کر دوبارہ برداری کا انتقام نہ لینے کی وجہ  
سے غدا پر بھروسہ کر کے اہل و عیال کو ساتھ  
لے کر نقل کھڑ ہو

شہر دریں کے وادہات پر سفید  
شہر یوں کے ذریعہ فانی ہو کر نصیب سے کی  
سرویں محسوس نہ کر سکا وہ وہ

مصر و اشد اضطراب و فتر  
اتنم فرار، فاستولی النصاری علی  
سند و ابوابہ و سورہ، و قلمتہ  
و سوافقہ و اسیاتہ و د و مرہ۔

والد کان فی دہلی، کثیر من عیالی  
واہلی، ومع ذلک کنت مدعو، و کان  
یفلح و الا فلذہج مرحیو، و الفرج و الفرج  
مظنون، و ما قدر فی الغیب مکتوبا  
مکونا، تو جہت تلقاء دہلی، مساکن  
دہلی، فالقیات بہار دہلی، و لاقیت  
بہ اہلی، و اشت الی الناس بما اقتضی دینی  
و فی بہ عقلی، فلہ یاتمر و بما اشتہر  
ولم یاتمر و بما امرت۔

لما استولی النصاری علی البلد و لم  
یز فیہ من الجیوش و من سکانہ احد، و  
عزت فیہ الا قومات، و لم یتسرننا الماء  
لربنا، و قد استبد بہ العداۃ، حکمت  
فی مصائبہ و لیاالی، ثم خرجت مع اہلی  
و عقی، بعد ترکہ ہالی، من کتبی و شبی  
و غیرہ ما یکفی لنقل اعمالی و تحذ  
سبیلہ، ہو کلا غولہ و کولہ و کلا  
النصیری بعد سبیلہ فہمہ  
و سبیلہ و سبیلہ و سبیلہ



بعد ما صلب و سست  
 مو لا قد جمعیت و صد تست  
 بعد ما سست و سست و اندلت  
 بعد ما صلیت و قتلوا من  
 و جد و من قومہ بالضرب و الخنق  
 کما حنفوا و قتلوا من عداہم  
 کثیرا من الخلق و لم یجہ من غولہ  
 انصفاء الامم فر مستخیا متواریا  
 بالنیل ساریا و من جد مسرعا ہاربا  
 بالنہار ساریا و قلیل ما ہم  
 ثم النصاری قتلوا من کان فی  
 نواحی المصر و تلک الامم جاء من الذلکین  
 و الروم و غصبوا ارضہم و عقارہم  
 و ما کنتم دیارہم و امتعتہم و امر الامم و الختم  
 و قالہم و افراسہم و انیالہم و جالہم و خالہم  
 فاکملکم و اھلکم و عبا لہم جمعا  
 مع ہم کافرا و عایا لہم و تبعوا یطیعوا  
 حرقا و طمعا ، تنوا لہم حشروا  
 خنودہم لکل سبل ، لا ھنوا من ذن  
 ۱۰ خذ اوسیل ، فاحذوا کثیرا  
 من الہاربین و ما نجا مہم

بعد ما صلب و سست  
 مو لا قد جمعیت و صد تست  
 بعد ما سست و سست و اندلت  
 بعد ما صلیت و قتلوا من  
 و جد و من قومہ بالضرب و الخنق  
 کما حنفوا و قتلوا من عداہم  
 کثیرا من الخلق و لم یجہ من غولہ  
 انصفاء الامم فر مستخیا متواریا  
 بالنیل ساریا و من جد مسرعا ہاربا  
 بالنہار ساریا و قلیل ما ہم  
 ثم النصاری قتلوا من کان فی  
 نواحی المصر و تلک الامم جاء من الذلکین  
 و الروم و غصبوا ارضہم و عقارہم  
 و ما کنتم دیارہم و امتعتہم و امر الامم و الختم  
 و قالہم و افراسہم و انیالہم و جالہم و خالہم  
 فاکملکم و اھلکم و عبا لہم جمعا  
 مع ہم کافرا و عایا لہم و تبعوا یطیعوا  
 حرقا و طمعا ، تنوا لہم حشروا  
 خنودہم لکل سبل ، لا ھنوا من ذن  
 ۱۰ خذ اوسیل ، فاحذوا کثیرا  
 من الہاربین و ما نجا مہم

پھر نصارے نے شہر کے گرد و نور کے  
 دسیوں اور سرداروں کو قتل کرنا ، ان کی  
 جائیداد ، عمارتیں ، مویشی ، مال و متاع یاغنی  
 گھوڑے ، اونٹ اور ہتھیاروں وغیرہ کو  
 لوٹنا شروع کیا ۔  
 اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے مل و نیل  
 کو بھی قتل کر ڈالا حالانکہ یہ سب رعایا بن چکے  
 تھے اور ذریعہ لالچ سے فرمانبرداریں ہی کرتے  
 انہوں نے تمام راستوں پر چوکیاں بنوائیں  
 تاکہ بھاگنے والوں کو پکڑ پکڑ کر لیا جائے  
 ہزاروں بھاگنے والوں میں





اور نصاریٰ نے اسے ماتم: بند و رزماء کے  
پاس پیغام بھیجا کہ جو شخص بھی تمہارے قلم میں  
سے گزرے اسے پکڑ لیا جائے ان بدھوں  
نے کافی تعداد میں مسافروں اور مہاجروں  
کو پکڑ کر نصرانی سرداروں کے پاس پہنچا دیا  
ان ظالموں نے سب کو مار ڈالا، نہ کوئی غلام  
فائدہ ان فرد بیچ سکا نہ کسی ادنیٰ انسان کو چھوڑا  
نقیب ہوا۔

پھر اطراف و اکناف ملک میں لشکر  
بھیجے جنہوں نے قتل و غارت گری کی  
انتہا کر دی

اس ابتداءِ عظیم میں پردہ نشین خواتین  
پیدل نکل کھڑی ہوئیں، ان میں بوڑھی ماہر  
عمر رسیدہ بھی تھیں جو تنگ کر خانہ ہو گئیں  
بہت سی خوف کی وجہ سے جان و سہ  
بیٹھیں۔ اور بچے سبوں غفلت و غصمت  
کی بنا پر ڈوب کر مر گئیں، اکثر بچے گرفتاری  
بنائی گئیں اور طرح طرح کی عیسیتوں میں  
بتلا ہو گئیں، کچھ کو بعض مذہبوں نے  
لوٹ لیا یا بنایا اور بعض چند نگوں کے  
بالعوض بیچ ڈالی گئیں، بہت سی بھوک  
پیاس کی تاب نہ لا کر مر گئیں، بہت سی  
ایسی غائب ہوئیں کہ پھر نہ تو لوٹ کر ہی آئیں

ثم انصارى ارسلاوا الى رؤساء اليهود  
الذين هم يملكون من الاراضى اقطاعا وكانوا  
هم اتباعا، لياخذوا من دخلهم فاذاء،  
او وجد في ارضهم ما تراء، فاحخذوا  
من الجميع كثيرا. من الغنياء والفقراء  
واكثرهم اسارى، الى عظماء النصارى  
فقتلهم جميعا، ولم يذروا دفيعا.  
ولا وضعيا.

ثم حشروا ونشروا اشياهم  
وتابعهم في اقطار الملك، واجدوا في  
في اخذ الناس ابتلاهم بالردى والهلك  
واذ خرجت الخواتين والمحصنات من  
نساء في هذه الداهية الدهياء، وعجز  
وفيس عجزن وعجزن عن الفلذ للاهياء،  
لنمن من هلك من غلبة الفراق ولنمن  
من اهلك نفسها بالغرق، صومنا  
لرضها وحرمتها، وحفظا لعفتها وعصمتها  
واكثرهن صوم سبايا، وابتلين  
سررايا، واصبن ببلايا، فمنهن من  
سرفنا بعض الغلمان، ومنهن من  
بعت ببخس الانسان، واكثرهن من  
مكس عطا وجوعا، واكثرهن من  
سوم سنطس وجوعا، ودفنهن



مخوف حیب اوطان المذوف و بین  
مخوف، وعابرہ مؤقت، و بین و بین صنی  
قطار، یہاں مخاوف و اخطار، و  
انصافی و جمود و ہر متجسسوں  
ومن الماترة متحسسون، و قد  
مروا الزلزال و قبیلہم و فریقہم، بان  
ينقلوا الساترة و يربوہوہر، و يہبہوہم  
و یقطعو اسبیلہم و طریقہم  
ولم یخلوا سبیلہ لعابہ و لم یذرو  
فُلکافی فُلک فی معبر من المعابر اخذوا  
السفائن و خرقوها، ببل خرق قوہا  
و عابوہا و اغرقوها، و حجر و ا  
على الملاحین، السلائیة تیر العبور  
الساحین و السباحین فی وقت و سین  
فقد سجان و من معی مالک الملک من  
کل بية و هلك، و جاؤ زب و بہم بحار او  
انہار ایل بحر و فُلک، و حفظنا جمیعہا  
من "فات" تلك المساعات، و مہالك ملك  
لمسالك، و طوارق تلك الطرائق، و فودع  
تلك الشوریع، و یلقنا بوفاسہ الکافی، و حماة  
نوعیة، و یغمینہ الصافیة، و  
جہد اعافیة وطنی و سکی و  
دن، و جاری و اہلی و حباری

افتر بار کی خوف پید بار یا تھا، رہا نہ ہوتا  
اور رہ گذر اندوہناک تھا میرے اور وطن  
کے درمیان کن خوف و غم و  
بولی منزلیں تھیں، نصاری اور نہ ہر  
دن رات تلاش و کسب میں مگر کیا بہت  
جاٹوں کو مسافروں کے مار ڈالتے، ڈالتے،  
لوٹنے کو ڈالتے کی کھلی پیٹی دے دی گئی  
تھی۔

انہوں نے سارے ناکے بند کر کے  
تھے او کسی گھاٹ پر کوئی کشتی یا ناؤ نہ  
رہ چھوڑی تھی کشتیوں کو بچھا ڈالتے ہر  
خراب کر کے غرق کر دیتے یا جھاڑ دالتے۔  
لاحوں کو روک دیا تھا تاکہ کوئی نہ  
یا مسافر کسی وقت بھی دھرسے نہ گذر سکے

فرات مالک الملک نے مجھے درمیرت  
متعلقین کو ہر مصیبت و ہر اکت سے محفوظ رکھ  
کر رکھی اور کشتی کی مدد کے بغیر دریاؤں در  
نہروں کو عبور کر کے نجات دی، درمیرت  
کو "فات" مسافات، مسالک مساک حوا  
راہ، اور مصائب گذر گاہ سے محفوظ مانوں  
رکھا، دریا پانی پوری حفاظت، کامل حمایت،  
مکمل نفع درمیرت رحمت کے ساتھ ہمیں  
اپنے حوار و دیار اور احباب، رشتہ دار تک

فقد سجان و من معی مالک الملک من  
کل بية و هلك، و جاؤ زب و بہم بحار او  
انہار ایل بحر و فُلک، و حفظنا جمیعہا  
من "فات" تلك المساعات، و مہالك ملك  
لمسالك، و طوارق تلك الطرائق، و فودع  
تلك الشوریع، و یلقنا بوفاسہ الکافی، و حماة  
نوعیة، و یغمینہ الصافیة، و  
جہد اعافیة وطنی و سکی و  
دن، و جاری و اہلی و حباری



عن ذو وجہیں .

ومنہم مدبر لکنہ مدبر  
یفطن بہ التدبیر الی الادبار .  
والدبار والستار . ویفطن وقت  
الابصار . بصائر الاستبار .

واکثرہم للنصارى ناصرون .  
وفی تولیہم متناصرون وکلہم  
عن تدبیر تنبیرہم مقصرون ، او  
مقصرون قاصرون ، او متقاصرون .  
والنصارى مع نسوانہم وولداہم  
معصرون ، فی المصروفی قصور .  
لما فی تدبیر ہمارہم من قصور .

وقد حصن النصارى تلك القصور  
بالخنادق والسور والجیوش المنحرفة  
حولہم یصورون ویفثلون ، ویقولون  
ما لا یفعلون ، ثم اتی جند من البیضان  
لإمداد المحصورین ، ودخلوا المصیر  
فقاتلہم الغزاة الشجعان ، فقتل کثیر  
من البیضان ، ودخل بقیۃ ہم علی الحصون  
محسوبین مکسوبین ، ثم خرج کل من القصور ولم  
تعر ولم احد باقضاء الفتل القصور ، وتحصن  
النصارى فی حدیقة علی

مسس من السلد . وخصموا

سبھی قسم کے دل تھے

بعض ایسے بھانگے دے دے رہے کہ ان  
تدبیر تباہی و بربادی و ادباری طرف سبباتی  
تھی در صاحب نظر افراد کو غربت کے مجبب  
غیب متاخر کھاتی تھی

ان میں سے کثر نصاری کے معاون ہو گئے  
اور محبت و فاشعار تھے وہ سب سے سب  
دشمن کی جرأت نیز تدبیروں سے ناز تھے وہ  
ان کی مصالحت ندیشی سے بے خبر تھے

نصاری اپنے بچوں و عورتوں سے ساتھ  
شرعیہ تصور مگر مخالفت کردہ کی ہائیں تدبیروں  
کی وجہ سے اپنے مکانات میں محفوظ تھے

نصارے نے خندقیں کھود کر درجہ بنا کر  
ان مکانوں کو قلعہ کی شکل دے دی تھی مغرب  
شکر ان پر حمد آور ہو کر سپاہیہ ہوتا تھا جو  
کچھ کہتا وہ کر دیتا تھا . اسی حالت میں محسوس  
کی امداد کے لئے سفید رو گروہ آگیا . شہر میں  
داخل ہونے لگا تو بہادر غازیوں نے دُش کر  
مقاتلہ کیا . بہت سے گورے مارے گئے .

باقیمانہ دل شکستہ اور حسرت زدہ ہو کر محسوس  
سک پہنچ گئے . پھر ناز و ہم ہو کر یہ مکانات سے  
نکلے تو بزدلی اور کوتاہی کی وجہ سے کوئی مقابر  
پر نہ آیا نصاری نے شہر سے . . . میں دو .  
لے لے کر لے کر لے کر





مراب، فالبعدة وتعودها،  
 حتى تركوا الولاية وابنها وحيدين ف  
 قتلوها، وخانها كثير من اولياء  
 دولتها، ولكن ملكهما، وان كان  
 سلطانها، ودعا قين الهنما، وهم كانوا  
 قد جاءوا الى اعداءها واعداءها انتما  
 وصيانتها وحفظ عرضها وعرضها  
 فكنوا المواتق والايمن، واستبدوا الكفر  
 بالايمن، وفاقوا فاقوا النصراني و  
 وافقوهم وانتصر لهم انتصارا عظيم القوا  
 واعوانهم الذين خرجوا من قوتهم و  
 بيوتهم خالية، حتى حصرت المصارى و  
 بيضاتهم، ويخربهم واعوانهم، مقتولة كانت  
 فيها الولاية فخرجت عربتها وامراتين  
 من صرلجها من المصوة المصوة، من  
 ظهرا واجل، ودخلت محلة اخرى عجيبة  
 ومكثت في انبلاذ ثلثة ايام تستعيد و  
 القارة وتسترد، وتستعيزهم وتسلم،  
 وهم قد ملوا من الدهر والرب  
 فكنوا ونكوا عن الولاية و  
 هذا النكال، لصدف فلم يبرح  
 بها احد، ولم يبق مدافى  
 اسود مسد، ظلمة تظلم

بھا کر شرکی سرحدوں پر بھی نہ تھکتے تھے  
 اور اس کے لئے کوتاہی میں نہ آتے تھے  
 ان دونوں سے وقت پر بہت سارے  
 دوست، غبارِ سلطنت نے دنیا کی اور دور دنیا  
 جوان کے علاقے سے ان کی مدد و عانت  
 عزت و آبرو، مال و دولت کی ممانعت و  
 حفاظت کے لئے آئے تھے مگر شکنجے کر کے  
 اور کفر کو ایمان سے بدل کر منافق بن گئے  
 نصاریٰ کی موافقت و رفاقت کیلئے  
 نصاریٰ نے دین شہر میں داخل ہو گئے تھے  
 کے رہنے دے محروم کو فالی کر کے شہر  
 نصاریٰ اور ان کی گوری فوج کو روک دیا  
 نے اس محل شہر کا جس میں سبھی محروم  
 کر لیا، بیٹم بنے، یہ وہ دور مسینوں کا  
 محروم کی پشت سے نکل کر دوسرے محروم  
 میں تیزی سے بیل پہنچ گئی۔  
 تب تو دین شہر میں رہ کر بھاگے ہوئے  
 لشکر کو بل کر اپنے دربار سے مدد مانگ  
 کرنے کی کوشش کرتے رہے، وہ لشکر سب  
 دہشت زدہ ہو کر تھک چکا تھا، صورت یہ تھی  
 نازک موقع پر دستگیری کو تیار نہ ہو،  
 اس میں سے کوئی غلطی ہو، روزِ رسوا  
 میں کہیں نہ تھی، نہ ہی کسی

ایسے اعلان و انصار سے باہر کسی جو کر دینے اور  
 اور چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلے میدان۔  
 اور بے آب و گیاہ جنگل کی طرف چل کھڑی ہوئی  
 اب اس کے گرد گزروں دل سواروں کی کچھ  
 جھانپیں، پیدل مردوں کا انہرہ کثیر شریوں  
 اور عزت دار عورتوں کی کافی تعداد اگر جمع  
 ہو گئی، وہ شہری سنگے بدن اور سنگے  
 پاؤں تھے حالانکہ سرداروں میں سے تھے  
 اور غور تیس سنگے پاؤں اور بے پردہ تھیں،  
 حالانکہ گرامی قدر، پردہ نشین اور محل سراؤں  
 کی رہنے والی تھیں، وہ سرسبز و شاداب  
 خطوں سے چٹیل میدانوں کی طرف پھینک دی  
 گئیں۔ وہ پیوندوں کے کپڑے پہن کر تروپشی  
 کرتی تھیں اور برقعے نہ ہونے سے اسی پر  
 اکتفا کرتیں، ایک میدان سے دوسرے  
 میدان میں پہنچتیں، بے پردگی میں روز بروز  
 اضافہ ہوتا رہتا۔ وہ عیش و عشرت میں زندگی  
 بسر کرتی تھیں پھر دور دورہ جنگل اور پرخطر  
 میدان میں ڈال دی گئیں، ان لوگوں  
 کو محابت، پاسگاہیں اور ریاستیں چھوڑنا  
 پڑیں حالانکہ وہ ان سے ذرا بھی بہشانا نہ  
 چاہتے تھے یہاں تک کہ حال متغیر دیال  
 ناس اور طاقت عام ہو گئی، یہ ایسی ملک

ہے سورہ و القدر  
 سر مع سہ و شہ من  
 رنور سدر و قاء و مقار  
 ف حسمہ ہجرات من  
 سرور سورج و حرم غنیر  
 من برجل برجل و جمع کثیر  
 من من سہ و درک انجبال  
 وہ حمانہ غرة و قد کانو  
 من سرہ و من حافیات  
 غیر حافیات، و قد کانو  
 عقائل دوت اتحاد میر  
 معصوت فی مقاصیر  
 فرمن من سقاء یغنا  
 و قنن من سسورہ سرہ  
 و قنن بہا من دون قناع  
 عددین مفرو السلاق و  
 سمس عہر لسور  
 و نہ کہ فی رہی و سہ  
 سمرہ فی مہامہ و شہ  
 قد نرکو مکنتہ و مکانہ و  
 وہ انکو سمس سہا جہرہ  
 سمس سور  
 وہ سمس سور

مصیبت نازل ہوئی جس نے شہروں کو مہینوں  
 آزدوں کو غلام، مالہ روں کو فقیر و مسکین  
 اور شریفوں کو خورد و ذلیل بنادیا وہ اپنے  
 ہاں میں ہر دہائی کی زندگی بسر کرتے تھے  
 تھے، خوش مال و زرخیز ابال تھے کہ  
 مجبور ہو کر نکلتا پڑا، فقیری و تنگدستی نے  
 ہمسروں کی محالست اور اضرب و اضرب  
 نے برابر والوں کی رفاقت سے دور کر دیا  
 روئے دالے آہ و زاری، بیمار زیادہ  
 مٹیوں کرتے، آرزو مند پلتے و حسرت  
 کشیدہ انا لہ پڑھتے، بچے اپنی ماؤں کے  
 سینوں سے قبل زوقت جدا کر دیئے  
 گئے تھے، بڑے اور جوان صاحبوں کے  
 پورا کرنے سے ناامید تھے، ان کا کوئی  
 ٹھکانا تھا، نہ بیماری کی دوا تھی، ان کے  
 دل غامی تھے، ان میں کوئی خواہش تھی  
 نہ انہیں کوئی بات بھاتی تھی، زندگی اور  
 موت ان کے لئے دونوں برابر تھے وہ  
 مسرت و شادمانی، بخت شامی، دیرینہ و  
 حریر، میوے، خوش بوی، میسر و مشرت،  
 نظافت و نزاکت، فراغت و سلامت،  
 لذت و سرور، مال و دولت، میرٹن، مراد  
 میں پٹ تھے، آج رات و غایت

تری لیلہ پیدا، و لا محذور  
 عبید، و ارتغیہ مساکین  
 و اسبہ ہاجین، کانو متوطنین  
 فی رفہ و بلہنیۃ مع الہل و  
 العیال، فاشترى او مطمئنین برقاہ  
 نعال، و فراغ البال، فاضربوا  
 انانہم المتربۃ و لا تراب، عن  
 التاریۃ مع الاقرب، و اضربوا الضربۃ الی الخیر  
 عن الاضرب، فمن بالک یتفجع  
 و شاک یتوجع، و حنان یرجع، و  
 لہنان یرتجع، صبیان فطمون  
 قبل الابان عن اللبان، و شیب  
 و شبان، قد استیسوا عن  
 العیالات و اللبان، ما لہم مثری  
 و ثواء، و لا لدواہم دواء، و  
 افندہم ہواء، لا تطیب  
 لہم ہوی و ہواء، و العیش  
 و الموت عندہم سوا، کانوا  
 فی سرور و سریر، و استبرق و  
 حریر، و فواکہ و فکاہ، و رفاہ  
 و رزاق، و نعمہ و نعتہ، و غی و غاء  
 و نعمہ و سراء و مسراء، و دون  
 و دون، و یوم و طانہم مساء



مردہ کی تشیرو یا تہرجہ سلا،  
 یتصعب کل سہل ویعصب کل  
 صعب سہلا، وکان وغداً ازھدنا  
 وھدونا، لایستخلص للمعاشرۃ  
 والمشاورۃ، والمجاورۃ، والمساویرۃ  
 الإسفل، یجھل وونا، یتجنب النبلاء  
 الدھاء، والعقلاء الھدایۃ بنحو متہ،  
 ولایستصحب ولا یؤمر ولا یتعل  
 إلا السفلیۃ الجملۃ من عشیرتہ واحوتہ،  
 فامرؤ لک إلا تمر علی تلک الجیوش  
 سفلا جبلاء انذالا، وقسلاً فسلارذالا  
 یطعمون فیطعمون ما أدر للجبوش  
 لا قوا تم، ویختانون لما فی صدرہم  
 من غل فیغلون ویغلون من غلہم  
 یحسبون حل صیحة علیہم  
 هو العدو، فلا یزاون من  
 فرقی فی الغلق ما لیسہم قرا وکلا  
 ھدو، یطنون من غایبہ الوحل  
 کل صیحة مقدمۃ الرجل ویحایون  
 کز صوت، داعی موت، وعلیہم  
 یلقون الی العداء اللئام،  
 سمودۃ واللئام والالتیام،  
 کسی صحت اس کا اہل نہ تھا، وہ صحیح نہ ہو  
 گریزاں اور اہل سے بھگا، رخ آسار اب  
 کو سخت اور دشوار کو آسان بھگتا، وہ ذلیل  
 احمق اور بزدل تھا، اس نے نکالت دشمن  
 ہماست اور مذاوت کئے، احمق، جاہل  
 اور ذلیل طبقہ کو چن رکھا تھا، وہ غمخیز و غمخیز  
 کی بنا پر شریف سرداروں اور بخل مند رہنماؤں  
 سے بھگتا اور اپنے ہی اہل خاندان اور غریبوں  
 سے جاہلوں اور احمقوں کو مصاحب و محکم  
 بناتا، چنانچہ اس نا تجربہ کار نے ان لشکروں پر  
 کمین، ذلیل، بزدل اور ذلیل لوگوں کو مقرر  
 بنا دیا، وہ بڑے ہی لالچی تھے، جو کچھ لشکر پر  
 کو خوراک وغیرہ دیکھتا، کھا جاتے وہ بدلتے  
 تھے، اپنی کمین پروری کی وجہ سے ان کے ہاں  
 اور نفس میں خیانت رست، اگر دشمن کے  
 مرتکب نہ ہوتے ہر روز دشمنی کو دیکھتے  
 ہمیشہ غلطیوں کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے  
 رزتے رستے، کسی وقت بھی ان کو راحت و  
 سکون میسر نہ تھا، بزدلی سے ہر آواز کو موت  
 کا پیش خمید اور ہر وعدہ کو موت کی پکار سمجھتے تھے  
 ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کمین دشمنوں کے  
 سامنے محبت، بہت کے ساتھ پیش کے  
 بارے میں

مردہ کی تشیرو یا تہرجہ سلا،  
 یتصعب کل سہل ویعصب کل  
 صعب سہلا، وکان وغداً ازھدنا  
 وھدونا، لایستخلص للمعاشرۃ  
 والمشاورۃ، والمجاورۃ، والمساویرۃ  
 الإسفل، یجھل وونا، یتجنب النبلاء  
 الدھاء، والعقلاء الھدایۃ بنحو متہ،  
 ولایستصحب ولا یؤمر ولا یتعل  
 إلا السفلیۃ الجملۃ من عشیرتہ واحوتہ،  
 فامرؤ لک إلا تمر علی تلک الجیوش  
 سفلا جبلاء انذالا، وقسلاً فسلارذالا  
 یطعمون فیطعمون ما أدر للجبوش  
 لا قوا تم، ویختانون لما فی صدرہم  
 من غل فیغلون ویغلون من غلہم  
 یحسبون حل صیحة علیہم  
 هو العدو، فلا یزاون من  
 فرقی فی الغلق ما لیسہم قرا وکلا  
 ھدو، یطنون من غایبہ الوحل  
 کل صیحة مقدمۃ الرجل ویحایون  
 کز صوت، داعی موت، وعلیہم  
 یلقون الی العداء اللئام،  
 سمودۃ واللئام والالتیام،



ہوئے بھی نہیں کوئی مدد نہیں پہنچ سکی تھی  
 نصرت نہ بسبب اس کاؤں کو جس میں  
 وہ نامزد تھے حاصل ہو گئے تھے نہ ہتھیار  
 تھا، غالی اور دیوان پاتوس پر قبضہ جما کر پنا  
 منضبوط و محفوظ قلعہ بنا لیا۔ وہیں فوج جمع کر لی  
 اور دست ننگ و جہن تھیم سے وہ ایک سب سے بھی  
 نکل کر نہ گئے۔ وہ سرداران لشکر کی امیدوں کی  
 تکمیل اور ان خاتونوں کے ایقانہ ہمت کے منتظر  
 تھے اسی لئے اپنے ایقانہ وعدہ میں بھی تاہی  
 کر رہے تھے

ادھر سے فارغ ہو کر انہوں نے اس مغربی  
 گوشے کا رخ کیا جہاں کے تمام باشندے  
 ان کے مطیع ہو چکے تھے و دشمنوں پر ان  
 کے معاون تھے۔ وہاں بھی مکہ کی طرف سے  
 ناعاقبت اندیش، غیر ہر، تاجر بہ کار و دیس  
 عامل تھا۔ وہ بھی پیچھے پھیر کر مقابلہ کئے بغیر ہی  
 طرح بھاگ سرنگ میں ہو کر اپنا رستہ بنایا،  
 اس کے پاس سوار اور پیادے بھی کم تھے۔  
 اس پر ستم یہ ہو کر کفار اور دیسا تیروں نے  
 معاہدہ و قسم کے باوجود وقت پر دغا کی غدر و  
 مکر کی متا کر دی ناز و نعمت اور پریش و  
 مسرت زندگی کا کفران کیا مدبہوں سے  
 نئے رنگ کے غریبوں صاف و درت، اہل یتا دی

بعد، و ما کان بعد من العدد۔  
 فاستولى الصاصی علی حریت  
 کان فیہا ذلک الحبان الخواں  
 سرمد اذ وجدوها غالیة، علی عرشها  
 حاویة، فجعلوا تلک القرية حصنا  
 حصینا، وحصارا منیحصارینا، وجمعوا  
 عددا، ولبثوا فیہا اعددا، لا یقدحون  
 مبالا، کانہم ینتظرون ما اقلوا من قواد  
 یجوش تأمیلہ، ویرقبون ما وعدہم وائلک  
 الغوان فیجعلون الی انجاز الوعد تا جیل  
 ثم انہم خرجوا فی جانب الغرب من المہل الی  
 ناحیة جلّ حاقینہا و سکانہا لم یریبون، ولم  
 عز اعدائہم مینون، وکان فیہا من قبل الوالیة  
 لعلہ عامل خامل لم یکن جائزا و لای حرا و لا  
 مدبرا، فوالام الدبر فوالی و هو مدبر لم مدبر  
 و یریب بلہ مقابلہ و مقاتلة ہربا، و اتخذ  
 سبلہ سریا، لعلہ الخیل و الرجل لدیہ و  
 عدوان الدہاقین و الکفار علیہ،  
 فذکال و اتقوا علی انہم وافقوا، ثم فافقوا بعد  
 من الخلق و وعدوا غدر، و مکر و مکر مکر،  
 و کفر و نعمة کانوا بہا راغبین، و نعمة کانوا  
 مدافکین، دھرا، و رداد و لی لکھرو  
 غریب سترہ کمر و رماں و زبرد و س





نے اپنے قہر سے تہ بہا دیوں کے ساتھ  
دشمن پر تیرا کر دیا

نتیجہ یہ کہ سارے سے توبہ و قتل اور  
توپوں سے چہروں و زمینوں پر نصارے  
نے گزیاں برسانیں اور جیچے سے کس  
غدار مکار زمیندار کی جماعت نے پشت و  
سرین کو پیچھڑا کر دیا۔

وہ در اہل نصارے کے نصارہ  
اعوان اور شیاعین کے اتباع و ترن تھے  
وہ خدا پرست عالم مدد میں گر کر  
شہید ہو اور اس کی ساری جماعت سے  
بھی اسی کے نقش قدم پر چل کر جام شہادت  
نوش کیا۔

ان سب براہ و اختیار کی شہادت کے  
بعد ہر دو لوگ ایسے بھاگے کہ نامردی و  
فشار سے پیچھے مڑ کر بھی نہ بھی۔ نصارے  
نے تعاقب کر کے ان سب کو پکڑ کر قتل  
کر ڈالا، قہر سے وہ ننگے سبب جنہوں  
نے بھاگنے میں پوری تیزی اور بھگت سے  
کام لیا

اس نواح کے سارے باشندے  
دہقنی، کاشتکار، مکھیا و مقدم و غیر کم  
سب مع دو ماہر دار بن گئے لبتہ و بہار

على عسكر النصارى، محددا باعداد  
ذلك الكافر الدهقان، فصرح  
عسكر النصارى بالبنادق والمجانيق  
من عامهم حيوههم وصدوهم  
وبست جماعت ذلك الدهقان الكفار  
لكان البنادق من خلفهم اذ بارهم  
وظهورهم، وكانت تلك الجماعة  
في الحقيقة انصار الامصار  
اعوانهم واتباع الشياطين واخراهم  
فاستشهد ذلك الحاصل  
كامل فتح في المعركة شهيدا  
مريعا، واستشهد كل من معه عدد  
لعيال والتمال استشهاده اسريجا،  
وبعد استشهاده ذلك البار بكون  
وهو لاه الزوار، ولي من وراهم الاديان  
الغراس، وفروا فرائس المربطون اقبه  
لي ما خلفهم وما وراهم لغلبة الغفل  
والاصططار، ولعنهم جنود النصارى  
فما هم بالانحان والتفتيل فافجأهم  
الافيل جدوا عند الفز في الاسراع  
استعجل وعنده ذلك لاقوا وادان، وكان  
من كان في ملك الساحة من الامم  
كان يصطدم من الرماح والادفان و



معافی کا اعلان کیا کہ تمام باغی لشکر و سرکش و منافقان رعایا کو، ان لوگوں کو چھوڑ کر معاف کیا جاتا ہے جنہوں نے غزوتوں، بیچوں اور ان نصاریٰ کے جنہوں نے مجبور ہو کر پناہ لی تھی، نعم و عداوت سے قتل کر ڈالا، یا وہ جنہوں نے سہنت و ریاست قائم کی، یا وہ جنہوں نے سرکشی و عداوت پر لوگوں کو ابھارا،

اور وہ باغی لشکر و دوسرے بیگم کے ساتھی، روزی کے نہ ہونے و تنخواہ و مزدوریات زندگی میسر نہ آنے سے پریشان ہو چکے تھے۔

نصاریں کے سہت و منتشر ہو جانے کی وجہ سے بیگم کے پاس خراج اور مصل کا آنا بند ہو گیا تھا، زمین کی کسادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی تھی، وہ بڑی سخت مصیبت و تنگی میں پڑ گئے تھے، وہ سب تنگدست اور عیش و راحت سے دور تھے ان کے دل اہل و عیال کی بدائی سے پارہ پارہ تھے۔

ایسے حالات میں مجبور و مضطر ہو کر بہت سے لشکری و غیرہ نصاریٰ کے احانت گزار بن گئے ان کے یاس و تہیاء گھٹے

العیاذ باللہ، والیایا الدین استکبر العیاذ باللہ، والیایا الدین قتلوا السوار و صبیبا، والنصارى الاولى جلاء و مضطربین یسعدان، فاستلهم بالعداوة والعدوان و لنین فاعوا الملک والیایاست و السلطان و لنین، کانوا یحزنون الناس قبل الاعتداء و الطغیان، وقد كانت الجیوش المنفیة و غیرهم ممن رافقوا و رافقوا فقر الیایا و اجتمع الیایا، یغزو المعاش اذ قدرت ارضا فہم و قتلوا قواہم و عدم ما کانوا یعطون مشاعرہ او میاومہ و فقد خراج حکان یجبی بیہا، لانتشار جنود النصارى فی اقطار الملک و تسطیم علیہا فضاقت، علیہم الارض میما رخصت، و ضاقت علیہم انفسہم فی ضنک شدید، و ضیق مدید، و کان کل منہم صفرا الکف و الراحة، فقید العافیة و الراحة، مقسم البال یا البلبال لنای الایہل و العیال، فارتد کثیر منہم الی النصارى و انشیاعہم، و اختاروا انما ولاطاعتہم و تسلمہم و سلمہم نصاریٰ ما کان لہم من الافراس و



خاتم عالم کے سپرد کر دیا جو مضمون پر رد کر رہی تھی۔  
 مانتا تھا اور میری جنیل میں دوسرے جھگڑاؤ۔  
 تذکرہ افراد نے کھائی جو مجھ سے قرآن و حدیث  
 آیت میں مجاہد کرتے تھے جس کا حکم یہ تھا کہ  
 نصائے کا دوست بھی نصرانی ہے وہ دونوں  
 نصائے کی مودت و محبت پر اصرار تھے انہوں  
 نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا  
 اس ظالم حکم نے میری بددینی اور غمزدگی  
 کا فیہ لہذا ذکر کر دیا اور میری کتابیں، مبادیاد،  
 مال و متاع اور اہل و عیال کے رہنے کا مکان،  
 غرض ہر چیز پر غاصب قبضہ کر لیا۔ اس شرمناک  
 رویت کا سننا میں بھی شکار نہ بنا تھا بلکہ بہت  
 سی مخلوق اس سب سے بڑھ کر ناروا اس کو  
 روار کھا گیا۔ انہوں نے عہد و پیمان توڑ کر  
 ہزاروں مخلوق خدا کو بچا نسی قتل و جلاوطنی  
 اور قید و محبس میں بلاتا خیر تیار کر دیا، وعدہ  
 خلافتی کر کے بے شمار نفسوں اور لاتعداد نفیس  
 چیزوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح خون ناحق  
 شمار سے آگے بڑھ گیا، سینکڑوں اور ہزاروں  
 سے گنتی نہیں ہو سکتی اسی طرح شریف و بزرگ  
 قیدیوں کی تعداد ہند سے متجاوز ہے، خصوصاً  
 دہلی اور جہاز سے دیار کے مابین وسیع علاقے  
 میں جہاں شریف و عظیم خاندانوں کے شہر کے شہر

حاکم و متحکم، ظالم و لا مبرفی  
 لمظلم، و دشمنی علیٰ عنہ  
 مریدان، اشدان البدان، جادوان  
 فی ابدان من ای القرآن، محکمة  
 حکمت بان من يتولى النصارى نصران  
 و هم اعلیٰ تولیہم نصران، فارستدا  
 واستبدلا الکفر بالایمان، ففعلوا  
 علیٰ بتخلید حبسی و تعذیبی و جلائی و  
 تغریبی، و غصب کل مالی من کتبی نشی  
 و مالی و غصبوا کانت لاهلی و عیالی  
 و هم لم یفعلوا فی هذا القدر انفعطیع،  
 بل عاملوا خلقا کثیرا بما هو اظہر من  
 هذا الصنع الشنیع، فہم نکثوا و فہم  
 کل منکث، و اغتالوا کثیرا من الخلق  
 بالضرب و الخنق و اخذوا کثیرا منهم  
 بالابتلاء بالامس و الجلاء، بلاتان و کثروا  
 و اخلقوا کل وعد کل اخلاف، و اتلفوا  
 النفوس و النفاثس ای التلاف، و فقد  
 جاوز النعد ماء مطلولة لا متحصی بمئات  
 و الاف، و تعذی الحد رفقاہ  
 مغلولة من اشراف و اجلاف، سینما  
 فیما بین دہلی و یاد یارہا من فہیم  
 قصر فیہ بلاد و قری و قصبات می





فرائس لیتا حساء، وہ قدری  
 وصال مولد خشیسا کائنہ شول  
 قتد، او جسر وقاد، ولور سرکو  
 عندی ابریقاولا قعاولا  
 واطعمونی ضنا زنا و سقونی صاها  
 انیة، فحوضت من حسیم دان  
 بحمیم ان، و بلیت معد مالی من  
 کبر و تزان، بصغار و هون فی  
 کل ان، شم قذفی شط الخضم  
 الکالم الی شط الخضم، انالم، الی  
 جبل مستویل رأس، اسلمه رأس  
 لایزال الشمس فی عدل سمت  
 الرأس، فی شعاب صعب، و ثقلا  
 فیها عقاب، و فجاج نضاه امواج  
 من یبحر یلجی ماءه اُجابه، نسیمه  
 احتر من السموم، و نعیمة اخر  
 من السموم، غذاءه اخر من طوم  
 العلاقم، و ماده اخر من سموم  
 الرماقم سماه غمام، یطر الغمام  
 و سعایه القوم، یفیض الموموم  
 وارضه کالجدری و رخص حصاء  
 و ربحه من لکک لکک، کل بیت  
 حد من رخص و العصب ممد

زم و ستر بستر حسین، رہنرب سحت و سحت  
 دد بچہ ناخوہ کردیا گویا اس کو کشت بچا  
 گئے تھے مادستی ہوئی چلتا رہا، مدستی  
 تھیں میرے پاس نونا پیر، اور کوئی ترش  
 تک نہ چھوڑا، بچل سے، شلی د سھلی  
 اور گرم پانی پیدیا، محبان منفس کے بے غب  
 کے بھائے گرم پانی اور مائونی د کمنی کے  
 باوجود ذلت و رموائی سے ہر وقت سنا  
 دیا پھر ترش رو دشمن کے علم سے مجھے دیر سے  
 شور کے کنارے ایک بندہ و مغنوجہ، ماموفق  
 اب و جو د اے پاڑ پر سپنیا دیا جہل سوت  
 ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا اس میں دشور گذر  
 گھائیاں و راہیں تھیں جنہیں دریائے شور  
 کی موجیں دھانپ لیتی تھیں اس کی نسیم صبح  
 بھی گرم و تیز ہو اسے زیادہ سخت اور اس کی  
 نعمت زہر لای سے زیادہ مضر تھی اس کی  
 غذا احتفل سے زیادہ کڑوی اس کا پانی  
 سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر سانس  
 کا آسمان غلوں کی بارش کرنے والا، اس کو  
 بادل رنج و غم پر سنے و سا اس کی زمین  
 آبدار، اس کے ستر گز سے بدن کی ہنسیاں  
 و اس کی ہو ذلت و حوری کی جو سے پیسی  
 چلنے دی تھی ہر کو ٹھنڈی، جھپٹا جس میں

رنج و مرض بھرا ہوا تھا، میری آنکھوں کی طرح  
ان کی چھتیں ٹپکتی رہتی تھیں، ہوا بدبودار اور  
بیاریوں کا محزون بھٹی، مرض مستمرا اور دوا  
گراں، بیماریاں بے شمار، غارش و قویاں  
(دہ مرض جس سے بدن کی کھال پھٹنے اور  
چھلنے لگتی ہے)، عام بخمی، بیمار کے علاج،  
تندرست کے بقا و صحت، اور زخم کے اندر مل  
کی کوئی صورت نہ تھی۔

معالج مرض میں اضافہ کرنے والا اور  
معالجہ ہلاک ہونے والا، طبیعت تکلیف رنج  
پر عمل کرنے والا تھا۔ رنجیدہ کی نہ غمخواری ہی کی بجائی  
نہ اس پر رنج و افسوس کا اظہار ہی ہوتا، دنیا  
کی کوئی مصیبت یہاں کی الناک مصیبتوں  
پر قیاس نہیں کی جاسکتی، یہاں کی معمولی  
بیماری بھی خطرناک ہے، بخار و موت کا  
پیغام، مرض سرسام اور برسام (دماغ کے  
پرندوں کا ورم) ہلاکت کی علت تامہ ہے  
بہت مرض ایسے ہیں جن کا کتب طب میں  
نام و نشان نہیں، نصرانی ماہر طبیب مرغیوں  
کی آنتوں کو تھوڑی طرح جلاتا اور مرض کی  
حفاظت نہ کرتے ہوئے آگ کا قبہ اس کے  
اوپر بناتا ہے، مرض نہ پہچانتے ہوئے دوا  
پلا کر موت کے منہ کے قریب پہنچا دیتا ہے

مر یوصب و لصب الریزال حقیقہ  
یتفقط، قطرہ کہ مع عینی رہتلف،  
ربرن تتحقن فیہ الهواء، فجمعت  
فہ ردوء، وہان الدوی و عڑ  
الدوء، و ستعت فیہ الاویاء،  
و عت فی الخرب و قویاء، ما فیہ  
لنہام سکیم، و لا سلامہ لسلیم،  
ور عتہ سقیم، مر ید اوی  
فی سدی، و مر ید اوی فی  
نودی و مر سی ساء و زادی  
الاسی، و مر آیی لایوسی علیہ  
و لایوسی، و ما من کرہ فی لدنیا  
نفس عن کرہ ہبنا یغاسی، ما  
فیہ سقام، الا و ہوداء عقام، فالحمی  
فیہ مقدمۃ لبحام، و عوم علۃ  
لسرہام و لبرہام علۃ متافۃ  
نہام، و کمرہ من مرض و سقام،  
رہو جدمہ، سم و رسم، مر  
حصب الطبق، رقم، و الساعو،  
سمر جہا لہی کالساعو، و النطیس  
معی مریض و یکس یعنی عند قبۃ  
طیس، و مرہ یعرف مرہا، و یسفی  
مر ما یصدہ حرصا و دہات

فیه احد من الناس، جزر جلدہ احد  
 من الانجاس الا دناس، ہو کٹنا سن  
 کا نہ شیطان خناس، اونسناس  
 فیواریہ بعد نزاع مالہ من اللباس  
 فی کثیب من رمل، بلا تکفین و غسل  
 فلا یحفر لہ لحد، ولا یصلی علیہ احد،  
 هذا، ولولا للمیت فی ہذہ  
 الحالة الدنئیۃ، لکانت فیہ الممتنعۃ  
 ہی الامتیۃ، وکان فجلۃ الاجل ہی  
 الامل الاجل، وکان المناہ اقصر  
 المخی، ولولم یکن قتل المرء نفسه  
 فی الدین محظورا، وعذاب یوم  
 الدین فیہ محذورا، لم یرحق من  
 جہنم بہ علیہا ما سوا محسورا،  
 وکان النجاء من امتی بہ ميسورا،  
 هذا، وقد ابتلیت فی باعراض عدیق،  
 واعراض شدیۃ، وقد عیل بہا صبرہا،  
 وصاق بہا صبری، ومنحق بذری، و  
 ہان قدری، وکیف الاخلاص والمناہ  
 عما شجانی فاعتاص، لا ادری وبلبت  
 معرما افاسی من الکرب، بشدۃ القواء  
 والجرب، لغد وورمہ، وجثمائی مکرہ  
 مصاب بفروح ترہ عن کلوم وحرہ ح

جب کوئی ان میں سے مر جاتا تو خوش پاک  
 خاک و سبچہ حقیقت شیطان خناس یا دیو  
 ہوتا ہے اس کی ٹانگ پڑ کر کھینچتا ہوا غسل و  
 کفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ایک کے  
 تودے میں دبا دیتا ہے نہ اس کی قبر کھودی  
 جاتی ہے، نہ غازیہ جنازہ پڑھی جاتی ہے

یہ کیسی عبرت ناک دالہ انگیز کہانی ہے۔  
 یہ واقعہ ہے کہ اگر میت کے ساتھ یہ برتاؤ نہ ہوتا  
 تو اس جزیرہ میں مر جانا سب سے بڑی آرزو  
 ہوتی اور اچانک موت سب سے زیادہ تسلی  
 بخش تھی، اور اگر مسلمان کی خودکشی مذہب میں  
 ممنوعہ اور قیامت کے دن عذاب و عقاب کا  
 باعث نہ ہوتی تو کوئی بھی یہاں مفید و مجرب ناکر  
 تکلیف مار بیٹھا نہ دیا جاسکتا و مصیبت سے  
 نجات پالیا جڑا آسان ہوتا۔

یہ نقاب پر برداشت و رست نہ تھی کہ میں  
 متعدد سخت امراض میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ  
 سے میرا صبر منلوب میرا سینہ لکیرا پرندہ  
 و بربری عزت ذلت سے بدل گئی میں نہیں  
 جانتا کہ اس دشوار و سخت رنج و غم سے کیونکر  
 جھک رہا ہوں گا و بیش وقوہ میں تم اس  
 پر تڑا رہے، صبح و شام میں ہنسنے سے  
 سے کہ تمام بدن بخوش سے چھلنی نہ سکتا



میرت دشمن میری یاد رسائی میں وقتاً  
اور میری ہلاکت سے درپے رستے میں بیت  
دوست میرت مرض سکھ دے سے رو بہ  
دشمنوں کے دل میں میری خرافت سے مغن و  
کینہ، مذہبی عقائد کی مدت رکھتے ہو گیا ہے  
ان کے پیڈیت کینہ و حسد سے کہ دینے  
بن گئے ہیں۔

ان ظالم سبب پر غصہ کرتے ہوئے  
نہی نجات سے ماہر جس درپے امیدوں کو  
منقطع پاتا ہوں لیکن ہنر ہے رب عزیز و حمید  
روئے دکر یہ کی رحمت سے نامہ نہیں ہوں  
وہی تو بہ بردگلوں سے عاجز و ضعیفوں کو  
نجات دلاتا ہے اور وہی تو زخمی و غموں  
کے زخموں کو اپنے رحم و کرم کے جسے پہنچا  
وہ ہر سرکش کے لئے جبار و قہار ہے ہر  
ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے والا، اور ہر تھکا  
پسیدہ فقیر کا کامیاب بنانے والا و ہر شہار  
کو آسان کرنے والا ہے

اسی نے نوح علیہ السلام کو غرق و آب و ہیم  
علیہ السلام کو کھیش و حرق، ایوب علیہ السلام  
کو مرض و مصائب، یونس علیہ السلام کو  
شکوہابی، و بنی اسرائیل کو رما دی و تباہی  
سے نجات دی

وانی و اب استیست نصر  
لی ظاہر الاسباب من غیابی،  
وقطعت رجائی، فان اعدائی  
یعبذون فی اسیذائی، و یبغضون  
بما یتبعون ایدائی و اودائی و ایتیتو  
مدوا و اعدائی، و قدر سخت فی  
قلوب العدی متی اعدان و حقائق  
کما ترخص فی القلوب من الایمان عقائد  
وقد شحنت صدورهم بالخیفة،  
بالشغف، و التسخیفة، الذی مر جو حیمہ  
ربی العزیز الرحیم، البذلک فدا لکم  
الذی یجی الضعفاء العاجزین، من  
لفاعہ العجائب، و یلیم جرح المظلومین  
المکروبین بمراحمہ مر احمہ العجائب،  
هو الجبار علی کل جبار، و هو الجبار لکل  
کیر، و هو الجبار لکل خیر و خسر،  
و هو المنجی للمرحی الیسیر، و  
هو المیسر لکل شسر، و هو  
الذی یجی روح من الفرق و ابراهیم  
من الحرق، و یوب مہامتہ و اصاب  
مر الضعفاء و الاوصاف، و یونس  
من صرور، و یونی سرسل  
مما کانوا عباداً و کفر

اسی نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام  
کو یامان و فرعون و قارون، اور عیسیٰ مسیح  
(علیہ السلام) کو گربا گربین اور اپنے حبیب مصطفیٰ  
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو دہل و فریب کفار پرغائب  
کیا۔ پھر اگر مجھے شقوتوں، مصوحتوں اور حوادث  
معاصی نے گھیر لیا ہے تو اس کی رحمت و  
فضل سے کیوں مایوس ہوں، وہی میرا رب  
شانی و کافی اور خطا پوش و آمر زگار ہے۔

بہت بیمار جو موت کے کنارے پر پہنچ چکا  
اسے یاد کرتے ہیں، شفا پاتے ہیں۔ بہت  
خطا کار جب استغفار و استغفار کرتے ہیں  
مقبول ہر گاہ ہوتے ہیں، بہت دور و مذہب سے آپکار ہوتے ہیں  
مصیبت سے نجات پاتے ہیں، بہت مسافر جب  
اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں مراد کو پہنچتے ہیں بہت  
قیدی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں خدا  
مطلق انہیں بیڑیوں اور قیدوں سے ہلانے  
واحسان چھٹکارا دلاتا ہے۔

میں بھی مظلوم و دل شکستہ و مضطرب و مسکین  
ذلیل و محتاج ہوں اسی خدا سے بزرگوں کی تائید  
میں کے حبیب کو وسیع بنا کر اور امیدار رحمت  
ہو کر میں کی بارگاہ میں بعد تضرع، تہجد و تہجد  
۵۵ و غدہ خدائی نہیں کرتا، میں نے غفلت و غفلت  
سے بارگاہ پر بہت دعوت و رشتہ نصیب

موسیٰ و ہارون، فرعون، و ہامان  
و قارون، عیسیٰ مسیح و ہامان  
کرور، و عیسیٰ حبیبہ المصطفیٰ  
مکان سکرہ سکھرون، فان  
دمتی صعب، و لحنی خطوب، و  
معمو کروب و حاقب بی ذلوبہ  
مست نضرہ مستس و لامر حمتہ  
مستس، فرب ہو شافی و الکافی،  
و مدی و ندی، و کم ضریر یکر  
عی شفا، اذ دعاہ تنفی، و کم معقد  
د خندریہ و مسفرہ عذریہ و عفا، و کم  
تیمادادہ کشف کریہ، و کم غریب  
اد دعاہ اسعفا ریریہ، و کم معجون  
سدغیہ لریہ، و کم غیب الہی  
لحنی، عی و حمت، و استغفر لظرف  
میں رحمت و رخصت، و کم دور  
مان و فاد۔

مضمون معصوم و مصطنع و  
مکمل مستحکم معق و عفو و محبت  
ممن و مہم و نادبہ مصرع،  
ممد و مدد و مدد و مدد  
ممد و مدد و مدد و مدد  
ممد و مدد و مدد و مدد

کا وہ دیکھا ہے وہی مجھے عیب سے کرے  
 دے گا، وہی تق و نظراب سے نہ کرے  
 وہی امراض سے شفا بخشنے کا، وہی پیر نیوے  
 سے چھڑاٹے گا، وہی قالم سے بچائے گا،  
 وہی میرے گریہ و بکا پر رحم کرے گا، وہی  
 میری بدبختی و شامت کو مٹائے گا، وہ دعا کا  
 سننے والا، بہت دینے والا، اور بزدل کو دفع  
 کرنے والا ہے۔ اسی سے بے بددظنی کے غم کو  
 دور اور بہترین نعمتوں کے عطا کرنے کی امید  
 وابستہ ہیں۔ اسے میرے رب! امیدتوں  
 سے مجھے نجات دے۔ اسے امیدواروں کے  
 امید گاہ، اور اسے اتھا کرنے والوں کے  
 پناہ گاہ! اپنے حبیبِ امین، اس کی آلِ عابدین  
 و مبارکین اور اس کے صحابہ و تابعین دین کے  
 صدقے میں ہماری سن سے، اسے ارحم الراحمین  
 اور اسے احکم الحاکمین! تو ہی ظالموں سے  
 مظلوموں کا انتقام لینے والا ہے۔ بیشک  
 ساری تعریفیں سارے جہان کے پاؤں  
 کے لئے ہیں۔

یہ پروردگارِ عالمگیر کبھی ختم ہوئی میں  
 نے اپنی مصیبت و پریشانی کا کچھ حال و قصید  
 میں بھی لکھا ہے ایک قصیدہ ہمزہ سے  
 جس میں شیطانی وساوس کا ذکر ہے۔

عامة المظلوم اذا استصرخه و ناداه، فهو  
 بجبینی عما یشجینی، ویبطلقنی عما  
 یبقلقنی، ویشکینی عما یشکینی، ویدبرقنی  
 عما یدبرینی، وینقذنی عما ینخذنی،  
 ویسلمنی عما یریطلمنی، ویرحمہ علی  
 عوبلی و بکائی، ویشفی عن اشتکائی  
 و شکائی، ویمحو شأمتی و شقای، انه  
 سامع الدعاء، واسع العطاء، داخِع  
 البلاء، فهو الذی امر جره لجلالہ حزین  
 البلاء و ابلاءه، حسن السبل و حسن  
 الازلاء، یا رب فأنجنی مما ناخی،  
 یا معول المرجین، یا مومل الملتجین  
 امین، بحرمة حبیبک الاعمین  
 الاعمین، والد المیامین، وصحبہ  
 المعامین، یا ارحم الراحمین،  
 یا احکم الحاکمین، المنتقم  
 للمظلومین من الظالمین، و  
 احر دعوتنا ان الحمد لله  
 رب العالمین۔

هذا وقد وصفت بعض ما  
 نابی، ونبذا مما اصابنی، فی  
 قصیدین حدیثاً ہمزیة تحکی  
 حیرت لشاھدین، والاخری دالب  
 مدنی بعض السجع و وضعت



دوسروں کے لیے ہے جس میں اس غلغلہ و فتنہ  
کی تکلیف درج کا ذکر ہے۔ ان دونوں  
قصیدوں کو سرور کا شانت علیہ السلام و مملو  
کی مدح پر ختم کیا ہے ان دونوں سے پہلے  
ان کے قرافی میں بھی قصیدہ لکھا تھا جو  
تیم کی طرح فرید و یگانہ ہے۔ اس کا اثر  
دور قعر کی طرح ہے۔ اس کے تین سو  
کچھ زیادہ اشعار جو کر رہ گئے۔ اس کے انعام  
کی نوبت نہیں آئی۔ معائب و لام کے عجم  
نے تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

مانا ناز او رفی اور لقا اشعار

راہ و ہیت استعجالی و اشجانی

اگر اللہ نے مجھ پر ربائی سے احسان فرمایا تو  
اس فتنہ کی مدت اس میں شامل کر کے ختم  
کروں گا جسے مظاہم افلاق سے پہلے پہلے  
ملا ہے۔ اس پر اور اس کی آلی پر قیامت  
تک مملو و سوزم۔ واللہ بھانہ ولی التوفیق و

الامام

وہ تو ہر مقام و مقام  
میر و جہان و سید  
میر و جہان و سید  
عبد زکی ہر و ہر  
سید و سید  
وہ تو ہر مقام و مقام  
میر و جہان و سید  
میر و جہان و سید  
عبد زکی ہر و ہر  
سید و سید  
وہ تو ہر مقام و مقام  
میر و جہان و سید  
میر و جہان و سید  
عبد زکی ہر و ہر  
سید و سید

مانا ناز او رفی اور لقا اشعار

راہ و ہیت استعجالی و اشجانی

اگر اللہ نے مجھ پر ربائی سے احسان فرمایا تو  
اس فتنہ کی مدت اس میں شامل کر کے ختم  
کروں گا جسے مظاہم افلاق سے پہلے پہلے  
ملا ہے۔ اس پر اور اس کی آلی پر قیامت  
تک مملو و سوزم۔ واللہ بھانہ ولی التوفیق و

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لجوی، لہ بجوانم اسیراء جمدا الدموع وذبت راحشاء  
 بزدل سے میرے پہلو کی بڑیوں میں آگ بھڑک رہی ہے تنوشک وہ نذر فی انفا کھین گئے ہیں  
 وسمنا آثم من النوائب والنوی سکی الصدیق ویسمت رعدا  
 جو بے نازل شدہ مصیبتوں اور میری: بن و وطن سے دوری پر دوست، دوستے اور دھن خوش ہوتے ہیں  
 قد کنت فی عز وجاه کان فی اعمان اعبان بلاء اقد  
 میں عزت و عظمت کی زندگی بسر کر رہا تھا، جو شہر نا، وغنا کی آنکھوں میں کھٹکتی تھی  
 اسی الصدیق علی آسای و جارہن حوری وفی نسوی آساء اساء  
 میرے دروغ اور تباہی و ہلاکت پر دست لگیں میری ہلچل چارہ گوش تیار داری میں بڑا بڑا عمل اختیار کر رہی  
 شامت العیدی اذ حال الحالی واعتری ماشاء فی سمشاء و لوشاء  
 بہ اس تیرے حال چٹانوروں کی خبر سانی اور خبروں کی ریشہ روانی پر دشمن خوشیاں سن رہے ہیں  
 العا القربنا وھم ھم ونوی لب عہد لبی وندء  
 رنج نازل، اور غم ہم پر طاری ہو گیا، اور ہماری دوری میں کسنگی و کسختی بہ  
 حطب عظام مصائب جلت بہا وھن یطام و دقت ارمضاء  
 ای بڑی مصیبتوں نے گھیر لیا جن کی وجہ سے ہڈیاں کنز و اور اعضاء ریزہ ریزہ ہو گئے  
 افی سلا فی حدیث امراة بلی کید عصبہ ما سکید ساء  
 ایک ایک نورت کے مچرنے جتنے مصائب کر دیا، عورنوں کا مکر پڑی، برہ دست مکرے  
 یحلبن خلعا بالمواثق مشدلا لعمودھن و سمدھن و ساء  
 مردیمان کر کے مغروق و غریق بنا لیتی ہیں، پھر ان کے عمد و ہنات کو فدا و قرب نہیں ہے  
 مدعت مان قد شہرت ان امن قوہائت بہم الدیار و ماہ  
 میں نے یہ کہہ کر شہرہ دی کہ جو لوگ گھر سے دور ہوتے ہیں منہ من وہ یا یا

دینے کو جب ہمارے حواریوں نے اودھانہم مستبشرین و وہابو  
 سے وہ جس کے مدد سے وہ لوگ میں آکر اپنے گھروں کو خوش خوش واپس چلے  
 جنتِ مدینہ کی دعاؤں میں ایمان کا فرقہ لہا استبشر  
 میں بھی کافر و مستنہد کے مدد سے ان سے قریب کھا کر مکان پہنچ گیا۔  
 میرا مدد سے عطا ہوا دعاؤں میں ایمان کا فرقہ لہا استبشر  
 پھر نہ وہ مسلمان نے اس کے مدد و میثاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سختی شروع کی اور میری بھی طبیعت پر  
 مہم۔ خدمتوں۔ قصوف کاں لہوینو فیما عاہدت ایفلا  
 سوں نے مجھے روک دیا اور خوب ذہنیں پہنچائیں۔ گویا کہ اس عہدِ ملک میں ایسا عہد کی نیت بھی نہ کی گئی تھی  
 بتا عیوب و ما عیوب الہم ربیت من ظلمہم فی محنت و عناء  
 جب میں تیدی بکری بھی نکالے حالت گزار نہ بنا تو ان کی طرف سے رنج و تکلیف میں اور بھی زیادتی کر دی گئی  
 دکتہ فی حشر رشید راہیہ حجم الکروب و فاجت اوزار  
 میں خوشگوار پیش و پشت میں تھا، پھر انہوں کا مجھ پر اور مصائب کا ناگہانی درود ہوا۔  
 شعر محفوظ مدد و رحیم حیدر بالضعف من افواہہم بغضاء  
 اس سیزن کو کیوں نے بھریا، ان کی زبانوں پر بھی بغض کی دیر سے دشمنی ظاہر ہونے لگی۔  
 حد صنفو عینہ منی فیعت وضیت عیشا کان فیہ رخاء  
 انہوں نے مجھ پر عہدِ حیات تنگ کر دیا، میں اس زندگی سے دل برداشتہ ہو گیا  
 وہ اس پر مسرت نہ ہو کر بھول گیا جس میں آسانی تھی  
 یومہ و یومہ فی سندان حرارۃ و ذبحی ہما الداحور والداداء  
 یہ سب باتیں تیری و نہ میرے میں گزرتے ہیں گویا کہ سخت موسم گرما کے دن و آخر ماہ کی اندھیری میں  
 ہائیں سا جہاد صبر و لا لیوم عرص عشیۃ و مساء  
 سب باتیں تیری و نہ میرے میں گزرتے ہیں سب نہیں ہے اور نہ دن کے شام اور رات کے  
 جہاد صبر و اسکیوں حصر لہا فیما شہیرا التسموم ہوا  
 یہ سب باتیں تیری و نہ میرے میں گزرتے ہیں سب نہیں ہے اور نہ دن کے شام اور رات کے

یا و بھیا من حجرۃ جُذرا ہما شوی استوی و سر ہما رمضاء  
 سی سیت تھی اس کو نظری کی دیواریں انسان اعضاء کو بغیر تہمتیں اور اس کی تہمتی ہونی تین تھی  
 یا و بیل سجن لا صبال لباعہ و کسبہ ما فسہ قصہ حلالہ  
 کیا پریشان کن قید خانہ تھا، نہ تو اس کے میدان میں پیشاب نہ تھا، نہ اس کے پانخانہ میں آب نہ تھا  
 منعوا اشد المنعم ان یلقانی الا — حباب والاخو و لاملاہ  
 انہوں نے سختی کے ساتھ دوستوں، بھائیوں اور بیٹوں کو بھڑکاتے ہوئے دیکھا  
 و سلبت اثواب بعد تجردی للبس اعطی میزد و کساء  
 میرے کپڑے چھین کر مجھے تہ بند اور کسل پہننے کے لئے دے دی تھی  
 سلبوا الکی لبسوا علی کساء ہم عالی سوا ذاک التریدی مرداء  
 پڑے تار کو قیدیوں کی کمر باندی، میرے پاس اس خراب کمر کی کے سوا کوئی دوسری چادر نہ تھی  
 سلبوا الاوائی والنعال یظلمہم لم یبق عندی قصۃ و انشاء  
 میرے برتن اور جوتے بھی غلا چھین لئے، میرے استعمال کے لئے کوئی برتن اور پیالہ بھی باقی نہ چھوڑا  
 مالی حقی فی حقای و کان لی من قبل لبسی للکساء کساء  
 میرے تنگ پاؤں پہنے ہوئے پر کوئی سرہانی سے پوچھنے والا بھی نظر نہ آیا مارا کہ اس کمر کی  
 اور سننے سے قبل مجھے مہر و شرف حاصل تھا۔  
 حکم من صفی بی حقی مخلص فی الود من معوضۃ و صفاء  
 میرے بہت سے سرہانہ، بھائیوں اور ساتھیوں کی محبت و صدق و صف پر شکر تھی،  
 ضد و افصد و اعن جاوہری فلم یسکن مزاورۃ لہم و لقاء  
 نہیں روک دیا گیا، وہ میری ملاقات، بات چیت اور زیارت سے مجبوراً محروم رہے۔  
 لو شاہدونی عافی الاسترجعوا و لکان منہو فی حقای حمام  
 دیکھئے مجھے پاؤں رکھتے تو اناتہ و اما لہ راہون پڑتے اور میری برہنہ پانی پران سے جھک کر اکر بیٹھتے  
 لم یبق کو فی السجن عند خادما لبریدی لید مہم امدا  
 قیافانے میں میرے پاس کوئی خادم بھی نہ رہا، برہنہ کے اردیا دہی وجہ سے نہ چھوڑا۔

معروضا معصوم و سرور شوق الفتاد و وفاد و صفاء  
 یہ ہشام بی بی کے نام تھے کائنات در چنگاریوں بستر کے بجائے قفسے میں رہیں  
 بعد و غمی سودا سیوا عدی صہب الشوارب شرم صہب  
 بہت سے معجزات شریکوں در میگوں منوچھوں و کائنات پر نعم و سید اور کرتے ہیں  
 سور کبوتر و جوہر ہمیں لہم فی الجہل دلین فی القلوب قسلا  
 وہ سیاہ بگڑ منیہ نرم ، نرم بہ اور سخت قلب و قی ہوئے ہیں ۔  
 سکد و دھما دھما عار و لا غار و لا حلو و لا استحیار  
 وہ بہت دیر شرم میں ، انہیں نہ تنگ و عار ہے نہ غیرت و علم و حیا ان کے پاس ہو کر گڑی ہے  
 لُذْ عَطْلَسِ دِہِم رِقْلَ و حَمَیْة و حَمِیْة و اَمَہ  
 بڑے معجزہ و اور سخت دل ہیں ، ان میں نرمی اور اودہ حمایت و محبت ہم کو نہیں ،  
 حَمَہ مَعَارِ کَلَمَہ مَعَارِ الذکر ان یعنی فی الامثال بغاء  
 سب کی قربان میں موجود ہیں ، مردوں میں سرکشی اور غورقوں میں حرام کاری بانی جاتی ہے  
 سدھو و بھو و بھو و بھو کثر الغشوق و شاعت المفسدہ  
 ان سب کی بد ماشیاں ، مردوں کی سرکشیاں ، غورقوں کی حرام کاریاں فتنہ  
 فتنہ کی اشاعت و کثرت کا سبب بنی ہوئی ہیں ۔  
 لو کتفر اذ لم یحس بل رہا فوق احتباسی غربیہ و جلاہ  
 فخر و سب سے میری قیدی کافی نہ تھی بلکہ جلا وطنی اور غربت و مسافرت کی سزا بھی دی  
 اُسُور و سُرور فی جبل بہ قد باد من اسراہم اُسُور  
 قید رکھے مجھے ایسے پہاڑ پر رات میں وہ لے گئے جہاں پہنچ کر قیدی ہلاک ہو چکے ہیں  
 جس کا صہب ابھرتا ہے صہب ما حولہ غیر الفتاء و صہب  
 اس پہاڑ کی گھاٹیوں کو ، یا گھوڑے ہوئے ہیں ، موت کے سوا اس کا کوئی بھرنے نہیں  
 مسد حلی و مال کل من یامہ اذ عفت بہ الاوساء  
 سب کو بھرا ہوا مال کل من ، آتے آتے کے لئے ، بال ہے ، بائیں ہر طرف مامور

ذَن رَافِعَةٍ مِیْنِ عَسْتَوَافِدَ عَزْلَدَوِ وَ سَلَبَ دَوِ  
 یہاں شریف و سزیز ذلیل و گریہ کنان میں دو ناپسیدہ درجہ دیاں یہ شرم میں  
 عَقْلَ عَقَابِ عَقَابِهِ وَ ضَا لَوِ دَوِ یُرْبِی الدوی فیہادوی و دَوِ  
 اس کی گھائیوں میں تعویذ و پاکت نام ہے اس میں دوا درو بھی  
 بیماری میں فائدہ کرتی ہے

مَا سَاغَ مَا دَفِیْهِ لِلصَّادِیْ وَلَمْ یُعَالِطْ وَ مِیْنِ فَفَقْدَ عَدَا  
 اس میں نہ تو پیاسے کے لقمے سے پانی اترتا ہے اور نہ بھوکے کو غذا ہی میں مسدود ہوتی ہے  
 الْاَكْلَ دِنْ مَآ هُنَا لِحَدِّ وَلَا بَصَلَ وَلَا بَفْسَ وَلَا نَسَا  
 ماش کی دال غذا ہے گوشت پیاز ٹکڑی، لکڑی، کھدیر، مٹر، نیلیں  
 هُوَ شَطَبُ حَرِّ مَآ هُنَا بَیْرُ وَلَا مِیْنُ وَلَا حَسْرُ  
 وہ دریا کا کنارہ ہے جہاں میدان، سربان، گیہوں و شیرینی، کسی چیز کا پتہ نہیں  
 قَدَمَاتِ اَحْیَاءٍ مِّنَ الْاَسْرَاءِ وَالْمَبْعُوثِ لَا مَوْتُ وَلَا اَحْیَاءُ  
 قیدیوں کے گروہ کے گروہ مر چکے جو بچے ہوئے ہیں وہ نہ مردوں میں ہیں، نہ زندوں میں  
 مَا فِیْهِ لِلْمَوْتِ حِلْوَةٌ جَنَانُ وَ شَرٌّ وَلَا کَفْنَ لِهَرِّ وَ عَطَاءُ  
 میت کی نماز جنازہ، قبر، کفن و درپوشش کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں  
 مَا فِیْهِ مِّنْ عَارٍ عَلٰی عَارٍ وَلَا لِمَعْتَرِیْ الْمَعْتَرِیْ حَیَاءُ  
 یہاں شگے کے سنے کوئی مار اور طالع احسان، محتاج کے سنے سول کی جہنمیں  
 هُوَ مَرَّةٌ سَوْدَاءُ مِّنْ مِّثْوٰی دَیَا عَنَتِ عَلَیْهِ لَمَرَّةٌ لِّصَفَاءِ  
 وہ ایسی خراب جگہ ہے جہاں طاقتور انسان پر بھی رہنے کے بعد زرد پتوں کا غلبہ ہو جاتا ہے  
 شَقَوُا عَلٰی اُسْرَانِهِمْ فَاصَابَهُمْ بِالْاَسْرِ مِّنْ اَمْدَانِهِمْ اَمْدَ  
 قیدیوں کو ایسی شقت میں مبتلا کیا گیا کہ ان کی ایذا و کت کے درجہ تک پہنچ گئی  
 قَدَا وَ تَقَتْ مِّنْ عِلْمِهِمْ وَ غَلَمَهُمْ اَعْدَا لَهُمْ فَنَدَهُ هَمُّ رَمَدَ  
 ان کے کہنیوں کی جست قیدیوں کی بیڑیاں ضبط ہو گئیں اور ٹھکنے، شوری میں اس دیا

وَدَّ بَهُمْ بِحَبْنٍ وَبِأَسْمَاءِهِمْ أَهْرَاسَهُمْ وَالْبَقْسُ وَالْبِاسَاءُ  
 بدلوں و برکتوں نے نہیں ہلاک کیا، اور پھر کسیہ اردوں اور مصیبتوں نے رنج میں مبتلا کر دیا  
 وَغِيْمٌ حَرْنَا وَغُلَّ كَتَمَهُ عَلَيَّ جُوعٌ وَقَلَّةٌ غَلَّةٌ وَغُلَامٌ  
 ان کو نہ کھیر تشنگی و نہ بھوک پر پیاس، قفلتِ فدا و گرانی نے بھی مبتلائے مصیبت کر دیا۔  
 وَلَقَدْ حَلَوْنِي بِمَهْلَكَةٍ بَهَا لَا الْأَرْضُ أَرْضُ لَا السَّمَاءُ سَمَاءُ  
 انہوں نے مجھ پر ایسے مسک میں ڈال دیا جہاں زمین، زمین ہے نہ آسمان، آسمان  
 مَسَابِقُ الدُّنْيَا غَمَامٌ صَوِيْمٌ سِيلُ الْخُمُومِ وَارْضَاهَا حَصْبَاءُ  
 اس کا ذوقِ آسمان وہ بادل میں جن کی بارش غلوں کا سیلاب ہے اور اس کی زمین سنگریزے ہیں۔  
 لَا غَيْثَ فِيهَا انْعَامٌ حَرَّهَا مِنْ جَوْهَا يَتَصَدَّبُ الرِّجْصَاءُ  
 اس میں بارش نہیں ہوتی، گرمی کی شدت سے فضا پر آسمانی سے بھارات  
 لَا يَسْمِيْنُ كَرْنُ نَكْتَبِے۔

غَمَةُ السَّمَوَاتِ الْغَمَامُ فَلَا يَرَى لَيْلًا وَيَوْمًا سَتِيرًا وَذُكْمًا  
 بدلوں نے آسمان کو ڈھانپ رکھا ہے جس کی وجہ سے دن میں سورج اور رات کو چاند نظر نہیں آتا  
 وَلَيْلٌ فِيهَا ظِلْمَةٌ فِي ظِلْمَةٍ وَالْيَوْمُ فِيهَا لَيْلَةٌ ظِلْمَاءُ  
 رات میں تو اندھیرے پر اندھیرا چھایا رہتا ہے اور دن اندھیری رات کی طرح ہے۔  
 مَا كَانَ فِيهَا قَطْرٌ يَوْمَ شَامِمْ أَيْدَاؤُ لَوْتُ لَيْلَةً قَمَلًا  
 اس میں سورج والا کبھی دن نہیں ہوتا، اور نہ چاندنی والی راتیں ہوتی ہیں۔  
 أَفَقٌ بَهِيمٌ مَا اسْتَهْلَ هَلَالٌ أَحَدٌ وَلَمْ يَرِ شَمْسُهَا حَرَبًا  
 اس کے سیاہ فاق پر کسی نے چاند نہ لکھا نہیں دیکھا اور نہ گرگٹ ہی سورج دیکھ سکا۔  
 طَمَاءٌ قَدْ عَشِيتُ بِحَرِّ مَضْمٍ لَا لَوْ لَوْ فِيهَا وَلَا لَا لَا  
 وہ غوڑتا، کیسے، ہوتا، ایک دریا سے گھرا ہوا ہے اس دریا میں یہ ہوتی ہے نہ روشنی۔  
 مَصْرُوسٌ سَجْعٌ وَحَرِّبَهَا لَا الصَّيْفُ صَيْفٌ لَا الشَّتَاءُ شَتَاءُ  
 مصلِص، دھڑل میں کوئی فرق نہیں، یہاں نہ گرمی، گرمی ہے نہ جاڑا، جاڑا



تَبَاهُ اتِيهَا يَمِينُهُ وَلِلْيَدِ يَزِيدُ دِفْعُهَا الْبَيْتُ وَالْحَصَةُ  
 یاں آئے والی حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور دشمنوں کا کبر و غرور اور بڑھ بات اب  
 ہم فی غنی و قبی و مال اذ علما مالوا علی الاسری مهم فقر  
 وہ تو نگرانی اسرت اور مال و دولت سے بہکنا رفتہ بہکنا بن کر قیدیوں پر ظلم و تعدد کرنے لگے تو  
 فقیروں کے اگوا افتخاری طور پر دیوالیہ ہو گئے

و طریقتا شغل تموت فکل من مرکبوا علیہا صدعو وقاء و  
 اس کا راستہ چکر لے کھلنے والی کشتیوں کے ذریعہ ہے جو بھی ان پر سوار ہوتا ہے در دریا میں منروں سے بڑا ہوتا  
 و قبل امواج تجوش ثیابہم و طافہم و تبہم اسند  
 اس کی جوش مارتی ہوئی موجیں کپڑوں اور بستروں کو زکرتی ہیں اور ان کی تری سے مسافر بھیگتے ہیں  
 انشیت عن وطنی و اہلی بختہ ظلمنا ولی ذریۃ ضعیفہ  
 مجھے غلامی و وطن سے اپنا تک دور کر دیا گیا مجھے کمزور و نحیف و یتیم کو بھی چھوڑنا پڑا  
 ہم أخر جوا عن دار ہم ظلمنا سکن و اسکان لہم و شواء  
 ان کو زبردستی ان کے مکان سے نکال دیا گیا ان کے لئے آرام و سکون کی کوئی جگہ نہیں چھوڑی  
 فمکنوا اذما لہم مکنی ولا قوت ولا شیعہ ولا اشیاء  
 وہ مسکین و فقیروں کے کیونکہ مکان، روزی اور کوئی چیز بھی ان کے لئے نہ رہی

و ترکتم غریبا عما لہم مال ولا مغانی لہم و غشاء  
 میں نے انہیں حالت گر سگی میں چھوڑا ان کے پاس مال و دولت ہے نہ سکن و نعمت  
 قد جانتہم اقربوت تجنبوا کالجانب و جفاہم الکفاء  
 ان سے اپنے بیگانے بن کر ٹھیکہ ہو گئے اور برابر والوں سے عدم و ستم اختیار کیا  
 الاشم انای اسرتی و اقاربی ما من حمیم فی الا السماء  
 میرے خاندان اور اقارب کو قید و بند نے دور کر دیا اب میاں پانی کے سوا کوئی دوست نہیں  
 عینت علی الانسا انائی کما عینت علینا منہم لاساء  
 میرے بیٹوں سے میری نہیں ایسی ہی پرشیدہ ہیں جیسی ان کی مجھ سے





مہر جو سی - و ذرکت قروا کثیرا الخذۃ وسبہ  
 وہ قوم سبائی عرج منق و منتشر ہو گئے، ان کے بہت سے گروہوں کو قید و بند نے آویزا  
 ن لای و ذن ذو عتر کما ہان الخطیر و صغر الحصر  
 اور نہ، عظیمہ شریف ذیل، عظیمہ کریم خوار، اور بڑے چھوٹے بن گئے۔  
 مترو و عا و غیر من خذوا و مما اذعو امن جرہم سوزنا،  
 جن کو پکڑ لیا ان کو قتل و جاک کیا حال کہ جو جرم ان پر لگائے گئے تھے ان سے وہ بری رہے  
 و ابریا ہر من یا غیلۃ فجرت کما انفجر العیون دماء  
 نہوں نے پنی بری اور بے گناہ بنایا کہ بری طرح بڑا کیا، خون ایسا بہا جیسے چشمے ابل کر بہتے ہیں  
 کسخر و ولد اولمیدروا بہ بلد افصار کاہم سیداء  
 بہت سے تہذیب کو بڑا و خراب کر کے ان کا نشان تک چھوڑا، وہ جنگل اور میدان معلوم ہونے لگے۔  
 حذو و لمساعد و الفصو کاہما لعدوین لعدوین ثم قطع بناء  
 مسجدوں و دروں کو منہدم کیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس جگہ کوئی عمارت  
 ہی نہ تھی نہ وہاں کچھ رہتا ہوا تھا

بحسب غنسم زرع الارض من شوم فلا یسع لها و نسما  
 ن کی عورت و ذرت کی وجہ سے زمین کی پیداوار میں بھی کمی ہو گئی، اس میں کوئی نشوونما باقی نہ رہا۔  
 قدر و اتلی اساس المعاش فقد ہم ان لاخذاء عندہم و عشاء  
 نہوں نے بڑوں پر زندگی تنگ کر دی، ان کے لئے رات اور دن کا کھانا بھی نہ رہا۔  
 صہر و عثقت باوزار ہما شحنت بطون صدورہم شحنا  
 ن کے سینوں میں بھرے ہوئے کیوں کے بوجہ سے ان کی پیٹیں ثقیل ہو گئیں  
 مہل خذوا بعدی حد و حد وھل للمعتدین حرا  
 ایم سے متجاوزہ نہ کشنی کی بھی کوئی حد ہے ؟ اور کیا سرکشوں کی کوئی سزا بھی ہے !  
 حرافرف و ناسوی ن بسل مع ہولاء مودہ و ولاء  
 اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کیا کہ ان سے کسی قسم کی محبت و پیوستگی نہ ہو

قوله لهم كفر بنص محكم ما في سورة الحق مرة  
اور بات یہ ہے کہ نفس حکم قرآنی سے ان کی عبت کفر ہے۔ حق پرست انسان کو اس میں تذبذب نہ ہو  
کیف الولاء وهم اعتمادی میں خلق السما والارض وادبہا  
ان سے عبت روا کیسے دکھی جاسکتی ہے جب کہ انسان و زمین جس کی وجہ سے پیدا کیے گئے  
اس ذات گرامی کے یہ نعرے دشمن ہیں

هو اول النور السني تَلَجَّت بضائته في لعائم راحلوا  
وہ پہلا نور ہے جو دنیا میں چمکا ، اور اسی کی روشنی سے سارے عالم منور ہو  
هو اول الانبياء آخرهم سبہ ختم النبوة وابتدا الابداء  
وہ اوّل و آخر پیغمبر ہیں ، انھیں پر نبوت ختم ہوئی ، اور انھیں سے اس کی ابتدا ہوئی تھی  
بدء بة ابدی المہمیں سترہ فلاح الابداء والابداء  
وہ بہترین سرکار ہیں ، خدا نے اپنا مجید انھیں کے ذریعہ ظاہر کیا اور انھیں کی وجہ سے قریش و ہر گت سے  
قد خصه الباری باوصاف شئی لوعصها الاحداث ولقدما  
خدا نے انھیں ایسے بلند اوصاف کے ساتھ بخش کیا جو کسی مجید و نسیم کو نہ بخشے  
اعطاه فضلا ليس يمكن ان يكون — قاله شريك في او شرکا  
انھیں ایسا فضل و عظمیٰ مرتبہ عطا کیا کہ اس میں کوئی بھی ان کا شریک و سیم نہیں  
اسماء اذا اسماء بالحسن فمن اسماء خالقة له اسماء  
ان کے اچھے اچھے نام رکھ کر رفیع الشان بنایا ، خالق کے ناموں میں سے ان کے بہت نام ہیں  
بترجیم وفضل ذوقرة هدير ووف محسن معطاء  
نیوکار ، رحمدل ، بکثیر الفضل ، صاحب قوت بادی زرم و بخش ، بکثیر العطا ، ان کے وصف و نام میں  
قد زاد امكته رفعة مبلغة وشرقت لوجوده سحابة  
ان کی پرورش نے مکہ کی شان و دہانہ کو دی درجہ نے ان کے وجود سے شرف پایا  
قد طب طبعة ادثوا وعلقت سر و منهم — لعل بعد  
ان کے قیام سے آبادی نہ ہو ، بلکہ وہاں سے لوگ اس کی بہت تعداد میں آئے

من غير سبب من غير انما سببه الرشد.

وہ مجھ کو سنو گے انسان ہیں ان سے پہلے صحف آسمانی اور انبیاء کرام ان کی بشارت دیتے آئے  
مجموعہ مسیح و غیرہ مونی کما انسابہ شعبا

مجلسه در وقت غروب

ن دشت کی میسی میدان سوزم ویران سے قبریں مہر سے علیہ السلام سے بشارت دی جیسے کہ شمشیر۔  
بن مصلیٰ نے علیہ السلام کی بشارت دی تھی۔

حاجات ذات الصلة باختصاصاتنا انما الزبائن به و هو انما

شہ وہاں ن کے درہا میں ٹوٹیاں بن کر حاضر ہوئیں، اسی طرح نحیفہ آسمانی کی پیشینگوئی سنو

وَمِنْ رَقْمِ مَنِيْرَفَتُهُ وَأَبَانَةِ شَقِيْنِ ذَا الْأَيْمَاءِ

چلنے و بیچنے والے چاند کو انہوں نے اشارہ سے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو عطا کر دیا۔

و شمس نخت مغروباً و نخت  
ليكون منه المصكولة اداء

سورج غروب ہوئی کے قریب پہنچ چکا تھا کہ آد اٹھ نہ کیلئے ٹھہر گیا۔

حيثه حجار و شجار و حمر      نطقته له بفصاحة و عجماء

پتھروں اور دہشتوں نے انھیں مل کر کیا اور بہت سے چوپائے ان سے فصاحت کے ساتھ ہلکا ہوئے۔

روی یساع من صامعه حرری عطشی فانهلهم روی ورواء

تھیوں سے پانی جاری کر کے انہوں نے پیاسوں کو سیراب و شاداب کیا۔

كُوشِبَةُ الْغُرْبَى الْكَثِيرِ بِمَنْدِهِ      نَزْرُ وَحَدِّ نَالِ الْمُقْلِ مَثَرِ

ن کی بہت سے بہت بھوکوں کا مقنوی می می غذا نے میب بہر دیا، اور بہت ناوار، مالدار بن گئے

فد حق جدء حين فارقك كما  
 نيكى الخبيث في النوى السرجاء

نہ مانی پھیر کا تناس عاشق کی طرح روماحسں کو محبوب سے دوری کو نہ وہ طیش و راز سے

فما من يعنو حكمة فدا حكمت عن دركها الحكمة

وہ جس ذلت میں فی بیکر جی حکمت کی تعبیر دیتے ہیں جس کے سمجھنے سے تنکا و غفلت (یعنی عاجزی نہیں

حکمت و دانش حکما حکمت ۱۱ یات شهاب هدی و شفاء

اسلام اور دنیا کی فکارت ہر سے ہیں، اس کی جتنی فکر ہو، اگر اس کی امت و شفا ہے

ذکر آخری چکنا و اچکنا بہا عقر معقول و عیت بعدہ  
 وہ ذکر سنتوں اور عیسوں پر مشتمل ہے جن سے تئیں دنگ و رمل عقل و دانش عاجز ہیں  
 بلغت بلاغتہ الکمال فانعم السبلاء منہ واعجم معصاء  
 اس ذکر عظیم کی بلاغت کمال کو پہنچی ہوئی ہے جس سے بیوقوف کو سکت و فیضوں کو گونہ بنادیا ہے  
 جلی سواد شرانہ منسوحۃ بشریۃ ہی سمحۃ یضاء  
 انہوں نے اپنی اسل و روشن شریعت کے ذریعے مسخ و شریعتوں کی سیاہی کو دور کر دیا  
 فظہور ملتہ صحاح و مللا کما تمحوا لکوا کب من ذکاء ذکاء  
 ان کی امت کے غلو نے تمام ملتوں کو اس طرح مٹا دیا جیسے تارے سورج کے پگھلنے سے ہو جاتے ہیں  
 میحو ضیاء الشمس نور کو اکب ویطوفون کو اکب داماء  
 سورج کی روشنی ستاروں کی چمک مٹا دیتی ہے اور سمندر دریاؤں پر غالب آجاتا ہے۔  
 فانلہ اظہور دینہ و ادامہ فدل علی مرآۃ الابد مقباء  
 اللہ نے ان کے دین کو غالب و باقی رکھا اور مرد و ڈھور پر اسی کو بقیہ ہے۔  
 لا غرو ان جحد السفادیہ و من فی قبہ داء یسناد حقیاء  
 اگر بے وقوف اور معاند دشمن ان کے ان کمالات کا انکار کرتے ہیں تو تعجب کی بات نہیں  
 ما ضرعین الشمس لیسجدت لہ تین انضیر و مقلة عملاء  
 قرصِ خورشید کو اندھے کی آنکھ کی بے نوری ضرر نہیں پہنچا سکتی  
 اللہ او جب ان ینقہ باسمہ فی حین یرفع المصودہ سدد  
 اذان میں ان کے نام کو بلند آواز سے ساتھ پکارنا، اللہ نے ضروری قرار دیا ہے  
 ان ذاد ادم من یثوقہ علی فکوا علی سببہ لاما  
 اگر آدم کے ماتر سبب فرزندِ سعید کی بدولت بلند ہو گئے تو تعجب کی بات ہے کہ باپ میٹھکی و جبہ بلند مرتبہ ہوئے ہیں  
 قد شاء رسول ان یکوموا امتہ و سطا اعصی بعصرہ ماسا  
 بت سے رسولوں نے امت کو بڑھایا، ان میں سے بعض کی آرزو پوری کر دی گئی جیسے  
 زمانہ امام مہدی میں عیسیٰ علیہ السلام یہ ثرث حاصل کریں گے



هو مفرع لئاس اذ هو عوا اذا حُشِرَ اَفْلِس لِهَر سَوَاه رَجَاء

سید بن حشر میں لوگوں کی سرسیلگی کے وقت وہ بتائے پناہ میں  
ان کے سوا کسی سے سید نہیں ہو سکتی۔

بَنُو اَدَم مَلٰجِبِیْن وَغَیْرَہ مَسْتَفْعِیْن فَاَحْجَمُ الشُّغَاء

وہ سب حضرت آدم و دو سر سے اُسل علیہم السلام کے پاس طلبِ کارِ شفاعت ہو کر نہیں آئیں گے  
مگر وہ سب خاموشی اختیار کر لیں گے۔

فَاَتَرٰہُمْ حِیْنَ سَتِیْسُوْا فِیْهِمْ حِجْمٌ مِیْحَابَہُ الْاَمْنِ جَاہُ وَالْاَنْجَاء

ن سب سے ایسے ہو کر وہ سب ان سستی و آنا کی خدمت میں حاضر ہوں گے، یہ ظاہر  
نجات والی سخاوت سے کام میں آئے۔

حَب لَانْ مَرْصَاہُ مَرْصُوبَہُ هُوَ اَنْ یَّکُوْنَ لِمَصْطَفَاہِ رِضَاہُ

نہوں نے نفیق کے لئے غافل کی وہ خوشنودی چاہی، جو اس کے برگزیدہ بندے کی رضائے

وَرِضَاہُ هُوَ اَنْ یَّکُوْنَ بِمِیْحَابِہُ لِمَوْمِنِیْنَ مِنْ الْعَذَابِ نَجَاہُ

وران کی رضا اس کے سوچو نہ تھی، کہ ایمان والوں کو عذاب سے نجات ملے۔

وَرَدَّہُ شَیْءٌ لِّمَاحِدَسَاہُ فَوْقَ الْاِنْسَامِ لِهَر سَتَاوَسَاء

ن کی ولادت شریف بزرگ اور سردارِ بیتِ نفیق پر انہیں رفعت و بلندی حاصل ہے،

اور ان کی چمک دمک کے سامنے سب ماند ہیں

خَصْرُ کِبَارِ سَادَۃٍ کَثْرَہُ مَحَالِ الشُّبُلَاہُ وَالنَّجْبَاہُ وَالنَّقْبَاہُ

وہ غنیم و کریم اور نجیب و نقیب میں

فَلَمْ یُوصَفْ بِوَصْفِہَا مِنْ وَاَصْفِ مَدْحٍ وَلَا اَطْوَاہُ

ن نے نہ ذات و نہ نائب کا واسطہ کسی طرح کرنے والے کی مبالغہ آمیز مدح بھی نہیں کر سکتی

کَلَفَ یُوصَفُ حَدَّ خَطِیْجِہُمْ خَیْرَ الْاِنْسَامِ وَہُوَ لَہُ اَحْزَاہُ

نہوں نے نہ خود کو نہ کسی کو کیا تو بہت ہو سکتی ہے جب کہ ان کے بقا میں افضل خلقِ خدا میں اور

سب سے بہتر ہیں

اصحابہ خمس اشدوا علی الکفار فیما سیہم رحماً  
ان کے صحابہ بڑے پیادہ، آپس میں رحیم اور دشمن پر شدید ہیں۔

اشقی علیہم ربہم فی ایۃ ما فوق هذا للعباد تناء  
اللہ نے قرآن کی آیت میں ان کا وصف بیان کیا ہے۔ یہ وصف ایسا ہے  
کہ اس سے دیگر انسانوں کی تعریف نہیں ہو سکتی

السابقون الاولون خیارہم وخیارہم خلاءہ الخلاء  
انہیں السابقون الاولون سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ طبقہ صحابہ میں سب سے بہتر ہے اور  
ان میں بھی سب سے اعلیٰ خلفاء راشدین ہیں

یا حمۃ للعالمین ارحمہ علی  
اسے رحمت عالم! اس شخص پر رحم کیجئے جس کے سنے زمانے میں کہیں رحم نہیں  
افدیک من علی سیر مالہ راث ولا من لد و فداء  
میں آپ پر قربان! اس قیدی پر احسان فرمائیے جس پر نہ کوئی رحم کرنے والا ہے اور  
نہ اس کے پاس نہ یہ واحسان ہے۔

فاشفع لہ من دون امر جاء فقد  
نا امید ہی اور تاخیر کے بغیر اس کی شفاعت فرمائیے کیونکہ زمین و آسمان کے وسیع دہلیز  
اطراف و اکاف اس کے لئے ننگ ہو چکے ہیں

یا من اغاث بلفظہ جملہ مشکا  
نہا جو شکوہ سہی و مشکا  
اسے شاکی اونٹ کے فریاد رس! مجدد پر بھی ویسی ہی مہربانی فرمائیے، مجھے بھی بیماری  
اور سہجوری کی شکایت ہے۔

قد طال اشکاء الکروب فاشکئ  
فاشفع لی رفع ذلک الاشکاء  
مصائب کی رسی زمانہ دراز سے دراز ہے انکو دور فرمائیے اور سفارش کیجئے تاکہ اس اذیت سے نجات ملے  
لہد سبق لی غیر متباعد من لدی  
آپ کی سخاوت و عطاک سوا رب رحیم و معطی کے سنا مجھے کوئی امید نہیں۔

معدی ومعنی عندہ رحم علی  
مجھے منع پہنچے وہ نہ کی بارگاہ میں سفارش فرمائیے۔ میری قمیصوں پر رحم فرمائیے کیونکہ  
پستجاب الدلوٰات ہیں۔

یارب حقیقی رحمانی ولایکن  
فی النجاة من العدی ارجاء  
تو میری میدوں کو ثابت کر دکھا اور دشمنوں سے مجھے نجات دلانے میں تاخیر نہ فرما۔  
قد قمتُ ریحی القاتلین الی الوغی  
وقعدتُ لِمَا قامتِ الھیجاء  
میں بیٹھے دوں کو روکن میں برابر آگے بڑھنا دیا اور لڑائی شروع ہو جانے پر خود بھیڑ مارا  
جرمت اذا جئت من کسل ظلم  
اشهد اذا ما استشهد السعداء  
میں بھی سستی کی وجہ سے ایسے موقع پر ہار دیا۔ یہ میں نے بڑا جرم کیا۔ جب نیک بہشت حضرت  
نے مجھے شہادت کے لئے بلایا تو میں حاضر نہ ہوا۔ یا میں شہادت سے محروم رہا جبکہ ساداتِ  
نے بام شہادت نوش کیا۔

رب اغفر عی ما اقررت واعفی  
خرجانی منک العفو والرحماء  
سے گناہ گار! میرے قصور کو معاف کر اور جو کچھ مجھ سے خطا سرزد ہوئی اس سے درگزر  
تجھی سے عفو و درگزر کی امید ہے۔

ان حذر جرمی فعندک رحمة  
ما حد واحد ولا احصاء  
گرمی سے جرموں کی فرد بڑی ہے تو تیرے پاس ایسی وسیع رحمت ہے جس کی حد و نہایت نہیں۔  
فاعرود ونب علی فنجی  
مما ابتلا فی الغصم والمشاء  
مغفرت و عفو و ما قبول کرتے ہوئے دشمنوں اور ظالموں کے ابتداء سے مجھے نجات دے۔  
ن کان ما شکوه مقضاتکم  
بدعاء مظلوم یرد قضاء  
یہ میری قمیصیں گرمی سے حق میں مقدیر بھی جو چکی ہوں تب بھی مظلوم کی دعا  
سے رد قضا ہو جایا کرتا ہے

تسمی لدا سعدنی فلا  
ینتاب من بعد السعد شفاء  
مجھے، انبی میں نہ ڈر، نیک سمت بنا، پھر سعادت کے بعد شقاوت کی نوبت نہ آئے



و ارحم الراحمین من دھانی فتنۃ لہ تمن عنہا فتنۃ و دھاء  
 محمد پیغمبرؐ۔ جیسی آزمائش سے سابقہ چڑھے گا اس سے زیر کی اور عاصبتِ رائے بھی دب جائے گی۔  
 عاصبتی ستین عاماً لایق تزدادی من فضلك الا لزم  
 رسولِ مال ہم تو نے مجھ اس دھانیت میں رکھا۔ تیرے فضل سے اس مدت میں نعمتیں برحق ہی ہیں۔  
 فخلت عافیتی و فاجأ خلۃ فارحم فضلك الخیر الاعطاء  
 میرا پاک پیری دھانیت قتل اور اہتجاج مسلط ہو گئی، رحم فرما و غیر خطائیری ہی جانب سے مل سکتی ہے۔  
 و وسائی رنی الیک محمد والمرتضیٰ و ابناہ و الزہراء  
 میرے بہتیرے دربار میں میرے وسیلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی حسن حسین، اور فاطمہ زہرا ہیں۔  
 یا رب من سببہ ما صدحت علی الایک الودیع حسامۃ و وقاء  
 ست پروردگار۔ جب تک سر ہر شاداب مرغزاروں میں کبوتروں اور سبز رنگ پرندوں کی آوازیں  
 گونجتی رہیں، نگہ پر حقیقتیں نازل فرما۔  
 حناہم یحمن ما یحیی حیا ارضاً و سحت دیمۃ و طلاء  
 در جب تک بخش اور مسلسل جہڑ زمین کو میرا کرتے رہیں، اللہ کی برکتیں اور اس کی رحمتیں ان  
 سب بزرگوں پر نازل ہوتی رہیں۔





حاشا ی موی بسوی نواغوا و انوشا کننا رغضا بسوی باہقاد  
میرے سینے میں وہ نور نہ بھر گیا جس نے اندرونی و بیرونی اعضاء کو غطا لکڑی کی ایک کپڑے  
میں ڈال کر بڑھاتے ہی بھر کر اٹھتی ہے۔

کریمہ رحمتہ اللہ علیہ موعدها وقودھا حظ من بعض احوال  
بہت فرق ہے اس آگ میں جس کے جلنے کی جگہ تو رکاویت ہو جس کا ایندھن لکڑیوں کا ٹکڑا ہوتا ہے  
وہیں ہر جوی بصلی جو انوشا وقودھا من عشا صناعا و اکساد  
وہ اس علم و ام کی آگ ہے جس کا ایندھن ہمارے آئینے سیلیاں اور قلب و گریں  
وہ سعود و سعور سالصی ولا سعادت تدار یسعی باسعاد  
نیک نعتی نے پشت دکھا دی، اب نہ سلی ہی معاشرت کرتی ہے اور نہ سعادت ہی سعادت کی کا  
اقلما کرتے ہوئے مدارات پر آمادہ ہے

خلق تنکرحتی کا دین کر لی من کان یعرفنی من یوم میلاد  
میں غم اقلانے اٹھتے بد سوت بن گیا، جو لوگ مجھے یوم پیدائش سے پہچانتے ہیں انہیں  
بھی شناخت میں شامل ہونے لگا ہے۔

فغوتی ضعیفت و انضعف ضوعف من تنقص فی القوی والجسم مزداد  
میری طاقت کم ہو گئی اور ضعف و نوجا ہو گیا، یہ سب کچھ قوی اور جسم میں بہت زیادہ نقص کی وجہ سے ہوا  
سرمیق لی حلد صا اصیب بہ قلبی و روحی و جثانی و اجساد  
میرے قلب و روح جسم و بدن کو جو محبتیں پہنچیں ان کی وجہ سے مجھ میں قوت باقی نہیں رہی۔  
اور دی سداہیۃ دھیاء قد حجت ہر وہ ہر بار واضح و اجساد  
محنت محبت کی وجہ سے ہلاکت کو پہنچ گیا، روحانی اور جسمانی اذیتوں میں گھر کر شیخ فانی بن گیا۔  
وہی ملکہ و اسکی سرتی و اولی القرب و اشمت اعدائی و حشاد  
ہلاکت محبت نے دبا یا، اس نے میرے بل فائدان اور رشتہ داروں کو  
رلا یا و دشمن و ماسد کو بنایا۔

یہ سب باتیں اس کی سیرت میں ملتی ہیں، انک نہیں تھی، بلکہ یہ سب باتیں بھی تھیں، شہاد





میں سے سب سے پہلے ساکھی جیل و نجد وہم بآئنا ہم بیا نجاد  
 یہ سس مکہ پہاڑیوں سے مدنی، جنوں نے پوری رغبت اور بہادری سے مدد کی  
 وسعت کنا مستوق نشرت ایمانہا المعارب و اضداد  
 میں نے مجاہدوں اور دشمنوں کی زبان کے ہشت تباہات جاری کئے۔  
 رہ تہی قس نصیبان و مثل النوف او غل مغلولہ مابقیاد  
 کہ چوں نور توں اور قیدیوں کے قانون کے مواسب کو اماں ہے  
 من سامو سلوا لاعتال الی عمالہا واطاعوا طوع و منقاد  
 جنوں نے سب کی، آلات حرب اس ملک کے عاملوں کے میرد کر دیئے اور  
 فرمانبرداروں کی طرح اطاعت گزار بن گئے۔

وصفت کل دھن واطاعوا وعتبا جمل الدھاقین من قار و من باد  
 میں نے تمام زمینوں کو مانج دیا جس کی وجہ سے اکثر دیہاتی اور بادیشین اس کے مطیع ہو گئے۔  
 منصر ہم سبط انصار قلنصر و اذا نجد وہم باغوار و انجاد  
 ان کی مدد سے ان کو مساط و قاب کر دیا، جب کہ ہر سببی و بسندی پر ان کی مدد کی۔  
 و حوا سبتہ بخریب و لم یذروا ما کان فیہن من مرم و ابلاد  
 انہوں نے شہروں پر نارتگری کے ذریعہ قبضہ کر لیا اور ان کے آثار و نشانات بھی باقی نہ چھوڑے۔  
 قد اندو و غار و قتلوا فھبوا و افسدوا فی التواھی کل افساد  
 وہ بہ درایت قنات پر پہنچے و قتل ہوئے مارے اور سارے علاقہ میں فتنہ و فساد پھیل کر دیا۔  
 ہذو معاند و اجبا حیا انسا جڈ اغتالوا عباد غلوا ف قتل عتباد  
 بدلت گاموں کو منہدم اور مسیروں کو مسمار کر دیا، خواہ کے بندوں کو قتل کیا اور  
 مادیوں کی ہلاکت میں مدد سے تہماوز کر گئے۔

من کل مع و اعی ہو عبا فسلو لہ سمعوا امر حکام و قود  
 انہوں نے سب کی اطاعت نہیں کی تھی ان پر ایسی بزدلی چھانی تھی کہ نہ اپنے سربراہ کو  
 نہ قتل و نہ مادی کی بات سننے تھے۔

عیت عربی عن حبیبہ فاقتمہم وعدہ ستم حصہ فی تہ  
 نہایت ایک فریق کو نقد و فاقہ کے ہتھکے تھکا دیا تھا اور دوسرے گروہ کو بڑی سزا دی تھی  
 ما رات انہ لم یسبق مختصم لعرب یث وازا ہوں  
 جب مکہ نے دیکھا کہ کوئی جنگ کا خواستگار دشمن باغی درگاہ کش ہوا تو نہیں  
 عادت فسادت فاعنت بما وعدت منت حامل مساو و صعد  
 رہنے والے نے پھر گئی اور دشمنی پر اتر آئی کوئی اپنا و نہ پورا کیا اور غلبہ و میناق کے رہبر کو ہٹا  
 منت بما وعدت ثم اعتدت وعدت فکان موعده کسدا ریمد  
 پہلے وعدہ کر کے لوگوں کو آرزو مند بنا دیا پھر عدت و ظلم سے کام لیا اور اس کا وعدہ دہرہ کے تے مکتوب  
 رجعت اذ غزنی اسیمان کا فرة زورا بعہد الی اہل ووردی  
 اس کا فرة کے جھوٹے وعدوں اور قسموں کے دعوے میں پڑ کر میں بھی اپنے اہل و میال بیٹن بٹا  
 وائب من نذ من اعدا دنا فیلدا فی النص امر علی محسود و زمد  
 دوست مائتھیوں میں دوسرے روپوش لوگ بھی واپس آگئے مگر نصارت نے نہ فتنی کو تہ میں ڈال دیا  
 جزوا الی السجین ضحوی فی الفنة کسری و اسری و اعزل و صفلد  
 وہ بھی قید خانہ لکھنویکے گئے اور جھگڑیوں اور جھڑپوں میں بندھے ہوئے دہرہ و کشمکش فیوں میں شامل کر دیا  
 اسری عتاة یعاون الشدائد فی حد و حدة و سعت و وحد  
 اور جھگڑا کش قیدی تھے قید خانہ کے رہائوں اور گھسانوں کی بے انتہائی اور ان کے مزاج کی تیزی برداشت کرتے تھے  
 شق الفلاد علیہم لم یذمر جلداء فیرسم و ضو جلود احد حد و حد  
 دشمنانہ اور درشت مزاج گھسانوں کی محنت و مشقت نے ان کے بدن پر کھانچ پھوڑی تھی اور  
 جلداء کے کوڑوں نے بدن کی کھال مچھڑا دی تھی  
 جسم العدی جمعو ابین و یسعد و فخر فوامر عہادی و عہادی  
 دشمنوں کی جماعت نے دشمنوں کو اور مجھے جمع کر دیا اور میرے اعضا و رباؤں کو بکرا کر دیا  
 قد صد علی الرجال کنت املہم و صد علی حدی و در و در  
 ان کے مجھے میری تھیں وہ عرض کر گئے و میرے دونوں و باغیوں کو مجھ سے سوا کھا کر

وحد۔ سی وہیں لاکھ میں ہوئی      و غنمی بہن اولادی واحمدادی  
 میرے اور مرزا کے درمیان جدائی کا کل ہو گئی اور اولاد و احفاد کے فراق نے مجھے غم میں ڈال دیا  
 غم و سجن منعقد و مبدع      عندی ریمہ گنہگار و معنیدار  
 میں غمیں جھڑپوں میں پہنچ دیا گیا      میرے پاس میری کوئی رفیق باورچی، یا دوست گارہی نہ چھوڑا  
 و قد کسوف کساء بعد ما سلوا — الکساء واستقر علی البس و ابرہادی  
 میرے ہمدرد باکس تار کر قیروں کے کپڑے پہنا دیئے، میرا تو شر اور کپڑے چھین لئے۔  
 عطر اوصاف غیفا شاکل خشنا      نوم لین بلیں الفرش معستاد  
 انہوں نے سخت ہونا دیکھتے تھے اور استریٹ کے شخص کو سونے کے ڈیا جو نرم ہستر کا عادی تھا۔  
 صفی لہ جا حسم الشکوت مند      و اعتدالی غذا غنیمت معستاد  
 میں سنبلیاں کی شہ کی ملکیت کی تو گرم اور کھاری پانی پلا یا اور اسی غذا میں مساکیں جگا میں کھاتی تھیں۔  
 لہر معوی باحتیاسی بل ضیفانی      حبسی جلالتی و قنریہی و ابعادی  
 میرے قید کرنے پر ہی کتھار کی جگہ اس کے ساتھ بل و قنریہ، مسافرت اور ابل و وطن سے دوری کا بھی نشان کر دیا  
 غار کبیر و سری احسن عی      فذلک یصور بیوج البحر مستیاد  
 مجھے وہ دور قید میں کو جہاز پر سوار کر کے لے چلے اور وہ جہاز سمندر کی موجوں سے جھکے کھاتا تھا۔  
 واسر حو مع لاسری علی جبل      قاص تنی درندہ اوہام اقتصاد  
 مجھے ن تیریوں کے ساتھ ایک دور دراز پہاڑی پر اتار دیا جہاں قید کرنے والوں کا  
 بہرہ و گمان بھی نہ پہنچتا تھا۔

نظر الدارنا از سقلہ حاسما      شط بحرل مدد باز باد  
 ہمارے قید کرنے والے نے ہم پر ظلم و ادا کر کے پوری دنیا سے لوگوں کو محروم کر دیا اور ہمارے  
 درمیان سے سمندر کا کنارہ حال ہو گیا جس میں پانی کے جوش سے جھاگ پیدا ہوتے تھے۔  
 روح دسرع الاہام من خست      کھرصر اولست قد علی عاد  
 انسان کی اپنی زندگی کی وجہ سے جان و مال میں خستیاں، اس پر اس کی آندھی کی طر نہیں  
 حوہ و عا، پاس سے قبل چینی مچکی تھی

غاب المنا والسناق قد غم فيه وما  
 من میں آرزو نہیں پامال اور موت نام تھی، در کسی سینہ کے لئے نور و نور ہونی انتقام زہ  
 یفیض فیہ صوم حاجتہ ابدا شمیم صوم سار و سعید  
 غلوں کے بادل قسم قسم کے، نچ و دم برساتے رہتے ہیں اور وہ بادل میں شاد و شب و آفت ہائے بہت ہیں  
 فلا میری فیہ یوماضو شمس صمی ولا سنان تیر ب سبیل و قد  
 وہاں کبھی دن میں سورج کی روشنی نہ آتی ہے، نہ چمکنے والے ہانداور تاروں کی رات میں میسر  
 یومی کلیلی و لیلی سرمد تعف — النجوم فیہ کن شدت ہاویہ  
 میرا دن، رات کی طرح ہے، اور میری رات کو دوام ہے، آسمان پر تارے ایسے رکے ہوئے ہیں  
 جیسے نیولوں میں انہیں پھنسا دیا گیا ہو

كانت کایا عنا یضاً دیا جبرنا و کان ایامت میام عابد  
 ایک زمانہ وہ تھا کہ ہماری تاریک راتیں، روشن دن کی طرح تھیں اور ہمارے دن عید کے دن نہ  
 کیف احتیالی لاهلاقی وقد حضرت علی ارضی فلتی سائد  
 میری رہائی کے لئے کیا حیل ہو سکتا ہے جو زمین میری، ٹھانے ہوئے ہے ایک سار شمس و زین  
 کیف الخلاص و خصمی ظالم شکس و یلاد من کاحر بالند کثد  
 مجھے چھوڑ کر کیسے نسیب ہو سکتا ہے، میرا دشمن ظالم و بد خو ہے، اس کا ذوق خرابی موجود ہے کہ جس منکر ہے  
 استغری النصاری بتعدی زنادقة یلونہم و سونوہم راجعہ  
 مجھے تکلیف پہنچانے کے لئے انھارے نے، ایسے زنادقوں کو تادہ کیا جو ان کے مغرب سے تادہ دیں  
 جن سے ان کے احوال کی وجہ سے نبت کرتے ہیں

غاضوا و جدوا و غوا فی معاقبہ نادو و بادو باعدو و حملا  
 وہ غصے میں آپہٹے سے باہر ہو گئے اور میری اذیت، رسائی میں ہر ممکن جہد و جد سے کام لیا پوری  
 پوری دشمنی برتی اور بغض و کینہ کو کھل منہ سے نکالا  
 است من علی و قصفت جنبل و حرب کا نصر فی حبہ حید  
 انکار جنبل کے اعلان پر میں نا امید و مایوس ہو گیا، دشمنی کے بول میں مجھے ہونے پڑنے کی گنج دیر

کامیابی کی نذر تھی مگر وہاں وہ دیکھا کہ اس خوف مصطاد  
 میں نہایت سے بہت پتی جو تھکاری کی مگر وہی سے موقع شکار کے خوف سے معاملت کر رہا تھا۔  
 مگر جو بہت نامہ دہاں سے تھوڑے سے  
 میں سب سے گھٹ سے نہ زندہ تھام کی سی امید باندھتی جو ایسے بادلوں سے جو گرج اور  
 بید کر چھٹ گئے ہوں۔ امیدیں باندھ لیتے ہیں۔

نصرت شام۔ سوری شہر اچھا تھا۔ میں سو لہر جا رہا تھا اور افساد  
 میں سے جہاں سے سب سے کٹا رہا کشتی اختیار کر لی، اس کے سوا کسی دوسرے سے بخشش و  
 انداز کی امید نہیں ہے۔

قد و قسرت رحمہ اللہ العبد المذنب الذی ذکرہ حرزی و اورادی  
 اس بادشاہ عادل کی رحمت کا ہی میں امیدوار ہوں جس کا ذکر میرا حزر جہاں اور میرا دروہ ہے۔  
 حتیٰ حیّی حقیق بالمدعاۃ فلا۔ میرا دعوۃ صلیوٹ و لا واد  
 وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، حیات رکھنے والا اور اپکارنے والوں کے ساتھ مہربانی سے پیش  
 آیا۔ سب سے بہت کتہہ اور غلوم و مضطر کی دعا رہیں کرتا ہے۔

بسی اُسامی ضعا فامن جبارہ شوم اشداء جابوا الصغیرا لوالد  
 وہ کمزور بچہ کو ایسے جابر و تکبر اور سخت انسانوں سے نجات دلاتا ہے جو ادا میں پیچروں کو کاٹتے آہیں  
 شہد الصعفا العاجزین علی صید شہداد کفر عین و شداد  
 وہ نہ بول نہ دیکھ سکتے تھے جابر بادشاہوں پر کمزور عاجزوں کو مسلط کر دیتا ہے۔  
 میں سوہ معان کا احتیال لہ۔ و ما اطلاقہ من و لا فاد  
 یہ نسبت زندہ کے لئے جس کا کوئی حیدر و وسیلہ نہ ہو اور جس کی رہائی کے لئے نہ کوئی فائدہ  
 ہو اور نہ احسان، خدا کے سوا کون چارہ سار ہے۔

سیرت مقدمہ میں ہدیٰ علی کفر بجایا احمد محمدی و حیات  
 سے پہلے اس عاجز و خستہ کو، ستودہ صفات، احمد و حماد، علی اللہ علیہ وسلم  
 کے طفیل میں، کا فائدہ دشمنوں کے جنگل سے نکال

ایسے تھے موجد العالمین الی الامم طوق لایمرد و مرشد  
 تو نے نہیں تمام مخلوق کی طرف اس کی رہبری و ہدایت اور نفاذ عانت کے سے تمت  
 عالم بنا کر بھیجا ہے

غوث المنادی لکھتے الباس مغرنا یوم نصادی مدنی کف فی رت  
 وہ مصیبت و عذاب روکنے کے لئے پکارنے والوں کے فریاد رس روز قیامت میں  
 ہماری پناہ گاہ اور مجلس میں بڑے مخفی و جبر ہیں

ہاد و حام و حاجہ ما لم یفسو عیم و مستصرہ مستغفہ جاد  
 وہ گمراہ کے لئے ہادی، نابینا کے حامی، فریادی کے مددگار، مفادیش پابستہ واسے کے  
 شفیع اور سائل کو عطیات سے نوازنے والے ہیں

جار لجار شکاجورایمیع لمن قد استعاض و من و مناد  
 ظلم سے شاکی پڑوسی کے محافظ ہیں، امداد پابستہ واسے کے معاون و  
 طالب عطا کے لئے بھی ہیں۔

ہاد یبشر بالقت بشائرہ الرهبان فی رهب و انشودھی ہاد  
 وہ خوشخبری مانے والے ہادی ہیں، راہبوں نے ان کی آمد کی اطلاع حالت خوف میں  
 پہنچائی اور اسی طرح یہود نے۔

ہدی سبیل سمویا کل منحن عن السبل و معزی کل منبذ  
 انہوں نے ہر گم کردہ راہ کو سیدھا راستہ بنایا اور ہر پھرتے کو سیدھا کر دیا  
 غیث و عیث للہو و منہج سحر و منہج سور و منہج  
 وہ نمکین کے فریاد رس اور طالب بارش کے سے بادل، گھاٹ پرانیوں کے لئے دیا  
 چارہ اور پانی کے متلاشی کے لئے اسریر میدان ہیں

محز شریعتہ بیضاء صافہ مشر و عیال مسر و عیال  
 وہ دہریا ہیں، ان کی شریعت روشن اور صاف ہے جس کے دکھ  
 پیاسوں کے لئے تیریں چشمہ ہیں





صحابہ کرام و اہل بیت علیہم السلام  
ان کے معنی ہوتے ہیں کہ جسے جہاد کیا، معارف میں نبوی سزاؤں سے  
اور اس سلسلہ میں ہر طرح کی کشمکشیں

یامید الخلق یا خیر الموری حلفنا  
بہ خیر من رنجی ساعدہ حب  
اس مخلوق کے سردار اور افتخار میں سب سے بہتر و بہتر امیدوں سے  
بہترین سہارے اور تمام اہل تفاوت سے بلند تر رکھنے دے

افدیاک حنی بوحنی و آلفی حنی  
بالعیر یا حرمیت مہمہ  
میں آپ پر قربان، مجھ پر رحم فرمائیے، اور مجھے بخشش سے نوازیئے، اپنی عت سے میری مغفرت  
اور غفلتوں کی تلافی کیجئے، اسے جو دو عطا کے مالک

فاشعہ و حنی بوحنی و آلفی حنی  
میں بدلتی بتغریب و حرمیت  
جو پر کرم کرتے ہوئے خدا سے میری سفارش کیجئے کہ مجھے جو دغی و رقیہ نہائی عیبت  
آزمائش سے نجات دے

وہ سنس حنی ساجدہ کرمی  
مزدی غور و حرمیت  
اور بلند سے بلند میری ان پریشانیوں اور آفتوں کو دور کرے جو  
شمار سے متناہز ہو چسکی ہیں

وہ مہنی فہرہ سیدی  
وحدی جہاد سیدی  
اور نیچے بلت کے ساتھ اپنی عافیت میں ہے اور میرے غم کو دور دینے و سہاوت بدل  
وہ یتیم جماعی بالشفادۃ فی  
جو رہنما جاری و ساری  
سب سے مفاہرہ نما، اس بات کی بھی دہرائیجئے کہ وہ مہر کی موت پس و منت  
جو ان میں شہادت کی موت مند کرے

ناسد تک اللہ فاعیل مہمہ کرمی  
حنی غور و سیدی ستادی  
نما آپ کو ف کی قسم داتا ہوں، اپنے کرم سے مزہ، ستارش فوں ماتے ہا کثرت  
کی مدد میں ان راہ کو سحر

عین رک صو۔ نہ صہ حب ورفہ ایف۔ وشد شادی

پہرہ نہ کی پاکیزہ رقتیں نازل ہوئی رہیں جب تک سرسبز و شاد  
مردوں میں قمیوں کی آویزیں گونجتی رہیں اور کانیوالے گلستے رہیں

در رحمہ اللہ .

مناقصہ نان فی مہر رجب

شمارۃ بعضی معاوماتین

وستان و بعض من المہجرۃ

معمدۃ سویہ عن صاحبہا

مری صلہ و سحتہ و اما

محموس ف جزیرۃ البینۃ

بحی نہ مہجہ منہ محمد البینۃ

وہدیہ سدنہ۔ بحدہ حبیبہ و رشتہ

شہ۔ علیہہ رکی نصیحت و اسنی

منہ

مصنف عبد الرحمن بن احمد بن محمد بن فرما

یہ دونوں تھیں رجب ۱۲۷۰

میں بحالت امیری جزیرہ و بانی

تمام دوست۔ اللہ تعالیٰ

اپنی رحمت و سید اور قدرت

برایہ سے اپنے حبیب اور

اس کی آل اطہار اور اولاد و جہاد

کے طفیل اس و بانی جزیرہ سے

نجات دے۔ ان سب کا

روشن نعمتیں اور پاکیزہ رقتیں

نازل ہوں۔

تتمہ

# باغی چندستان

— سسہ خیر آبادی اور ملونا فضل امام کی ایک تصنیف کا تقاریر —

تتب

محمد عبد الحکیم شریف قادری

# مولانا فضل امام خیر آبادی کی ایک غیر مطبوع تصنیف

مقدمہ تاریخ یا خلاصۃ التواریخ (فارسی) | اس کتاب کے دو نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں :-

۱۔ عجب گھڑ لاٹری (لاہور) میں ۱۹۰۵ء No ۹۸۵۵ محفوظ ہے یہ نسخہ ۳۶۹ ورق پر مشتمل اور خوشخط لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ پر کتاب کا نام مقدمہ تاریخ لکھا ہوا ہے۔

۲۔ مولوی عبد الرشید لاجپت نگر (شاہد رہ) کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اب یہ نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی صدر میں قفل ہو چکا ہے لہٰذا اس پر کتاب کا نام خلاصۃ التواریخ لکھا ہے۔

یہ کتاب مولانا فضل امام خیر آبادی نے ۱۲۲۲ھ میں قیام دہلی کے دوران لکھی۔ یہ کتاب گویا تاریخ عالم ہے جس کی ابتداء حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے کی گئی ہے۔ مولانا نے اس کی اجمالی نہر اس طرح بیان کی ہے :-

گفتار اول : خلقت آدم اور دیگر انبیاء کرام کے احوال، اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک، صحابہ کرام و ازواج مطہرات کا ذکر آگیا ہے۔

گفتار دوم : صونیائے کرام اور ادبیائے عظام کے ذکر میں۔

گفتار سوم : ملوک ایران کے ذکر میں۔ اس گفتار کا آغاز آدم علیہ السلام سے کیا گیا ہے۔ سلاطین کی خلفائے عباسیہ، سلاطین چنگیزیہ و شاہان تیموریہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ سلسلہ ابونصر محمد اکبر و شاہ تہمسبہ پہنچا ہے۔

گفتار چہارم : ان راجوں کا ذکر جو دہلی اور دیگر بلاد میں حکمران رہے۔

گفتار پنجم : غزنی اور لاہور کے حکام کے بیان میں، یہ سلسلہ بابہ کے ہندوستان آنے اور ابراہیم کے مارے جانے تک پہنچا ہے۔

لکھنؤ، نول سنوں کی نشاۃ ی جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے جس کے لئے راقم شکر گزار ہے۔

نفاہ شہر ، سلہرقی سموی ، گجراتی اور مندی اکابر سلاطین کا اجمالی ذکر ۔

عصابتہ مشہور حکمران ، اہلباء اور خوشنویسوں کا ذکر ۔

ناقصہ ، جنس تقسیم کے بنیاد پر عجائب کا بیان

امداد نامہ مولانا کی مفید تصنیف آمد نامہ فارسی کا ایک باب تراجم الفضل اسکے نام سے گزری ہے  
 ازجود در خوشی کے ساتھ پاکستان ہستاریکل موسائٹی کراچی کی طرف سے

ست نبع جویکا سے

## علامہ الاسلام مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری شہ جو پوری قدس سرہ العزیز

اسان ذوالاسلام مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں بن مولانا رفیع اللہ خاں قدس سرہ العزیز علامہ خاں رامپور میں پیدا ہوئے آپ کا آبائی وطن سوات تھا۔ روپیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں۔ صرت و نحو کی تحصیل مولانا حافظ ندوہا کی سے کی اور میرزا امیر ایک معقولات کی تعلیم مولانا جلال الدین (م ۱۳۱۳ھ - ۱۸۹۵ء) سے حاصل کی جب خاتمہ الحکم ہوتا علامہ فضل حق خیر آبادی رامپور تشریف لائے تو ان کے حلقہ درس میں شریک ہو کر کسب کمال کیا۔ درس حدیث مولانا سید عالم علی گنجوی (م ۱۲۹۵ھ - ۱۸۷۷ء) سے لیا علامہ خیر آبادی کے شہیدانی تھے۔ مختلف مقامات میں ان کے ساتھ رہے اور جب علامہ محمد فیصل حق خیر آبادی اسیر ہو کر اندامان روانہ ہوئے تو آپ معہ مخدوم و محزون رامپور میں تشریف لائے اور مدرسہ عالیہ میں درس دینا شروع کیا۔ ۸ - ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں مولوی حمید حسین کے طلبہ کرتے پر جو پور تشریف لے گئے اور مدرسہ حنفیہ میں مفتی محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی کی جگہ مدرسہ سس مقرر ہوئے اور تاحیات اسی مدرسہ میں علم و فضل کے خزانے لٹاتے رہے۔

اپنے اسنادِ محترم مولانا جلال الدین کے چچوٹے بھائی حضرت شاہ چیموٹے میاں قدس سرہ کے سلسلہ غالبی قادری میں مرید تھے، وسیع الاخلاق، کریم النفس، طلبہ پر شفقت اور مسلک اہل سنت پر ثابت قدم تھے۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں مرشد آباد بنگال میں شہر بنو قلعہ بھاری عالم سید العزیز رحیم آبادی کے مقابلہ میں نہ سبب حنفیہ کی حمایت فرمائی۔ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں مجلس علماء اہل سنت کے اجلاس میں شریک ہوئے جو ندوہ کی اصلاح کے لئے پٹنہ میں منعقد ہوا تھا۔

علم و فضل میں فقہی امثال شخصیت تھے، بالخصوص معقولات و حکمت میں بے مثال آپ تھے مسکیم

علامہ محمد قادری مولانا شاہ تذکرہ علماء اہل سنت جلد اول، معبر و کا پور، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱

علامہ قتال احمد سید تاریخ سیدانہ بنو جنویر، مطبوعہ جنویر ۱۹۶۳ء، ص ۷۸

علامہ محمد احمد قادری مولانا تذکرہ علماء اہل سنت جلد اول، معبر و کا پور، ص ۲۹۰

علامہ محمد احمد قادری مولانا تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۲۹۱





ع شہرستان میں اوت فاسقاہست

سیدنا محمد و آلہ

مولوی بدایت اللہ خصال صاحب ملہ و زبہ و قتل و شہر  
چوں بہا و صیام و صلت کرد از زبان سرخسہ جود و تقوی  
بر دل و دستان رشت گردان بخش و کرب و غم نموده خیر  
داشت و جہد و عسدر کمال بود معقول او مگر مشہور  
نکر تاریخ چون نمود حسیک

گفت ہاتھ کہ ہیں بخت منفرد

ذیل میں آپ کے اول لکھ کر تین عہد نامہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے :

عہد الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز

خلیفہ مبارک عالم حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

عہد شریعت بدایت مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جہاں بدین بن مولانا قدس بخش بن  
مولانا خیر الدین اقدس سرہ جہاں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں نصیر گھوسی عہد کریم الدین ضلع غنیمت میں  
پایا ہوئے تھے۔ آپ کے والد ماجد اور عہد امجد فن عب اور علم و فضل میں باکمال تھے۔ ہندی کتب پر عہ  
سے پڑھیں بعد ازاں اپنے شاگردوں سے بھائی مولانا محمد رفیع رحمانی کے نام سے علوم و فنون کی ہندی کتابیں پڑھیں  
پورانی کے مشور سے استاد اعلیٰ مولانا بہت اللہ خاں رام پوری ثم جو پوری رحمتہ تعالیٰ (۱۸۳۶ء - ۱۸۷۹ء)

۱۸۷۹ء میں مولانا کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

۱۸۷۹ء میں مولانا کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

۱۸۷۹ء میں مولانا کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

۱۔ کہ یہ شخص ہے محمد بن حنفیہ جو پیر میں داخل ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد  
 جو یہ سید محمد بن ابی اسحاق تھے احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی اسحاق کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔

۲۔ سید محمد بن ابی حنیفہ احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔  
 ۳۔ سید محمد بن ابی حنیفہ احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔  
 ۴۔ سید محمد بن ابی حنیفہ احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔

یک اور روایت

۱۔ کہ یہ شخص ہے محمد بن حنفیہ جو پیر میں داخل ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد  
 جو یہ سید محمد بن ابی اسحاق تھے احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی اسحاق کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔

میرا محبوب کا چہرہ

اس سے جنت کی بات ہے یہ ہیں

۱۔ کہ یہ شخص ہے محمد بن حنفیہ جو پیر میں داخل ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد  
 جو یہ سید محمد بن ابی اسحاق تھے احمد محدث سورتی تھے سید محمد بن ابی اسحاق کی خدمت میں  
 رہ کر سید محمد بن ابی حنیفہ میں ماہر و کاردیس حدیث کیا۔ ۱۰۲۰ھ میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی  
 خدمت میں سید محمد بن ابی حنیفہ کی خدمت میں ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۴ھ تک حضرت محدث  
 سورتی کے دربار میں درس کیا۔ ۱۰۲۴ھ تک چھ سال تک چھ میں مقیم کرتے رہے۔

بریل شریف میں تیس مہر دور ان مغرب سے شہر وں وں دفین سے حیرت نیر صاف  
 بریس جوتی تھیں۔ تیس۔ پریس کی لکڑانی، پردت رہنک، بریس منوں کو یہ سہ۔ بریسوکل  
 بریس اور فتویٰ نویں غیرہ اوراق تینا انجیم ویت، بغین صناعے دین کیے واد کرنے کی دوست یہ کردی  
 قتی کہ حکامٹ یا اکتا جت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بعض حالت کما کرتے تھے۔  
 "مولانا احمد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔"

اصلی مدت بعد دین وقتے مولانا شاہ محمد رضا خاں بزمی قیاس مراد کافیا سال تیر  
 قرآن مجید میں باسم تاجی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (۱۰۳۳ھ - ۱۰۳۵ھ) تپ ہی کی ساقی جمید  
 سے شروع ہوا اور پانچ تکمیل کو پہنچا۔

آپ نے ابتدا سے شباب سے تیس کا کہ شروع کیا ورا خرمیات ملک ہادی رکھ  
 ورا ایسے نابذہ روزگار افراد تیار کئے جن پر علم و فضل کو بھی ناز سے حویں طرعت تک دردم  
 منظر اسلام برہی میں قرآن فی تدریس انجام دے ۱۰۳۴ھ - ۱۰۳۵ھ - ۱۰۳۶ھ میں ہمیشہ صدر  
 مدرس دارالعلوم حیدرآباد شاہ جہیز شریف چلے گئے۔ ۱۰۳۷ھ - ۱۰۳۸ھ میں بھر پوری شرف  
 چلے آئے اور تین سال تک قیام کیا، بعد ازاں نواب حاجی محمد خاں شرونی رئیس رہاست  
 دادوں (ڈل گڑھ) کی دوست پر ہشتیت صدر مدرس و معلومہ انضیم صعب یہ میں تشرف لیگے  
 اور سات سال تک ہر کمال حسن و ثوابی فرائض تدریس انجام دے۔ مولانا حبیب الرحمن شرونی  
 نے ۱۳۵۶ھ - ۱۳۵۷ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ  
 کے فضل و کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

مولانا احمد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پندرہ مہرین میں ایک  
 میں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔

۱۰۳۵ھ - ۱۰۳۶ھ میں مدرسہ شاہ جہیز شریف واد پورہ ۱۰۳۶ھ - ۱۰۳۷ھ میں

۱۰۳۷ھ - ۱۰۳۸ھ میں مولانا "تذکرہ مدرسے" پر مشتمل ۵۰

تذکرہ مدرسہ مولانا "الرائف ہدیہ" ۱۰۳۸ھ - ۱۰۳۹ھ

۱۰۳۹ھ - ۱۰۴۰ھ میں مولانا "تذکرہ مدرسے" ۵۰

میں رہے ہیں وہ اس کے ساتھ ساتھ خدائی کی ۔ سر میں ناب ہر کس کے ۔  
 ہے ۔ ٹرک کا ہر اس طرح کیا ہے ۔

میں نے محمد علی کو سات سو سے ستر ہزار روپے دیے۔ بری، امیر اور  
دوسرے میں سے ستر ہزار روپے کے ساتھ، نعمت بخشی کی ماہ پر دیسیات  
میں جوڑ کر دے رکھے ہیں۔

۱۸۴۵ء تک دووں میں تقسیم آریا۔ اس کے بعد ایک سال بنار میں رہے۔  
۱۸۴۵ء تک مشنہ کسٹم برہمن میں ورس دیا۔

یہ ترتیب سے ادب و جوہر میں رحیم بنہ مخفی رہنا کی اولاد آباد تھی جو اگر چہ میان چوکی  
عربی سے دینا و رجب سے طغنت در مشرکانہ یوم بخت است پائی باقی تھیں حضرت  
مدرسہ سے یہ پر آپ کے ذمہ ہے ان میں تسلیں کا یروگرام بنایا یا تبلیغی مجلسوں کا  
نوبہ۔ رجب و رجب میں مستمرا نہ روم سے اجتناب اور دین اقدار اچانے  
۱۰۰۰۔ رجب و رجب میں رجب نامہ کی مجلسیں ہیں۔

میرے دوست مسلمانوں میں جو قوموں میں مولانا محمد علی نے خوب  
تعداد میں کتب مکتوبہ تاج محل پر مدح و تحسین کی ہے

میں سے ملے۔ درود کے پڑھنے کے شہر والے اور نقیبات مثلاً خیر بادو، بیارو، دہلوان  
شہر کے باشندے۔ ان کے درود جو وہ غیرہ میں بھی خوب پڑھتے ہیں۔ ان کے لئے تعلیمی مہربان  
میں سے ان کے لئے شریف درود باپیر، قادیانہ، تارکھ کوڑے سے، اب  
درود کے سامنے و قرآن و حدیث کے تفسیر و تفصیل پر مشتمل جو اگر قلمی مسئلہ  
میں سے اس مسئلہ سے اس طرح بیان دے مانتے کہ میں نہیں شیو کے علاوہ چاہئے ہمارے

محرر: شایسته: ن. ق. پندستان، مطبعه قزوین، ۱۳۲۰. ص ۳۰

۱۰ - در هر یک از این موارد، به چه نحوی می توان با مشکل مواجهه کرد؟



ہے جس پر عمرات میں حقیقت میں سب درست میں، یہی  
 مصلحت کیوں کہ حق میں جو بے خبر ہو سکے اور نہ کو کس طرح  
 زبانی ہو سکتا ہے۔

نصائح مطبوعہ ۳۴ کتب خانہ ۱۳۵۹/۱۳۶۰ کو مراد آباد میں۔  
 یہ صورت جو رب بر سر نامہ رضا خان پر میری کی حیدر استی میں جیسا کہ منقذ  
 یہ حالت تو تر بعد، تا کہ کسی جس کا مقصد مسلمانوں میں پیدا ہو سنے واسطے  
 عیسائی اسوت درختی تلوں کا دفاع تھا۔ اس اجلاس میں حضرت صدر الشریعہ  
 صاحبزادہ ترمذی نے یہی جماعت بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے  
 مشہور ہوئی۔

پہلے ۱۹۴۰ء میں سنی کانفرنس کے بنام میں منعقد ہونے واسطے فقیر انشال  
 صاحب جس میں عل و مشائخ پانچزار کی تعداد میں شریک ہوئے، کو قیام پاکستان  
 کی حیثیت حاصل ہے۔ اس اجلاس میں اسد علی حکومت کے لئے دائرہ عمل  
 کا ترس سے میں قدر کا کی ایک لکھی رہائی گئی تھی جس کے متاثرہ اکین میں  
 حضرت صدر الشریعہ بھی شامل تھے۔

صدر الشریعہ مورانا محمد انجلی کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت  
 اور علمانی نفعی سکون نہیں تفسیر حدیث اور فقہ سے غرضی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات  
 پر وہ پوری توجہ نہیں کرسکتے تھے وہ برصغیر کے مجدد و امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو  
 صد سجدہ و سب سے دیا تھا۔

۱۔ مکتبہ دار الفاضل، ۱۹۵۱ء

۲۔ اس سے پہلے منشی نور محمد : تعلیمی و ادبیات

۳۔ جہانگیر، ۱۹۵۰ء

۴۔ مکتبہ دار الفاضل، ۱۹۵۱ء

آپ نے دوول اخبار کی گزشتہ میں قیام کے دوران مہتمم مدنی مفتی قاسم  
 سرہ ۱۴۲۱ھ ۱۹۳۰ء کی حدیث کی مشکوٰۃ کتاب شرح معانی آثار پر حاشیہ لکھنا شروع  
 کیا ورسات ماہ کی مختصر مدت میں یہی حبد پر مبسوط حاشیہ تحریر فرمادیا یہ حاشیہ بابا  
 قلم سے ۵۰ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں ۳۶۰۳۵ سطریں تھیں اگر کیا دیگر مسائل سے  
 فارغ وقت میں امدادی صفحہ روزانہ قلمبند فرماتے تھے نفوس کو یہ حاشیہ طبع نہ ہو سکا  
 آپ کی دوسری تصنیف فتاویٰ امجدیہ سب جو علمی تحقیقات پر چمک رہی تھیں اب سب  
 جس زمانے میں بالعموم قاعدہ سے ہماری دوستی آپ نے ایک قابل و مرتب ذہن باوجود سب  
 سب جان کشیاء کی تدابیر پر مشتمل تھا اس کی خوبی یہ تھی کہ بچہ بہت جلد دودھ پھینکے پر  
 تادور ہو جاتا آپ کی تحریر کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ مشکل سے مشکل مسئلہ کو فہم نہ کرنے میں  
 بیان فرما دیتے تھے۔

بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ کی دو مشہور فاضل تصنیف سب جسے بجا طور پر  
 فقہ حنفی کا دارۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جاسکتا ہے اس کے کل سترہ جلد تھے برابر  
 طبع ہو کر قبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکے ہیں اس کتاب سے نہ صرف مہتمم مدنی نے  
 لئے بھی سہولت پیدا ہو گئی ہے اس کتاب کی ابتدا نامہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۵۰ء میں  
 ہوئی اور ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء میں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی آپ ابھی زمین تیسے در لکھا ہوا ہے  
 تھے مگر حالات نے اس کی صلت نہ دی چار سال کے عرصے میں یکے بعد دیگر سے کبار  
 عزیز دین مفارقت دستہ گئے جس کا اثر دل و دماغ پر اس قدر چمک رہا تھا کہ بیانی بانی رہی اور  
 تصنیف و تالیف کا کام رک گیا۔

بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے علی حضرت مولانا شاہ محمد بنابر میمنہ سے  
 حرف بحرف لئے اور باہما اسلالت فرمائی اور انہیں تقریباً سترہ سال کی کتب خانہ میں سے  
 بہار شریعت کی انتہائی خصوصیت یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے کیا سب مبرا کے بعد حدیث



مدرسہ کے مدیر کی فہرست بیان کئے گئے ہیں  
تب کے مدرسہ میں سینکڑوں مکی و مدینہ کی علماء شامل ہوتے و راجہ کمال  
دینے چند شایعہ و مذہب کے علماء ہیں۔

مدرسہ غفرانہ ہستانت مولانا جو غفرانہ مدرسہ راجہ راجہ پوری۔

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

ذہبیہ و غیرہ

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت

مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت مولانا غفرانہ ہستانت



## فقیر العصر مولانا یار محمد بن دیانوی قدس سرہ

سنا: بعد فقیر العصر مولانا یار محمد بن دیانوی بن میاں شاہ سوار (قدس سرہ) ۱۲۵۰ھ  
 ۱۰۹۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مریضی کے باعث میاں دیانوی میں قرآن مجید  
 حفظ کیا۔ بعد ازاں ایک مقامی امام کے پاس فائز کی کتاب پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا  
 محمد بہار دہلوی حضرت مولانا محمد تقی خان پیر پور سے ویت و نحو کے علاوہ بعض دینی کتابیں  
 انھیں پیر پور لائیں۔ بعد ازاں مدینہ منورہ میں موضع پنجاب میں جناب جہلم مانتر ہوئے اور انھیں  
 مکتبہ دارانہ میں بیٹھ کر تدریس فرماتا تھا۔ مولانا علامہ احمد مانتظ آبادی کا تلامذہ مدرس  
 ہامد تھا۔ یہ بزرگ مدینہ منورہ میں قیام فرماتے رہے۔ مزید دینی تعلیم  
 و تفسیر کے لئے مدینہ منورہ میں حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر  
 ہوئے۔ ان کی خدمت میں مدینہ منورہ میں در تہذیب و تالیف کی سب سے پہلی مکتبہ و نیاات کی بنیاد  
 پڑی۔ مولانا بہار دہلوی مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں خیر آبادی کی  
 خدمت میں مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔

مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔  
 مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مولانا مدینہ منورہ میں تدریس فرماتے رہے۔

رشتہ علمہ حضرت مولانا مولیٰ محمد حسین - آقا علی احمد - حبیب - سید محمد - سید محمد - سید محمد -  
 خلیفہ فخر حضرت حاجی اندر اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے اس کے دست مبارک پر علمہ سید محمد - سید محمد -  
 میں بیعت ہوئے اور انہوں نے سال تک باہر کتب خانہ میں ماسٹر کے رشتہ دوستی و درس سے اور  
 من اذی سارک کے کہیں . بلاخرہ بابت و خلافت سے شرف ہوئے .  
 استاذ العلماء مولانا بابت افتہ جو پوری کے وصال سے بعد مدینہ منورہ میں مکیس مقرر  
 ہوئے تھے . بعد ازاں الزاباد ، رام پور ، بیوپال اور کوٹک کے مدرسوں میں بیس بیس سال تک  
 تدریس فرما کر انہیں اپنے کے بعد مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور قریباً بیس برس تک شاہنشاہ  
 کی علمی پیاس بجھاتے رہے .

مولانا یار محمد قدس سرہ کو قربت نے غضب کا ماحظ دیا تھا . تمام علوم میں حیرت نیز  
 مہارت رکھتے تھے . خاص طور پر فقہ میں یدِ طولی حاصل تھا . ماسٹر میں آپ کو محض کمال و مکمل  
 تھا . قیام ہند کے دوران مولوی اشرف علی تھانوی سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا  
 ارشاد باری تبارک ہے وعلیہم ادم الاسلام حکمہا میں "میر" سے "میر" ہر طرف ہر طرف  
 اور "کلمہ" سے "کلمہ" ہے . اس کا مضمون تقابلی نہیں ہے . میں تو کلمہ ہے اور علم نصرتی کے  
 مطابق آدم علیہ السلام کے لئے ثابت ہے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت تھا  
 کیونکہ کفر و شرک ہوگا ؟ تھانوی صاحب نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو معرفت سما . ہر طرف  
 کیا کیا تھا ؟ کہستیات کا لفظ ایہ علم کی نہ ہوا . مولانا نے فرمایا میں کے بعد رشتہ دہرتا ہے  
 فقہ عرصہ علی الملک فقال انبئونی باسمہ . مولانا  
 پیر آدم علیہ السلام کو فرمایا انبئہم باسمہ اسمہ میں سے صرحہ پتہ پتا ہے کہ حضرت  
 آدم علیہ السلام کو اسماء اور ستمیات دونوں کا علم عطا کیا گیا تھا مگر صرف اسماء کا . تھانوی صاحب  
 سے کوئی جواب نہ بن چکا تھا

سہ حیات استاذ علامہ ہند تھانوی . ص ۱

شہ علمہ تھانوی مولانا . مذکورہ سالانہ ہفت . ص ۲۶۳

شہ علمہ علی مولانا . ایرنٹ لہ میں ص ۱۰





## سید متھین مولانا سید محمد سلیمان اشرف بہار قدس سرہ

وہ آپ مرفوش کے بہادر، میدان تحقیق و تدقیق کے شہسوار مولانا سید محمد سلیمان اشرف  
بناری ہیں۔ مولانا سید محمد عبداللہ قدس سرہا تقریباً ۱۲۹۵ھ تا ۱۸۷۸ھ میں مولانا میرادو بہادر (مطلع  
سنہ میں مدد سے) تہذیب و سب پڑھنے کے بعد مدرسہ خفیعہ جو تپوہ میں استاذ العلماء مولانا علامہ  
محمد بہجت لدھیانوی تہذیب و سب پڑھنے کے بعد مدرسہ خفیعہ جو تپوہ میں استاذ العلماء مولانا علامہ  
مولانا بہجت لدھیانوی تہذیب و سب پڑھنے کے بعد مدرسہ خفیعہ جو تپوہ میں استاذ العلماء مولانا علامہ

حضرت کے بہادر سے آپ چشتی نظامی فاضل سید سید (آپ کے مرشد کا نام معلوم  
میں تو سکا) جو بدوہ لدھیانوی کے خستہ و اعلا حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بدلیوی رضی اللہ  
عنہ منہ سے جہاں آپ روحانیت و عارفانہ حاصل تھی۔

۱۸۷۸ء تا ۱۹۰۰ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے پروفیسر کے پیر میں مقرر ہوئے  
نہایت قدر فاضل جناب حافظ مولانا بہجت لدھیانوی (میر مولانا بہجت لدھیانوی) کے ایک  
مدرسہ میں تھے وہ فاضل تھے کہ ان کے ایک ایک کلمہ علی گڑھ میں دنیاویات کے ٹیکہ پر کی جاتا  
تھی مولانا بہجت لدھیانوی کے "مفتوحہ میں معجزہ" پر مقدار لکھنے کی فرمائش کی گئی اور مولانا بہجت لدھیانوی  
نے مولانا بہجت لدھیانوی کے تشریف لے جانے پر مولانا نے فرمایا: بھلا اللہ مجھے کتا ہوں  
نہایت میں سے صرف ہندو اور ہندوستان میں کیا کر دیا جائے چنانچہ نماز عشاء کے بعد سے  
میں نے ایک ایک کتاب میں لکھیں کہ اس کی سبب صفحات پر مدلل مضمون قلمبند کر دیا ہے بہت پسند  
میں مولانا بہجت لدھیانوی کے تہذیب و سب پڑھنے کے بعد مدرسہ خفیعہ جو تپوہ میں استاذ العلماء مولانا علامہ  
مولانا بہجت لدھیانوی تہذیب و سب پڑھنے کے بعد مدرسہ خفیعہ جو تپوہ میں استاذ العلماء مولانا علامہ

تھم را کہیں انوب وقار ایک مشتاق حسین در موزا حبیب الرحمن لدنی موجود تھے کسی دور  
ہر کس رہبر مشہور پر آپ کا تقرر کیا گیا ہے آپ نے تاحیات بڑے جاہ و جلال سے سرفراز  
منصبی کو ادا کیا

قدرت ایزدی نے آپ کو حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا خدمت میں بدولت و رفقا  
جس وقت آپ گفتگو فرماتے تو دریا کی روانی کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی  
صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کہتے ہیں :

”جو چہرہ میں سیرت رسول کا بسہ تھا، مرحوم مولانا محمد سیوان شریف کی تقریر چہرہ  
تقی جیسے کیا ایک جم غفیر تھا، مرحوم اپنے غصوں والہ انداز بوشش و دروغی کے ساتھ  
تقریر کر رہے تھے، حاضرین کی ناشائستگی کا سالہ چہرہ کسار مجمع ایک ہی تنفس تو  
اسنے میں دور سے ایک بوڑھا پسندہ قد، معنی شخص جھکا ہوا، انجودہ کو چیرتا  
ہوا بڑھتا نظر آیا، جس شخص کے پاس سے گزرتا ہے وہ خوف و عقیدت  
سے سمٹ کر تعظیم و بیاض دیکھتے دیکھتے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا، مرحوم کو کرسی  
سے لگا کر پیشانی کا بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔ یہ مولانا مبادت ال خاں صاحب  
جبروت جو چہرہ مرحوم کے استاد اور چہرہ میں کس وقت غم و جزبہ چہرہ  
چراغ تھے“

جرات اور سہاکی مولانا کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، پنی راسے کا انہما  
بلے و شرک کر دیتے تھے، کسی کے ہم و فصل یا وجہ است و اقتدار سے مرعوب ہونا تو آپ نے  
سیکھا ہی نہ تھا، خود درازی کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹی کے کسی ایسے جس میں شریعتی ہوتے جس  
میں کسی بڑے آدمی کو بدعنوان کیا گیا ہوتا، اور نہ ہی کسی کے گھر جاتے جب تک اس سے دست نہ  
مرا سکتے ہوئے رہتے

مولانا محمد غوث، حافظ مولانا سیدین لٹل اور مولانا حبیب الرحمن لدنی کے تعلقات ازلی ملذذ رہے جن ۱۹۴۲ء میں  
مولانا نے خود یونیورسٹی پروفیسر گھمائے گرنیہ (آئینہ ادب و جاہ) میں ۱۹۴۱ء میں  
کے



پروفسر شبہ محمد علی کہتے ہیں :

”مجموع میں اپنے استاد کی جبروت و عظمت کا ان کی شفقت میں بھی جبروت

کا رد تھا۔ میں نے مزاح کو مجھک کر یا گول مول باتیں کرنے کی بھی نہ پایا۔“

۱۸۵۰ء تک آزادی میں مردانہ ورہہ لینے کی بنا پر مسلمانوں کو خوفناک حساب کا

سامنا کرنا پڑا۔ کون سا وہ نیک جو انگریزوں نے اہل اسلام کے لئے روانہ رکھی مسلمانوں

کی خدمتوں سے نادمہ تھا۔ اسے موسیٰ ہندوؤں نے پہلے تو مسلمانوں کی اموال اور باغ و بستان

پر ہتھ مارت کیا پھر اس طرف سے ایک گونہ مظہر ہو کر ان کے مذہب پر بار بار حملے

دہاڑے کیا۔ ابن دائرہ کہنے کی قربانی بند کرنے کی تحریک شروع کی اور نکتہ یہ اٹھایا کہ اسلام

میں ہے تو قرآنی فرض نہیں ہے لہذا اگر اس خیال سے کہ لگنے کی قربانی سے ہندوؤں

کی دل آویزی ہوئی ہے اسے ترک کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ اس قسم کے سوالات

معاذ کی خدمت میں پیش کئے گئے بعض حضرات نے ہندوؤں کے فریب میں اگر فتوے

دے دیا کہ لگنے کی قربانی ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مولانا محمد سیامان اشرف

دہلی کے کشین علی خاں نے حضرت مولانا صاحب احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت ہی

کا نام حالہ بنوں نے اس فیصلے کا ڈھٹ کر مقابلہ کیا اور داشکاف الغلو میں اعلان کیا کہ:

”شرعیہ نے جو فقہاء معا فرمایا ہے اس سے نادمہ اٹھانے کا بھی حق حاصل ہے

جس وقت ہندوؤں کو مذہب کی قوت کو متروک کرنا چاہئے ہے پاس خاطر ہندو یا غور

ہندوستان کے حق سے باز رہنا۔ گزیرا نہیں رہے۔“

مجموع میں یہی ہے میں سید یہ کہ نقل ہے کہ ”انفس لکھنے کی قربانی“

سردار دلا اور دلا کو مسلمان رہنے کی قربانی کا ایک خبر میں سیر حاصل رہے ذالی

جو مذہب کے عبادت کا مذہبی ہے کہ میں نے یہ صلاہ کو کچھ ایسا کر دیا کہ یہ

یعنی ہم دین سے بہرہ رکھتے ہیں کہ یہ صفت و تہذیب کے حالات سے بہرہ

رہے۔ یہ سید محمد رضا خان صاحب دہلی کے مولانا صاحب دہلی کے

مولانا صاحب دہلی کے مولانا صاحب دہلی کے مولانا صاحب دہلی کے

میں ہادی کے فیض کو شرف آخر سمجھتے تھے بلکہ اس کی فتاویٰ میں ابن و خذیب سے عجیب سا  
برتنے گئے۔ قیصر یہ نگاہ کہ مسلمان ہوا اپنے دینی شعار کو ترک کر کے ہنود کی خرافات کو بنا لے  
گئے اس دور کا فلسفہ مولانا سید محمد سیاح شرف نے کس دور کو اس سے عیناً ہیہ دین کی محبت  
میں مدخل فرمائیے :

۵ کائنات کی قربانی مسلمانوں سے چھڑائی جاتی ہے، مورتوں کی پیشانیوں پر  
قشقہ جو شعار شرک ہے، کھینچا جاتا ہے، مسابہ ہو کی تفریق وہیں، مندر  
مسلمانوں کا ایک مقدس محل ہے، ہولی شعار کسب و کسب ہے جس میں ہندو کی  
اور وہ بھی خاص ہیں ہنود کے با مقبول جبکہ وہ نشہ شرب میں بہت ہوں جب  
دیکش عبادت ہے، بتوں پر، یوگا یا لاپچڑھانا، پھولوں سے، امیں  
آریستہ کرنا، پھولوں کا تاج انعام کے سروں پر رکھنا، لعل تو حید سے  
یہ سارے مسائل ان مورتوں میں مں نے دھل گئے کہ ہندو دور کی نہ مورتی  
اور ان شرع سے زیادہ ہم نہ تو حید ہے، رسالت نہ مباد، خود مانتہ لم  
خود باندہ ..

اس وقت امت مسلمہ کو ایسے راستوں کی ضرورت تھی جو ہندوئی شہکاروں کے روبرو کھڑے  
نہایت واضح کرتا، در مسلمانوں کو ہندو اور میں مدغم ہونے سے بچاتا، امن نازک، رہنما سے  
اہل سنت نے مہن تشبیہ سے بے نیاز ہو کر حق گوئی کا ذوق کا حق، دگیا درسی، ملانہ  
”بت پرست اور بت شکن کا عہد وہ نہیں ہو سکتا“

یہی وہ توئی نظریہ کا نعرہ تھا جو پہلے مل سے ل سنت کی طریت سے ہندو دور کی خرابی  
کی بنا پر پاکستان معرض ہوا میں آیا، علی حضرت، ہمد رضا دہی بریوی کی مدد، تصنیف  
”الہی التوتذ“ اور مولانا سید محمد سیاح شرف کی تصنیف، عیسیٰ سورہ کا مدد بخنے،  
تخلت ہے نقاب ہندو کرمانے آجاتے گی

مولانا سید محمد سیاح شرف، مگر کہیں ہنود سے کس قدر مسبقیت سے، مرن وال سے

دے جو بول کا اجاسکا ہے جناب ڈاکٹر صاحب مداحمد علی بیان کرتے ہیں کہ :  
 ۱۰ مکتبہ سی گروہ یونیورسٹی کی مسجد میں بعض لوگوں نے گاندھی کو تقریر کے لئے بلایا  
 رسید ہوا مگر انہیں شرف سے بعد میں خود اپنے ہاتھ سے ساری مسجد کو  
 دھوا کر تباہ کیا :۔

مذکورہ ہے ۔ ذلت و بزرگی محض دینی جذبہ اور خوف خدا کے تحت تھی چنانچہ ایک دفعہ فرمایا :  
 دیکھو علی اس طرح بیروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور بیروں نے مذہبی اصول  
 و فتنی مسائل کو نسا گھروں بنا رکھا ہے ! — میں بغیر اصول لینا نہیں چاہتا اور نہ  
 یہ چاہتا ہوں کہ ہر قسم کے مناقشوں کو مرکز بنے لیکن کیا کروں خدا کو تو بعد میں نہ رکھنے  
 کا خوف ہے ۔ اس بنا کے پڑھے لکھے لوگ کیا کہیں گے :۔

مورخانہ مذہب دین کی حفاظت سب سے اہم تھی ، سلطنت کے معمول کی خاطر ہندو سے  
 اتحاد ساز دین کے پس پشت ہونے کو بہترین گراہی قرار دیتے تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے :  
 "لغنت ہے اس سلطنت پر جو دین بچ کر حاصل کی جاسکے" ۔

۱۱۔ زبیب بن ماتہ (۳۹۱ ۵۴۱) میں جمعیت العلماء ہند کا اجلاس بریلی میں ہونے لگا  
 ہندو پنڈتوں کے طرز پر دور اشتہار سامنے آئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان کی جمعیت اس اُن بان  
 سے رہتی نہیں گے کہ ان کی حق گرج سے مخالفین و حق جانیں گے اور کسی کو مجال دم نہ دے گی کیلئے  
 اشتہار کا عنوان تھا "زندگی مستعار کی چند ساعتیں" ، انہیں اجلاس کے قاعدہ بیان کرتے ہوئے کہا گیا تھا :  
 مخالفین تیر موت و درمالات تمہارے ٹلی حاسموں پر اتنا تم بہت کیا جانے گا ؟  
 دورہ "شمارہ نمونہ" "قصاب صافقت کا علاج" "شکار" ہوا اس میں مخالفین پر بڑے رنگ  
 کئے گئے تھے ۔ دورہ اس شمارہ کے غیر منفذاتیہ و ملاحظہ دہی ۔ اس میں لکھا تھا :

مشرین و منافقین پر اتنا مہمت مسائل حائل کا انقطاع فیصلہ خداؤں پہنچانے  
 سلسلہ ابھی میں جمعیت علماء کا مجاہد ہونے و ثابت و سپاہی تھا ہر گز بھی درجہ

۱۲۔ مصلحت و فساد :۔ مقتدر و صاحب دھرم ، مغلوبہ پرہیز ۱۵۰۱ء ص ۱۰  
 ۱۳۔ شام و صبح :۔ پروفیسر ، اجناس گرانما ، ص ۳  
 ۱۴۔ مذہب و دنیا :۔ مونس ، حیات و انوار ، ص ۱۰

بھاگ نکلا۔ خداوند جبار و قہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔

۱۰ رجب ۱۲۴۰ھ تا ۱۲۴۱ھ ۱۹۳۱ء کو صدر شعبہ علمی جماعت رضائے مصطفیٰ برقی مدظلہ العالی نے ستر سوالات پر مشتمل امتحان مناظرہ بنامہ اتمام حجتہ شائع کر کے جمعہ علماء کے باخبر کو بھیج دیا لیکن بار بار تقاضوں کے باوجود علماء میں جمعیت مناظرہ کے لئے تیار نہ ہونے پر بینہ بالک دعاوی کو صاف نظر انداز کر گئے۔

۱۳ رجب کو مولانا سید سلیمان اشرف بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے انفرادی طور پر بعض مسائل کی دعوت دی، اس کا جواب مولانا ابوالکلام آزاد نے دیا لیکن مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کرنے کی جگہ غیر متعلقہ مسائل کا ذکر نہ چھیڑ دیا اور کسی طرح نزاعی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آخر ۱۳ رجب کو شام کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف، حمید الاسلام مولانا رضا بریلوی، صدر اشرفیہ مولانا عبد علی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، ملک عبد مولانا نظیر الدین بہاری، مولانا محمد حسین رضا ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ اور مولانا ربان الحق وغیرہم حضرات شائع و شوکت کے ساتھ جمعیت العلماء کے ہنڈال میں تشریف لے گئے صدر شعبہ مولوی ابوالکلام آزاد نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے منظرین کو خطاب کا وقت نہ دیا۔ مگر تاہم اس طرح ستر سوالات کے جواب سے پہلو ہٹ کر ناچا جیتے تھے البتہ مولانا سید سلیمان اشرف کو ۵۳ منٹ کا وقت دیا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے نام امباس برقی میں شرکت کا دعوت نامہ جاپا کا تھا۔

مولانا سید سلیمان اشرف نے خطاب فرمایا اور علما اہل سنت کا موقف بڑی خوبی سے واضح کیا اس تقریر کو پڑھ کر مولانا کی حق گوئی، صداقت رائے اور چہا چہانے والی شخصیت کا گہرا احساس دل پر نقش ہو جاتا ہے، یہ تقریر روداد مناظرہ میں جماعت رضائے مصطفیٰ برقی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، اس تقریر کے کچھ تقابلات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، مولانا نے نابالائق اور مبالغہ آمیز بیان کرتے ہوئے فرمایا :

لے، کہیں جماعت رضائے مصطفیٰ برقی : دو اصحیحہ (مجموعہ برقی) میں ہے

روداد مناظرہ، ص ۴۰۲

عہدہ : بینہ :







مولانا ابوالکلام آزاد ان الزامات پر ناشکوش رہے۔ پھر مولانا کیسی بیان اشرف نے مولانا  
عبدالاحد بدایونی کے کہنے پر ہاتھ نہ کھڑا کیا :

”کہو یا زعماری بھی کہہ دیں، تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکور بنا کر  
بجلیا ہے، یہ کفر ہے۔“

اس پر مولانا بدایونی ناشکوش رہے، تقریر ختم ہوئے پر مولانا حامد رضا بریلوی نے فرمایا :  
”ہمیں خلاف آپ حضرت کی ان خلاف شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے  
جن میں سے کچھ بریلوی سیلیڈیاں اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق  
بیعت (دعائے مصطفیٰ) کے ستر سوال بنام ”اتحاد مجتہد تہامہ“ آپ کرہیفے ہوئے  
ہیں ان کے جواب دیجئے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ  
شائع کر دیں گے اور ان سے عہدہ برائے ہو لیں گے ہم آپ سے عہدہ ہیں اور اس  
کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ  
کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔“

یہ ہے خلاصہ گفتگو جس میں علامتہ اہل سنت کو نمایاں کامیابی ہوئی صدر افاضل مولانا  
محمد نعیم الدین مراد آبادی نے علی حضرت امام احمد رضا بریلوی کے نام ایک مکتوب میں اپنے تاثرات  
کا اظہار کرتے ہوئے لکھا :

”روایتی کے وقت بریلی کے انجمن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہہ کر  
ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا، وہ یہ کہتے جاتے  
تھے کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں حقیقت میں سب درست ہیں، ایسی باتیں  
کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس حدت گرفت کا موقع ملے۔“  
میں اپنی س مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی میرا



سروے سیرن طرف سے جب کے باقہ رہا . حضرت کے غلاموں کی جہت قابل

طریقہ ہے

مردانِ سیدان شرف نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں جن میں بیان و برہان کا مذہب پوری طرح  
سورہ کر ہے۔ آپ نے جب انور و ارشاد ایسی کتابیں لکھ کر مہند و نواز گانگڑی میڈروں کا شرعی  
مشرک سے ماسک کیا تو مخالفین کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ کے خلاف  
پردہ پھیلتا گیا کہ میں آپ کو وہ بتا رہے ہوں کہ اس وطن کو شیعہ کی پرواہ نہ کیے بغیر ملازمہ الحق کا فریضہ  
دہ کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت مولانا محمود حسن خواص بھی اس مناسطے میں واقع ہو گئے کہ عام طور پر کانگریس  
و جمہوریت کے مہذب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی سرفہریدہ درست ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا  
ہے اس سچائی کی روک پھینچنے لگا کہ اس افراطی سوسائٹی کے دور میں علماء اہل سنت نے جو کچھ کہا تھا وہی  
حقیقت تھا۔ پروفیسر رشید محمد صدیقی لکھتے ہیں :

سیلاب گزر گیا جو کچھ جوئے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم (مولانا سلیمان شرن) نے سید سرسنگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی۔ اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔ آج تک اس کی بیوائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے سید باب کی زندگی آپسے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔

[illegible]

۲۰۰۰

نہایت پرستش و تعظیم کے ساتھ

۱۰ مر

مولانا ابوبکر کا ایک بڑا بڑا اقبال کو بھی سمجھایا تھا۔ اتفاقاً کچھ دن بعد قبیلہ کی طرف

گئے تو دورانِ ملاقات اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور کہا:

”مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جس میں

کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا۔“

مولانا کا اہل سنت پر یہ احسان بھی کچھ کم نہیں ہے کہ آپ نے مجاہد جلیل مولانا صدر

ذہن نشین خیر آبادی کی لاجواب تصنیف انتساع الفیض پہلی و قد مشائع کر کے سے ملی دنیا میں

مستعارت کرایا ہے۔

مولانا سلیمان اشرف نعتِ صدی سے زیادہ عمدہ تک سلم لٹریچر کی ملی گزمو

میں فرائضِ تہذیبیں انجام دیتے رہے۔ آپ سے ہزار افراد نے استفادہ کیا، چنانچہ متاثرینہ

کے نام یہ ہیں:

۱۔ سلیمان اشرف مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری بانی المکتبۃ الاسلامیہ، کراچی

۲۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی مولفہ گنجنامہ، علی گڑھ

۳۔ ڈاکٹر عابد علی، مستم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ۱۹۵۴ء (اپریل ۱۹۵۴ء)

۴۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، لاہور

۵۔ ربیع الاول، ۱۳۵۵ھ (۲۵ اپریل ۱۹۳۶ء) میں مولانا سید محمد حسین اشرف

قدس سرہ کا وصال ہوا اور ملی گڑھ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

۱۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر: گنجنامہ، ص ۳

۲۔ محمد عتیق، ضیاء القادری، مولانا، اکل التاریخ، ص ۴

۳۔ عبد القادر، کس ہاشمی، مرقوم تاریخی، ص ۴۰

نوٹ: ۱۔ تذکرہ ملائے جہنت میں لکھا ہے کہ مضاف الملک ۱۳۵۵ھ میں پکا ہوا، جو جوئے جہنم ہے۔



## مقدمہ اور اس کے متعلقات

ڈاکٹر اظہر عباس رضوی جب "سوئٹرز دہلی" تالیف کر رہے تھے تو اس کی ترتیب کے سلسلے میں سرکاری مواد بھی مہیا کر رہے تھے۔ اسی ضمن میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے مقدمہ کی سہل بھی میسر گئی۔ جو صرف سے میرے دورِ یہ تعلقات ہیں۔ وہ غالباً ۱۹۴۳ء میں تھا۔ انا جب گجرات میں اپنے موضوع کی تحقیق کے سلسلے میں پہنچے تھے اور میں دہلی کا کام کرتا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں لندن لائبریری سلم یونیورسٹی میں بحیثیت اورینٹل اسٹنڈسٹ میرا تقرر ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد رضوی صاحب بھی شعبہ تاریخ میں لیکچرار ہو کر آ گئے۔ پھر تو مسلسل ملاقاتیں ہونے لگیں۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ یوپی سرکار میں اچھے عہدے پر چلے گئے۔ اسی دور میں سوئٹرز دہلی کی تالیف کی۔ اب اسٹریٹیا کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اور وہیں کے باشندے ہو گئے ہیں۔ مگر تقریباً ہر سال علی گڑھ آتے ہیں۔

میری استدعا پر جو صرف نے اس سہل کی دو کاپیاں ڈائپ کر کے مجھے دیں بھر مری استدعا پر اس کا اردو ترجمہ بھی کر کے دیا۔

اس سہل میں سے کچھ کاغذات سرکاری طور پر نکال لئے گئے ہیں۔

علامہ کو ۲۸ جنوری ۱۸۵۹ء کو گرفتار کیا گیا۔ اور کلکتہ میں مقدمہ چلایا گیا۔ گنڈاری سے تین ہفتے کے اندر کیپٹن ایف۔ اے۔ وی ٹھکر برن کی عدالت میں ۲۸ فروری ۱۸۵۹ء کو مقدمہ شروع ہوا۔ استغاثہ اور مدافعی کے پانچ پانچ تو اہوں کے بیانات کے بعد ۲۸ فروری ۱۸۵۹ء کو کپتان ٹھکر برن نے فردِ جرم مرتب کر کے مقدمہ جرنل کیشن اور دھکی عدالت میں منتقل کر دیا۔ جرنل کیشن سٹر جارج کیسل اور یسجر بادو قائم مقام کیشن خیر آباد ڈویژن کی سٹرک عدالت سے ۳۰ مارچ ۱۸۵۹ء کو قتل پر انکسٹ اور بغاوت کے الزام میں بطور شاہی قیدی عین حیات جس بے جورد و بے شور اور تمام جائداد کی ضبطی کی سزا سنائی گئی۔

مقدمہ فروری نمبر ۲ (۱۱) ۱۵۵۸ء خیر آباد ڈویژن۔

سیکس۔ بام نفل جی۔

مر۔ جنادت۔

سن۔ فرقیہ زوت ۲-۸-۶۱۰ فصلی کل جائداد۔

۱۔ سر تقاسم کا نیم سرکاری خط مورخہ ۹ فروری۔

۲۔ کمپنیشن تقریرن کے ریکارڈ کی شہادت

۳۔ مقدمہ فروری کمپنیشن تقریرن کی عدالت میں چلا۔

۴۔ چارج شیٹ۔

۵۔ کلینڈ۔

۶۔ جبار کا ترجمہ۔ مورخہ ۹ جون ۱۵۵۸ء

۸۔ خط ذوق کشنریلی شیٹ نمبر ۱۱ (۱۱) مورخہ ۲ مارچ۔

۹۔ فارسی کے خیال کے اقتباسات۔

۱۰۔ نقل خط ذوق کشنریلی ایس۔ ایس نمبر ۲ مورخہ ۲ مارچ ۱۵۵۹ء بنام کشنریلی۔

۱۱۔ کشنریلی کا خط نمبر ۳۵ (۱۱) مورخہ ۲۶ فروری ۱۵۵۸ء (جس کے ساتھ ایک نوٹ

برہنہ کی لکھی گئی ہے جس پر جی مکتوب ہے منسلک ہے)

۱۲۔ در مختلف لوگوں کے DEPOSITION بزبان فارسی۔

۱۳۔ جوڈیشل کشنریلی کے شہادت نوٹ۔

۱۴۔ چارج شیٹ۔

۱۵۔ ایکس بوڈ ایکٹ نمبر ۳۲ مورخہ ۲ مارچ ۱۵۵۸ء بنام ایس۔

۱۶۔ ایکٹ نمبر ۱۳۔

- ۱۸۔ مولوی فضل حق کی جانب سے عرضداشت (Petition) بزبان فارسی۔
- ۱۹۔ خط از طرف کشر خیر آباد نمبر ۵۳ مورخہ ۳۰ جولائی۔
- ۲۰۔ خط بنام سلطان علی کشر نمبر ۲۸ مورخہ ۳ اگست ۱۸۵۷ء
- ۲۱۔ خط از طرف سلطان علی کشر نمبر ۱۹ مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۵۷ء
- ۲۲۔ نقل ایک بی ایگنٹ کے رویکار ایف راجہ تانہ کی مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۵۷ء۔
- ۲۳۔ مشرولیم کاسیو۔
- ۲۴۔ خط بنام بیگنٹ گورنمنٹ جنرل راجہ تانہ نمبر ۵۱ مورخہ ۱۶ از طرف سیرنڈنٹ پورٹ سلیم (۱۲۵ اور ۱۲۶)
- ۲۵۔ ARYDAK (گم ہے لیکن ہے الگ کر دیا گیا نمبر ۸ مورخہ ۲۱ جولائی ۱۸۵۷ء)
- سب سوائے نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ کے الگ کر دیئے گئے۔
- ۲۶۔ وارنٹ۔
- ۲۷۔ فارسی کی سلسل پر نشانی لگائی ہوئی۔

{ ۲۸  
۲۹ }

۳۰۔ ڈسٹرکٹ جج کے کاغذ نمبر ۲۵۸۵ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۸۵۷ء

۳۱۔ جوڈیشل کشر کے کاغذ نمبر آر ۷۱ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء

یہ مقدمہ فوجداری نمبر ۱۲ (۱۱) کیپٹن ایف۔ بی۔ ہیڈمرن کی عدالت میں ۲۱ مئی ۱۸۵۹ء کو سماعت میں شروع ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے پانچ گواہ پیش ہوئے۔ (۱) عبدالحکیم کشر اسسٹنٹ دریا بادر (۲) تجمل حسین (۳) فضل حسین (۴) رام دیال (۵) ارتضیٰ حسین۔ ان گواہوں نے اپنے بیانات میں مولانا فضل حق کو بوندی میں گواہان باغی کا شہر کی بغاوت میں شریک کار اور عبدالحکیم و مرتضیٰ حسین کے قتل کے لئے فتویٰ دینے

کہ ہر کج ثابت کرنے کی کوشش کی۔

استغاثہ کے گواہوں کے بعد مولانا فضل حق کا بیان ہوا :-

بیان مدعا علیہ

میں اور کے راجہ کی ملازمت میں تھا۔ میں ان کے ساتھ ۵ سال رہا اور وفات کے نزدیک جوسے پر بھی ان کے ساتھ تھا۔ راجہ جتے سنگھ کی موت کے ایک ماہ بعد تک میں اور میں رہا۔ اگست ۱۹۵۷ء میں، میں نے اور چھوڑ دیا۔ میں نے دہلی کیسے گویا کیا وہاں ۵ دن رہا اور پھر اور لوٹ آیا۔ میں نے اپنا خاندان اور ہی میں رہنے دیا تھا۔ اور ستمبر ۱۹۵۷ء میں خیر آباد کے لئے چل پڑا۔ میں اپنے گھر رہا تھا۔ اور میں نے کسی کی ملازمت نہیں کی۔ نہ ہی میں باغیوں سے ملتا تھا۔ میرے گواہان میرے تھے حسین، محمد حسین اور احمد علی خاں ہیں۔ جی کش، قادر بخش، امام علی، آل محمد اور محمد خاں میرے رہنے سہنے کی شہادت دے سکتے ہیں۔ میں نے خیر آباد اس لئے چھوڑا کہوں کہ سب ہی لوگ بیگم کے ساتھ بھاگ گئے تھے۔ میں خیر آباد سے پہلے کے بعد کچھ وقفہ کے لئے کھیری۔ ہر گاول، تانبول اور چورپور میں بھی ٹھہرا تھا۔ میں کچھ دن دور یہ میں بھی رہا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو میں کرنل کلارک سے سبھا کے مقام پر ملا۔ اس سے پہلے میں بریگیڈیئر روپ سے مل چکا تھا۔ بریگیڈیئر روپ ہی نے مجھے کرنل کے پاس بھیجا تھا۔ کرنل کلارک نے ایک رو بکا دکھی اور حکم دیا کہ اسے ڈبی کشن ضلع کی تحویل میں دے دیا جائے۔ میں ۳۰ دسمبر کو ڈبی کشن کے سامنے پہنچا پھر اپنے مکان پر رہا۔ ۳۰ جنوری ۱۹۵۸ء کو ڈبی کشن نے مجھے بلایا اور لکھنؤ بھیج دیا۔ فضل حق ایک دوسرے شخص کا نام ہے۔ اس کے بدلے میں مجھے گرفتار کیا گیا ہے۔ وہ آج کل فیروز شاہ کے ساتھ ہے۔ وہ انوکھ کا تحصیلدار تھا۔ اور خان بہادر خاں اور بیگم کی ملازمت میں تھا۔ وہ سید ہے اور شاہجہاں پور کا رہنے والا ہے۔

یہ بیان کے بعد ۵ گواہان منجائی قادر بخش، جی کش، علی محمد خاں، محمد خاں اور احمد علی خاں کے بیانات موسے جن میں قیام خیر آباد اور باغیوں سے بے تعلقی پر

زور دیا گیا تھا۔ اور مولانا پر قائم رکھے گئے الزامات کو دوسرے نفعی شاہیاں پوری سے منتقل کیا گیا تھا۔

کیپٹن ایف۔ ایس۔ وی مقررین نے استغاثہ، ملزم اور گواہان متعلقہ کے بیانات کے بعد ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو حسب ذیل فرد جرم مرتب کر کے مقدمہ جوڈیشل کمشنر اردوہ کی عدالت منتقل کر دیا۔

### فرد جرم بغاوت

نکتہ ۱: ملزم نے ہندی میں ماہ مئی ۱۹۴۷ء میں باغی گروہوں کی کونسل میں حصہ لیا۔ اس طرح باغیوں کا فوجی سردار رہا اور بغاوت پر لوگوں کو آمادہ کرنا رہا۔

نکتہ ۲: ہندی میں ماہ مئی ۱۹۴۷ء میں جب کہ گروہوں کے شیر کی حیثیت سے کام کیا تو سازش قتل کی جبرائیکیم جو سرکاری ملازم تھا اس کے قتل کا شورہ دیا۔

حجت و ضابطہ: ایک سرکاری ملازم عبدالکیم کو مئی ۱۹۴۷ء میں باغیوں سے گرفتار کر کے بیگم اور گروہوں کے پاس بھیجا جو ان دونوں قتلہ ہندی اور اس کے گرد و نواح میں پڑاؤ ڈالنے ہوئے تھے۔ عبدالکیم کے ساتھ ہی ایک اور شخص مرتضیٰ حسین بھی گرفتار ہوا تھا جو اگرچہ سرکاری ملازم تو نہیں تھا لیکن انگریزوں کا وفادار تھا۔ اس نے باغیوں میں بغاوت تھا جب یہ دونوں گروہوں کے سامنے پیش ہوئے تو ملزم نے جو وہاں موجود تھا قرآن کی تلاوتیں پڑھیں۔ اور یہ رائے ظاہر کی کہ یہ دونوں موت کے ستمی ہیں۔ شہادت سے ثابت ہے کہ ملزم کا گروہ غالباً درست اثر تھا۔ ملزم اس کا مشیر اور باغی فوج میں گرامر فٹ تھا۔ اس نے اپنے اثر و رسوخ کو عبدالکیم اور مرتضیٰ حسین کے خلاف استعمال کیا۔ تاکہ یہ دونوں قید سے رہائی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ ممکن نہ تھا۔ اگر گروہوں سے ملزم کو مولوی احمد اشر شاہ کی جائداد ضبط کرنے کو نہ بھیجا ہوتا۔

لکھنؤ



بعد ازاں کھنڈ مورخہ ۱۲۰۱ء مارچ ۱۹۵۹ء

برجہاس ہسٹری جی کبیس جیڈیش کشن آف اودھ دیو پور سے ایم اے فائنل  
کشن آف خیر آباد ڈویژن۔

مروہی فضل حق پر مسند درجہ ذیل الزامات عائد کئے گئے۔

بغاوت اور قتل کی سازش

نکتہ ۱۔ ۱۹۵۴ء اور ۱۹۵۵ء میں باغی سرکار کی حیثیت میں دہلی، اودھ اور دوسری  
جگہوں پر بغاوت اور قتل میں مدد دی۔

نکتہ ۲۔ برہمنی میں ماہ مئی ۱۹۵۵ء میں باغی سردار موہاں کے شیر فام کی حیثیت  
سے نمایاں کام انجام دیا۔

نکتہ ۳۔ برہمنی میں ماہ مئی ۱۹۵۵ء میں ملازم عبدالکلیم سرکار انگلیش کے خلاف سازش  
کی قیدی نے خود کو مجرم نہیں مانا۔ مقدمہ کی کارروائی ہوئی۔

عدالت نے قیدی کو مندرجہ ذیل وجوہ پر مجرم قرار دیا  
۱۔ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء میں بغاوت کی سازش کی۔ اور ایسے اصولوں کی اشاعت کی  
جس سے قتل کے امکانات پیدا ہوئے۔

۲۔ برہمنی میں ۱۹۵۵ء میں باغیوں کی کونسل میں خاص کام انجام دیئے۔ خاص طور پر  
باغی سردار موہاں کے شیر فام کی حیثیت سے اس نے ایسے اصولوں کی اشاعت کی  
جس سے قتل کے امکانات پیدا ہوئے۔

۳۔ مارچ کو مجرم کو عمر قید عبور دیا گئے شہید کی قیدی سرکار انگلیش اور  
ضلعی جج داد کی سزا دی گئی۔ کھنڈ ۳ مارچ ۱۹۵۹ء

## تشریح

سر شخص (فضل حق) کے مقدمہ کو دھوئی میں تقسیم کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ  
شخص ۱۹۵۵ء میں باغی سردار کے شیر فام کی حیثیت سے مانا جاتا تھا۔ دہلی میں اس کے

حلفات تھے۔ دہلی کے گھنٹے کے خط کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تقریباً دہلی روڈ پر  
بھی رکھا تھا۔ اس مقدمے کا جہاں تک دہلی سے تعلق ہے وہ ثابت نہیں کیا جاسکا کیونکہ گواہ  
نہیں پیش کی جاسکیں۔ اور جرم کو اس بات کا موقع نہیں ملا کہ وہ الزامات کو قبول کر سکے یا انہیں  
جھٹل سکے۔ مگر چونکہ اس شخص کے خلاف اودھ کے الزامات ثابت کئے جا چکے ہیں۔ اس نے اس  
کارروائی میں بھی کم و بیش اسی قسم کا اخذ کیا جاسکتا ہے۔

مندرجہ ذیل الزامات اس مزم پر عائد کئے گئے :-

(۱) پوری بنوادت کے دوران اس شخص نے عام طور پر لوگوں کو اکسایا اور

(۲) خاص طور پر اودھ میں شہر میں لوگوں کو بنوادت پر آمادہ کیا۔

پہلے کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عدالت کے لئے مزم کو قتل کے لئے اکسانے کے الزام پر  
سرادینا منکن نہ ہوگا کیونکہ جن لوگوں کے لئے یہ کہا جاتا تھا کہ مزم نے انہیں قتل کرانے کی  
کوشش کی۔ وہ واقعہ قتل نہیں کئے گئے۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح نہ ہوئی تھی۔ مزم نے  
انہیں کچھ شرائط پر چھوڑ دیا جو مگر پھر بھی عدالت کا یہ خیال ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو  
پہنچ چکی ہے کہ مزم نے اس موقع پر بالکل صریحاً اور اپنی سرکاری حیثیت میں کچھ ایسے اصول  
کی اشاعت کی جن سے لوگ قتل کے لئے آمادہ ہوئے۔ اس نے قرآن سے اقتباسات پیش  
کئے۔ اور یہ کہا کہ جو لوگ سرکار انگلشیہ کی ملازمت میں رہ چکے ہوں۔ وہ محمد ہیں۔ اور یہ کہ  
اسلامی قانون کے اعتبار سے ان کی مراثی مسمیہ ہے۔ اور اس نے یہاں تک کہا کہ اگر  
باغی سردار نے یہ مراثی سرکار انگلشیہ کے نوکروں کو نہ دی تو وہ خود خدا کی نگاہ میں گنہگار  
ہوگا۔

عدالت نے شبہ کی بنا پر مزم کو اس الزام سے بری کیا کہ مزم نے مراثی موت کے  
بیسے سرکار انگلشیہ کی نوکری چھوڑنے کو کہا ہو لیکن یہ بات بالکل حقائق اور واضح ہے کہ  
مزم نے جن اصولوں کی اشاعت کی تھی ان سے ایسے غوی مناظر دیکھنے میں آئے جو بنوادت  
کے جزو خاص تھے اور تمام گواہوں کے بیانات سے عدالت یہ سمجھتی ہے کہ مزم ایک سیر  
اور بنوادت کو اکسانے والا شخص تھا اس نے اپنا یہ رویہ دہلی میں بھی رکھا۔ اور یقیناً وہ دوم

اس میں حرم کا ترکیب تھا۔ اس نے ایک بار اس بات کی بھی کوشش کی کہ وہ یہ بات ثابت کر سکے کہ وہ نفس حق ہیں۔ جو کہ ادھک بنادت میں غسک رہے تھے مگر یہ بات بالکل صاف نہیں کہ ایک فیصلہ بریلی تھا جو کہ بعد کو باغیوں کے ساتھ ایک جھگڑے کا لیڈر تھا جب کہ مردم بالکل مختلف شخص ہے۔ یہ شخص کبھی جھگڑے کے ساتھ نہیں رہا۔ اور کبھی اس سے تدارقہ نہیں لی۔ یہ شخص باقی سردار کے دربار میں تھا اور باغیوں کی عدالت عالیہ کا سب سے زیادہ با اثر سردار تھا۔ یہ بات شتبہ ہے کہ آیا یہ عدالت واقعی کوئی حیثیت رکھتی تھی۔ اور آیا اس میں عدالت میں کوئی مستقل مقام رکھتا تھا۔ لیکن یہ بات بالکل ثابت ہو چکی ہے کہ کھڑک بیگم اور باغی سردار کو مشورہ دیتے رہتے تھے اور باغیوں کے کیمپ میں انھیں ابو سوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس مجلس کو کبھی کبھی انگریزی نام کچری پارلیمنٹ بھی کہا گیا ہے۔ اسی مجلس کا لازم ایک سرگرم اور سربراہ لیڈر تھا۔

براہ راست شہادت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طرم کو موخاں کا اعتماد حاصل تھا اور یہ کہ طرم سے براہ راست موخاں مشورہ لیا کرتا تھا اور اس موقع پر طرم نے ایسے صورتوں کی اشاعت کی جن سے قتل کے امکانات ہو سکتے تھے۔

فیدی ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بہت عقلمند شخص ہے جس نے طاقت اور مشورہ ہونے کی ہوس میں بلبے انتہا شدید باتوں سے اثر انداز ہو کر باغیوں کی مجلس میں اپنی اس قدر اثر انداز جگہ بنالی تھی۔ وہ ایک بہت خطرناک ہستی ہے۔

وہ کسی بھی وقت لمحہ و نقصانات پہنچا سکتے گا اہل ہے۔ وہ ایک ایسا انسان ہے جس کا سر دستان سے ہٹا دیا جانا انصاف اور امن کے لئے ضروری ہے۔ وہ ادھک کاٹنے والے مگر ایک بے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو سب کچھ کے لئے سرکار انگلیشیہ کے مروجہ است رہے ہیں۔ درودہ بذات خود سرکار انگلیشیہ میں ایک اچھی حیثیت رکھتا تھا مگر اس نے بہت دور سے سرکار انگلیشیہ کی نوکری چھوڑ دی تھی۔ اور بالذات جگہوں پر ادھک اور اور لوگوں کی ریاستوں پر مود رہا ہے۔ وہ ہمیشہ ایک مشہور انسان رہا ہے اور جن گمراہوں نے اسے ملحد بھی نہیں تھا۔ انھوں نے بھی مودی فصل حق کے متعلق یہ ہے سے بہت کچھ سیکھا

تھا۔ وہ خود سے دہلی آیا۔ اور اس نے تب ہی سے بغاوت میں حصہ لینا شروع کیا ہے۔  
وہ ایک ایسا انسان ہے جسے بہت سخت سزا دینا چاہئے۔ اور جسے بہت قیامت مند  
تک کر دینا چاہئے لیکن اس کی ضعیف عمر اس کو زندگی میں پوزیشن اور اس کے اودھ  
کے باشندے اور کئی برس تک مختلف ایسی ریاستوں میں کام کرنے کو نہ ترکھے ہوئے  
ہے۔ یہ مناسب سمجھا ہے کہ وہ ایک سرکاری قیدی تصور کیا جائے کہ ایک عمومی مجرم۔

وارنٹ نمبر ۱۴ - ڈپٹی کمشنر کھنؤ۔

فضل حق ولد فضل امام کو مجرم گردانا گیا۔ بوجہ اس کے بغاوت کے۔ اور بوجہ  
اشاعت ایسے اصولوں کے جن سے قتل کے حالات پیدا ہو سکتے تھے اور بوجہ باغیوں  
کی کونسل میں حصہ لینے کے اسے عرقید بعبور دریا کے شور و غیر مشقت کی سزا دی گئی بلکہ  
یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا سزا کو فضل حق ولد فضل امام پر عمل میں لایا جائے۔ اور یہ کہ تم  
وارنٹ کو جب کہ اس پر عمل درآمد ہو چکے تو اسے اپنے سرکاری ہر اور دھنوں کے تحت یہ  
بتلاتے ہوئے کہ مندرجہ بالا سزا اس طرح عمل میں لائی گئی واپس کر دو۔

۱۵۳ - ۱۵۶۱

از طرف کرنل جے کھارک کمشنر پرنسٹنٹ خیر آباد ڈویژن۔

بنام جی کمپل اسکوائر جوڈیشل کمشنر اودھ۔

بیتا پور - ۳۰ جولائی ۱۵۶۱

جناب عالی!

مجھے آپ کے حضور میں مندرجہ ذیل کاغذات پیش کرتے ہوئے غور فرموس ہوتا ہے۔ یہ  
زبان ہندوستان کمشنر کھنؤ کی پریذیڈنٹ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۵۶۱ء سے منسلک کاغذات  
کیونکہ فضل حق کے مقدمے کا تبادلہ کھنؤ کر دیا گیا تھا (جنوری ۱۵۵۹ء میں) اس کا مقدمہ  
کیس تقریر کے بعد جس میں بیش سواتقا جو میرا خیال ہے آپ کا specime  
آپ کا فرمان بردار خدمت

کمشنر پرنسٹنٹ خیر آباد ڈویژن۔

۱۰۰  
نمبر ۳۰۰ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

میں نے یہ سب کچھ سنا ہے کہ جو کہ فضل حق سے مقدس ہے  
میں نے اس کے بارے میں کئی شے سنی ہیں مگر یہ  
میں نے خود قلم حقیقت کی سرمدی لکھی۔ میں آپ کے حضور میں قیام آباد کے کئی  
دوسرے مندوبوں کو کہہ گا کہ اس سلسلہ مقدمہ اپیش کر رہا ہوں اور اس دعا کرتا ہوں  
کہ اس وقت کو حیف کشن کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ ان پر احکام دے سکے جو وہ  
تشریف لورہا سب سمجھتے ہوں۔

میں ہوں آپ کا فضل جوڈیشل کشن۔

دو حوالہ:-

{ ڈاکٹ نمبر ۳۰۰ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء سکرٹری کی دفتر کاغذ  
نمبری ۵۱ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء سے پہلے پر بھیجی گئی میرٹس نمبری ۶۵ مورخہ  
۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

نمبر ۱۹۵ - از طرف سکرٹری چیف کشن اور دھ

بنام جی ایمین اسکاٹر جوڈیشل کشن اور دھ۔

لکھنؤ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

جناب عالی!

کو الہ آپ کے خط نمبری ۳۸۰ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں عرض  
کردوں کہ میں نے اس چیف کشن نے آپ کے اوپر حوالہ دیئے ہوئے مسئلہ کو دیکھا  
درودِ نعتِ خالصت کریں گے۔ اگر منشی فضل حق کے سلسلے میں کچھ بھی رعایت کی گئی  
۲ جو در ناؤ رکازات آپ کے مراسلے کے ساتھ منسلک تھے وہ واپس کے جا رہے ہیں۔

میں ہوں آپ کا فرماں بردار خادم

سکرٹری چیف کشن اور دھ۔

گردنت کے حکم مورخہ ۱۰ پر میں مشنلہ سے انکس :

فصل حق کے سب سے میں ..... کی .....  
 قیدی کی شفقت اور مرگہ مدح رکھتے ہوئے کوئی حق میں اس وقت کی عادت  
 جو اس کی عمر کے خلاف ہو۔ اس اعتبار سے جو ذہن کسر دودھ

مذہب جو ذہن قیدی واسطے عربی سنی نفس حق ۱۰۶ .....  
 پورے طریقہ پر راکو برکو مذہب سنسکر ..... براہمنہ وصول کیا گیا۔

### دستخط پرنسٹنڈنٹ پورٹ میر۔

پوری سہل پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ علامہ خیراؤ کی کوہی .....  
 سرگرمیوں کی بنا پر پچاسا گیا تھا اور نفس حق شاہجیال پوری کے الزامات بہائی کی وجہ سے  
 کجگرم اگر دانا گیا تھا سو اتفاق سے عبدالمکیم سرکاری مزارم ورتنی حسین تیرہ .....  
 جو دونوں شہری تھے علامہ سے کسی وقت قرآنی آیات پر بحث ہو گیا تھا۔ ان کی گفتگو میں دونوں  
 پر عدالت سے نزا کا فیصلہ کر دیا۔ برطانوی حکومت کی یہ پالیسی آخر عبدالمکیم ہی .....  
 کے سرکاری شاگرد قانونی گرفت میں لانے کے لیے یہی دُورِ پیم کیلئے مہینے جس کی ضرورت  
 نکالیں دی جاسکتی ہیں۔

اس سبب بحث کے متعلق علامہ الشورۃ الہندیہ میں لکھتے ہیں :-

میری چٹلی ایسے دو مرتبہ جھگڑاواؤں دستہ خواہانہ نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی حکم  
 آیت میں مجاہد کرتے تھے جس کا حکم یہ تھا کہ نصاریٰ کا دست بھی نعلی ہے۔ وہ  
 دونوں نصاریٰ کی سوڈت و محبت پر مصر تھے انھوں نے مرتد ہو کر کفر کو پہنچا دیا۔

اس مقدمہ میں علامہ کو موخاں کا شیر اور بونڈی کے قیام میں میں نے زبردستی جو نامات  
 کرنے کی کوشش کی گئی ہے جب کہ موخاں کے متعلق علامہ الشورۃ الہندیہ میں یہ جہاد رائے  
 کر رہے ہیں :-

یہ قیام اور عمر اور ان کا اہتمام و انعام ایسے ذہین، غافل اور حق پرستی کو سونپا گیا تھا جو

لے علامہ الکیم شہری و تہنی حسین ۔ لکھ موخاں ۔

کسی ۱۱ء اس کا اہل نہ تھا۔ وہ صحیح مشورہوں سے گریزاں اور جمل سے بیکار تھا۔ آسان  
تا کو سخت و ستوار کو آسان سمجھا وہ ذیل حق اور بڑی حقہ اس کے ملک اور شاد و شہر کی است اور  
سادہ کیے حق قابل اور ذیل طبقہ کو جن کھاتا تھا وہ غرت خود کہ بنابر شریعت مرداروں اور عقلمند  
رہناؤں سے بچتا اور اپنے ہی اہل خاندان اور غریبوں سے جاہلوں اور احمقوں کو مصاحبے  
ہا کہ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے جو کہہ کا دے نہ کہ وہ بڑے بڑے اہل ذلیل اور ذلیل  
لوگوں کو سردار بنادیا۔ وہ بڑے ہی لالچی تھے۔

غور فرمائیے جس کو خاں کے متعلق علامہ کی یہ رائے ہو اس کے شیر کیسے بن سکے تھے۔  
علامہ نے اس مقدمہ میں جو بیان دیا ہے اس کا تجزیہ کرنے سے ہمارے اس دعوے کی پوری  
تائید ہوتی ہے کہ علامہ کا دوران بغاوت دہلی میں موجود ہونا اور بغاوت میں بڑی حد تک  
سرگرمی سے رہنمائی کرنا کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔

حکومت کا دستور العمل مرتب کرنا، فتوے جہاد مرتب کرنا اور تقاریر کرنا، ان سب  
باتوں کا ثبوت اپنے مقام پر ملاحظہ کیا جائے۔

علامہ عدالت کے سامنے اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ

”میں اور کے راجہ کی ملازمت میں تھا۔ میں ان کے ساتھ ۵ سال رہا۔ اور بغاوت کے  
شروع ہونے پر بھی ان کے ساتھ تھا۔ راجہ (جسے سنگھ) کی موت کے ایک ماہ بعد تک میں  
اور میں رہا۔ اگست ۱۸۵۷ء میں میرے اور چھوڑ دیا۔ میں نے دہلی کے لئے کوچ  
کیا۔ دہلی ۵ دن رہا۔ اور پھر اور نوٹ آیا۔ یہ میرے اپنا خاندان اور ہی میں رہنے لگا۔  
تھا۔ میں اپنے گھر رہا تھا اور میرے کسی کی ملازمت نہیں کی۔ نہ ہی میں باغیوں کے ساتھ تھا۔“

یہ ٹوٹا ہے کہ یہ عدالتی بیان ہے اس میں بڑی احتیاط کے ساتھ الفاظ کا استعمال  
ہو ہے جس سے علامہ کی بے پناہ ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ کہ بات کچھ بھی ہو اور مقدمہ پر  
ترجمہ بھی نہ ہو۔ مثلاً یہ جملہ کہ ”میں ان (راجہ) کے ساتھ ۵ سال رہا۔“ یعنی ان کی ملازمت  
میں ۵ سال رہا۔ اس کا مطلب یہ نہ ہو گا کہ مشاہدہ دوران کے ساتھ رہا اور ان سے کسی  
انت مسلمہ نہیں ہوا۔ دوسرا جملہ ”بغاوت کے شروع ہونے پر بھی میں ان کے ساتھ تھا۔“



گنتی بھی بات ہے۔ بغاوت وسطی ملک میں شروع ہوئی۔ جوں ہی اس کی اطلاع ملی  
 علامہ اہل خانہ کو اور چھوڑ کر دہلی آ گئے۔ اور سرگرمی سے بغاوت کی رہنمائی اور حکومت کے  
 دستور العمل کی ترتیب شروع کر دی۔ جولائی میں جنرل بخت خان کے دہلی آنے پر نئے عہد  
 ترتیب کے علماء کے دستخط کرائے۔ اسی درمیان راجہ اور بے شکستہ کی خبر تھیں کہ پورا دہلی چھو گئے  
 تقریباً ایک ماہ میں دہلی آ گئے۔ پھر یہ یوم دہلی میں قیام کر کے رو آ گئے۔ وہ اپنے بیوی  
 عیال کو لے کر اوائل ستمبر میں دہلی آ گئے۔ دس ستمبر ۱۸۵۷ء میں دہلی پر انگریزوں کا مکمل قبضہ  
 ہو گیا۔

بادشاہ اور اس کے متعلقین مقبرہ مہابوں میں قیامت گزریں ہو گئے۔ علامہ بھی دہلی کو  
 خیر آباد کہہ کر خیر آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس وقت انہند میں فرماتے ہیں:-

"جب نصاریٰ کا شہر پر چھی طرح قبضہ ہو گیا اور کوئی لشکر و شہری باقی نہ رہا۔ فتنہ اور  
 پانی دشمنوں کے ظلم و استبداد کی وجہ سے پایہ ہو گیا۔ توہ شبانہ روز کسی دست بیگرہ  
 کر اپنی عزیزین متاثر کرتی ہیں۔ ماں و سہیلیاں چھوڑ کر ہر روزی کا مقام نہ پر سکے  
 کی وجہ سے افسانہ پر پھر دہلی کے اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکل کر فرما رہے ہیں۔"

علامہ اس سفر میں ریاست اہم و فرماں گزشتہ سنی کو زاب بعد لشکر و سرور و غم محرم  
 زاب سردار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمن خروانی کے کچھ دن نہاں بھی رہے۔ جو تنہا یہ کہیں نہ  
 میں دی جا چکی ہے۔ اس طرح وطن، مائت خیر آباد سے غرض کے بعد پہنچے۔

میان میں فرمایا میں نے کسی کی عازمت میں کی، "بقیہ اس مدت میں کبھی دہلی میں نہیں  
 پھر فرمایا: نہ ہی میں باغیوں سے ملا تھا۔ گنتی کی حالت سے علامہ تو جی دہلی سے ملے۔ منجہ  
 حکومت کے تو ان کو مانگنی تھے۔ علامہ تو جی دہلی کے سر بروئے۔ انگریزوں کے دربار کے قریب  
 سے ملے کا سوال ہی کیا تھا۔

منو دی مشہور ہے جس قدر کو خیر آباد سے گزرتا کہ باگیا اور فروری مشہور سردار  
 عدالت سے سزا دی رہی گئی۔ اور سب مشہور میں عدالت مارے سے ملے۔ شہر کو دی گئی



بہت بڑی طرح دس نہیں رکھے کہ مقدمہ میں براہ راست علاقہ قیام کے لوگوں کا ذاتی  
 ہے۔ اسے مدد دینی بھی دوسری سی یا نہیں ہیں وہ سب علامہ کے خلاف دو گلاز مقدمہ  
 کی تہہ جگر ہیں جس کی تہہ رزاقیاب کے خلاف سام و صفت عزائم سے بھی ہوتی ہے :-  
 "ہر کسی کا دل کہہ نہ سکے کہ کو معلوم ہوا کہ کچھ سے تم معلوم کرو۔ مراد حکم دوم  
 جس کا رد : ملک : سکھائی کہ چند درپے شہر کے خلاف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم  
 ہوئے گا کہ کارخانہ درپست جو میل کہا جاتا ہے کیا ہونا ہے جو ہونا تھا وہ  
 بوجہ : خروان درپستوں کا

اس کا سبب ہے کہ ان ایملوں اور درخواسٹوں سے علامہ کا ذاتی طور پر تعلق نہ تھا  
 اس سے یہ کہہ نہ سکتے کہ وہ بالی سکے آخر دم تک کو شہر شکر سے وہ بہت متاثر ہیں اس سے :-  
 "مرکز اور ماہی ہے۔ علامہ نے جو کچھ مانگا اپنے رب سے مانگا جس کی شہادت  
 خورہ مدیہ اور قضا مدقتہ البند سے ملتی ہے۔

اب سب سے ان کے خیرام ہونا : قیام علی خاں طرشی اور محترم بزرگ جناب مالک رام  
 نے ان مضمون پر سوز میں : جو انہیں نہ تحریک دہی میں گشت ششہ اور جون ششہ میں  
 علی مرتضیٰ شریع ہوئے میں جن سے بہتر ہوتا ہے کہ علامہ کا جنگ آزادی میں کوئی فتہ  
 نہ تھا یہ دونوں بزرگ : تو خود دینے کے دیرینہ کرم فرما اور شفیق و مخلص رہے ہیں۔ ان پر رقم  
 خورہ : حرف کی زبان : شہر کے خلاف : مگر یہ دونوں بزرگ جب اپنے سے  
 کہ یہ شخصیت بر عامہ دہائی کہ چکے ہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ "اسی گناہیست کہ در شہر شکر

فی ما حصے اپنے ماضیات پر شہر مضمون میں علامہ کی جہاد آزادی میں علی  
 بہت قابل قدر کے لیے زامی فرمائی ہے۔

سب سے اس کی میں نہ ہونا : (۲۶) فتویٰ جہاد آزادی سولہ سوزندہ علی (۳۱) نواب

خوب

۱۱) ابی بلی۔ یہ بھی گسٹ سے نسل غنا کے دہلی میں۔ ہونے کی میز مائل شدہ دستا  
کی اس عبارت کو جاننا چاہیے کہ

”قدرہ و ریسے لشرو شاعت کرتے محکمے سب ششہز مر دلی سے  
بہر نشی جیوں رں کے ۱۶ رگست کی سہ تر کو کہ۔“

”مولوی فضل حق شریک در ہار ہوسے احمدیہ لیا در بلیہ“ اور سوت  
حالات سے صفت بادشاہ سے گفتگو کی۔

یہ دیباچہ میں نکود چکا ہوں کہ باقی ہمدستان کی ترتیب ششہز میں ہوں۔  
وہاں ششہز میں مطلع دیندہ ہیں مگر ریسے شاعت ہوں۔ س وقت تک نومو ویرت کے  
تقداسی پر ختم کرنا پڑا تھا۔ آزادی کے بعد نومو ویرت سے مراد مکی کہ بہرمت ہوں  
کہ صدار ”قدر“ ترو دیا ہوتا ہی دلی پہنچ گئے تھے محرم عری صاحب جیسے مفتی و فاضل  
ہمدستان کے لشرو کی تعریف کرتے تھے کہ مکی کو یہ دیکھو رت کی قوم ترو دیا رں  
محرم عری صاحب نے باقی ہمدستان کی شاعت کے پورے دس رں کے ہمد  
مضمون تحریر فرمایا تھا۔ پور موقع مانتے کہ اپنی مختلفہ وجودت جمع کو کام میں لائے۔

اب تھا بجلی مفتی۔ سورج زیر کوہ قاف تھا۔

ذنب شگوں رخ سے سرکائی و متع صاحب تھا۔

اب ہمارے دعوے کو اس کسوٹی پر چاہئے سووی ذکا اندر تھے یہ۔

مولوی صاحب (فضل حق) عالم مشہور تھے۔ وہ ور سے حادثہ ترک کر کے

دلی آئے تھے انھوں نے بادشاہ کے لئے ایک سو رں سے سست لکھا تھا جس کی

ایک دفعہ یہ مشہور ہوئی تھی کہ گائے کہیں بائیں ماری میں ذبح نہ ہوتا۔

جیوں لال کا بیان ہے کہ یہ دفعہ ہجرتی ششہز کو ناند کر دی گئی تھی

ایک نگریز ربرٹ لکھتا ہے۔

اس قلم رتوہ (عید لاٹ) پر ہندو رں کا لٹا کرے ہوئے قرنی موی کر دی

نے تا بہ عراج سست ششہز صدہ قاف۔ مہر کی بیج تا صفت

دوسری جنگوں کو تم کھانے کے لئے بددستلاؤں کی زبردست متحدہ کوشش

ہو رہی ہے۔

ہوں دکھ، تنہا کی طرح اور دوسرے جوانوں سے یہ قربانیت ہو گی کہ علامہ نے حکومت

کا دستور سرزنس کیا تھا اس سبب ان کی ایک فہم کوئی قیام کی بھی تھی جس کے قاعدہ کو علامہ نے بدلنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا منکر سونہر دہلی میں موجود ہے۔ اور فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون میں بھی شہر ہو چکا ہے۔

دستور میں سیار کرنا اصحاب رائے اور بادشاہ کی منظوری حاصل کرنا اور پھر اس کا نفاذ کر کے دو تین کا عرصہ کچھ زیادہ مدت نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ جو لائی سے بہت پہلے دہلی میں موجود تھے۔ نہ صرف بقرعید بلکہ عید بھی دہلی میں ہی کی ہو گی۔ جو ادھر بھی شہر میں ہوئی تھی۔

(۳) اب فراموشی صاحب کی دوسری بنیاد فتویٰ جہاد آزادی کی تھی۔ آپ نے کتاب سونہر دہلی کے عکس فتویٰ مطبوعہ صادق الاخبار دہلی منقولہ اخبار الغفر دہلی مورخہ ۲۶ جولائی ۱۳۲۸ء کو حق کر کے تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس پر مولانا فضل حق کے دستخط نہیں جب کہ دیگر ۳۳ علماء کے ہتھوڑ میں فرماتے ہیں۔

ہو نا کہ یہ فتویٰ مولانا کے درود دہلی سے پہلے مرتب ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس لئے

اس پر مولانا خیر آبادی کے دستخط نہیں ہو سکے تھے۔

اس فتویٰ پر تاریخ نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکتا کہ اشاعت اخبار سے کتنے عرصے

پہلے کیا گیا ہو ہے۔ موصوفہ کے دسٹ میں ترتیب دیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فتویٰ حقین علامہ نے شہرۃ الہدیہ میں لکھا ہو۔

بہ نسبت کچھ سہیہ تھا کہ بعض نہرو دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت

ہو، اور اگر تھا اسے حاد کے وجہ کا فتویٰ نے کہ جہاں قتال کے لئے

نہ خدای ہوئی

مخرم عرش صاحب نے اسی ایک فتوے پر انحصار کر کے حکم کیا کہ جو کہ جس فتوے پر علامہ کے کاغذ نہیں ہیں اس لئے علامہ خیر آبادی کا فتویٰ جیاد سے کوئی حق ہی نہیں۔

مذکورہ نقل زحیرت کو اس پر ہوا بھی است

یہ فتویٰ جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ کے امتناع کے جواب میں ہے۔ عاباً علامہ نے اس کے متعلق جملہ جہاد کے وجوب کا فتویٰ لے کر سے اشارہ دیا ہے۔

یہ فتویٰ صادق الاخبار دہلی میں ۱۱ جولائی ۱۳۳۷ء کو شائع ہوا۔ اخبار انظر دہلی سے نقل ہوا ہے اخبار انظر دہلی میں کب چھپا اور کب ترتیب دیا گیا اس کی گہ پت نہیں۔ ہمیں مخرم عرش صاحب کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ یہ فتویٰ مولانا کے درود دہلی سے پہلے مرتب ہو کر شائع ہو چکا تھا، مگر ہمیں اس رائے سے اتفاق نہیں کہ یہ وہ فتویٰ ہے جو جنرل بخت خاں نے ترتیب کرایا تھا اور یہ کہ علامہ کا درود دہلی اگست سے پہلے نہیں ہوا تھا جب شروع جولائی میں جنرل بخت خاں دہلی پہنچے تو علامہ وہیں موجود تھے۔

یہ فتویٰ جنرل بخت خاں کے درود دہلی سے قبل لکھا جا چکا تھا۔ بقول مولوی ذکار اللہ صاحب تک دہلی میں بخت خاں نہیں آیا جہاد کے فتوے کا چرچا بہت کم تھا۔ وہ یہی فتویٰ تھا جو صادق الاخبار میں شائع ہوا ہے۔ اب آپ مولوی ذکار اللہ کی پوری عبارت پڑھئے

"جب تک دہلی میں بخت خاں نہیں آیا جہاد کے فتویٰ کا چرچا شہر میں بہت کم تھا۔ مساجد میں فہروں پر چھڑا کا دغظ کٹر ہوتا تھا۔۔۔۔۔ مگر جب بخت خاں جس کا نام اہل شہر نے کم بخت خاں رکھا تھا۔ دہلی میں آیا تو اس نے یہ فتویٰ لکھا کہ مسلمانوں پر جیاد اس لئے فرض ہے کہ اگر کافروں کی فتح ہوگی تو وہ ان کے بیوی بچوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس نے جامع مسجد میں مولویوں کو جمع کر کے جہاد کے فتوے پر دستخط دہریہ ان کی کرائیں لیکن مولوی مجاہد علی و خواجہ صیاد اللہ نے فتوے پر ہری نہیں کیں۔"

جنرل بخت خاں بڑی سلیقہ مندی اور ہوشیاری سے شروع جولائی میں دی آیا۔

مردی دکان کے مذکورہ اہالیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ فتوے سے قطعاً ایک دو  
 جس کا حرج شریعت میں نہ تھا اور جس پر مولوی محبوب علی اور خواجہ فیاض الدین کے بھی دستخط  
 ہیں۔ وہ مولوی نہیں ہے جو جنرل بکٹ فائر کے دہلی پہنچنے سے پہلے دیا گیا تھا اور جس کا شمس  
 سواتر دہلی میں شائع ہوا ہے۔ اسی کا ذکر انوار السند یہ میں علامہ نے کیا ہے۔

بانی ہندوستان کی عبارت پر نظر ڈالئے۔

”ممار سے جنرل بکٹ فائر نے اپنے فتوے کے بعد علامہ نے آخری تبرکات  
 سے ہٹا کر خود جو جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی استغاثہ پیش کیا یعنی  
 صدر مہاراجا آزاد مدد الصدور دہلی، مولوی عبد القادر قاضی فیض آباد  
 دہلی، مولانا، محمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور سید مبارک شاہ  
 رامپوری نے دستخط کر دیئے۔ اس فتوے کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام خوش بڑھ گئی۔  
 غور فرمائیے۔ بنی ہندوستان میں جتنے نام دیئے گئے ہیں ان میں سے مفتی صدر الدین کی ہر  
 در مولوی فیض آباد کے سو کسی دہلی کے مفتی صادق الاخبار کے فتوے پر نہیں۔  
 مگر اس کے فتوے پر مفتی صدر الدین کے دستخط کے بعد شدت بالآخر کے بھی الفاظ سنئے۔  
 اس کی تائید مولوی ذکا اللہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ ہر جہ سے کی گئی تھی۔

غرض مباحی صاحب نے اپنے مضمون میں مولوی اخبار سے اسے غلط قرار دیا ہے۔ ہم  
 مولوی دیر کے لئے غرضی صاحب کی بات مان لیتے ہیں تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاں ”علی“  
 صرف مولوی یہ جملہ بھی لکھ دیا ہو تاکہ بوقت گریز یہ کہہ سکیں کہ مجھ جیسا فیاض غلط جملہ کیسے لکھ  
 سکتا ہے۔ غرض مباحی صاحب رسالہ تحریک دہلی کے اسی مضمون میں اعتراف کر رہے  
 ہیں کہ مولوی بھارتیہ کی شکست کے بعد جان بچانے کی طرف یہی ایک تدبیر باقی تھی  
 کہ یہ وہی ہے جس نے بنا پر جس سے باز پرس ہوئی اس نے اپنی بیوری کا اہتمام کیا۔

پھر علامہ نے یہ فتوے میں اخبار النظم دہلی کا فتویٰ رہے جو جنرل بکٹ فائر  
 سے ملتا ہے۔ مولوی دیر کے لئے اس کے لئے شہادت ملاحظہ کی کہ مولوی علامہ نے مولانا حسین الدین کی ہر  
 میں نہیں ہے۔ مولوی دیر کے لئے اس کے لئے شہادت ملاحظہ کی کہ مولوی علامہ نے مولانا حسین الدین کی ہر

کے درود و دلی سے قبل لکھا تھا اور بقول مولوی دکار اللہ اس کا چرچا شرم بہت کم تھا۔ اس کے  
عقب اور جمال تھے۔ دوسرا اتنی وہ ہے جو جزل بخت خوں کی موجودگی میں لکھی گئی ور سے  
دار فزاداری نے مزین کیا۔ میرے نقطے کا ذکر مرید احمد نے باب مرتضیٰ بندہ نے  
لیا کیا ہے جسے انھوں نے خود دیکھا تھا جو عدم وجوب جہاد کا آئینہ در تھا۔

- شہادت بالجور کے سلسلے میں مفتی انتظام اللہ شہابی گوپا مولی لکھتے ہیں :-

پیر وی مقدمہ میں جواب دہی یہ کیا۔ میں نے تو بے پروا تھوڑے مگر کچھ عبارت بھی  
لکھ دی ہے۔ باغیر لوگ پڑھتے ہیں وہ بالجور میں نے لکھا ہے، سفیدوں نے زبردستی  
مجھ سے لکھوایا تھا۔ کیا غذا تے بڑا ہوئے تو پڑھا گیا۔ مفتی صاحب کے بیان کی

تصدیق ہوئی اس بنا پر چھوڑ دیئے گئے۔

- تیسری بنیاد عرضی بنام نواب رامپور کو لکھتے :-

یہ عرضی بنیاد غیر آبادی کی ہر سے مزین ہے۔ اور ہر دردی شہادہ کی مرقوم ہے  
عرضی کی بنا پر محترم عرضی صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

مولانا پر حسب ذیل تین الزام عائد کئے گئے تھے :-

(الف) نواب خاں بہادر خاں میرزا حافظ رحمت خاں بہادر نے جب  
انگریزوں کے خلاف بریلی میں بغاوت کی تو مولانا نے ان کا ساتھ دیا اور ان  
کی طرف سے نظامت علی بھیت کا کام انجام دیا۔

(ب) جب انگریزوں نے بریلی فتح کر لی تو مولانا بہادر سے معاہدہ کر اودھ  
پہنچے اور خاں علی خاں کی طرف سے ریاست محمدی کے چکھ دار مقرر ہوئے۔

(ج) مولانا نے اس کے بعد ایک باغی لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔

مقدمہ کی پوری کارروائی درج کی جا چکی ہے۔ ان میں سے کوئی الزام عذرہ پر عائد  
کیا گیا۔ علامہ :- جنوری ۱۸۵۷ء کو گرفتار کر لئے گئے۔ بغاوت کے فیدیہ بھرم تھے  
اور اہل ہند یہ میں فرماتے ہیں :-

میرا جوانا اور بیاس انارکری سے اور سخت کڑے پنا دیئے۔ نرم مہتر ہنس مچیں کر  
خواب سخت اور تکلیف دہ کھوتا حوالے کر دیا۔ گویا اس پر کائنات بچھا دیئے گئے تھے  
یا کوئی جوئی چنگاریاں ڈال دی گئی تھیں۔ میرے پاس ٹوٹا ہوا کالا کوئی برتن نہ تھا چھوڑا  
افسانہ کہئے۔ اسی حالت میں ہر رگھنے کی اجازت سے دی گئی ہوگی یا کافد اور  
تم لوگ یہاں کر دیا ہو گا کہ غلامہ مرضی لکھ کر مہر لگا کر زیاب را پور کو بھیج دیں۔ اور وہ بھی  
جب کہ اس کے دو دن کے بعد ہی ۲۱ فروری کو مقدمہ شروع ہو رہا ہو۔ پھر کھنوسے  
را پور تک مرضی پہنچے ہیں اس زمانے میں کتنی مدت لگی ہوگی۔

یہ مرضی رضا لاہوری را پور میں موجود ہے۔ میری دیکھی ہوئی ہے نہ علامہ کا وہ نسخہ  
ہے نہ طرز بیان اور نہ ہی اس پر دستخط ہیں۔ آخر دیکھا کہ سنے میں کیا چیز مانع تھی ۹ اصل چیز  
دستخط ہوتے ہیں ہر تو تائید میں ہوتی ہے پھر یہ بات بھی غور و طلب ہے کہ اردن میں علامہ  
نے تاثر توڑ ۳ طرفیاں رد کر دیں جن میں سے دو بقول عرشی صاحب ضائع ہو گئیں یہ  
تیسری اور آخری مرضی ہاتھ لگی ریاستی محافل خانہ کی داد دی گئی کہ اس نے ایک عرضی بنایا  
عرشی صاحب کی تعمیرات کے لئے سنگ بنیاد بنا کر محفوظ رکھی۔ اس عرضی پر بنیاد  
کر لینا عرشی صاحب جیسے محقق سے باعث تعجب ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کیا گیا۔ کہ  
دونوں بزرگوں (مترجم عرشی صاحب اور محرم مالک رام صاحب) نے غلامہ خیر آبادی  
کی جہاد آزادی میں شرکت سے ہی انکار کر دیا۔

انھیں کو آج میرا ذکر سن کر طیش آتا ہے

ہمیشہ جن کی خاطر کیں چین آرائیاں پہنے

قدیم وجد یہ مورخین کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں فیصلہ رباب نظر خود فرمائیں گے

غم زندگی کی حکایتیں بھی شریک جرم و خطا نہ ہوں

یہ سناؤں قصہ در دول اگر آپ سن کے خفا نہ ہوں

”بروی فضل حق جب سے اور سے آئے ہیں وہ فوجیوں اور شہریوں کو برقرار رکھے

خلاف ہزاروں کی سس مہروف ہیں۔۔۔۔۔



مولوی فضل حق کی اشتعال انگیزوں سے متاثر ہو کر شہزادہ بھی میدان میں نکلتے ہیں اور سبزی منڈی پہنچ جاتے ہیں۔ ”

مولوی فضل حق اپنے مواعظ سے عوام کو مسلسل بہتر کر رہے ہیں۔ ”  
 ”مولوی صاحب (فضل حق) جب بھی بادشاہ سے ملے تو بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جنگ کے سلسلے میں رعایا کی ہمت افزائی کریں۔ اور ان کے ہاتھ بچائیں۔ اور دستوں کو جس حد تک ممکن ہو بہتر معاوضہ دیں۔ ”

”بادشاہ نے جنرل بخت خان، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق پر شتم کنگ کو نسل بنائی۔ ”

مجلس شوریٰ دس ارکان پر مشتمل بنائی گئی تھی جس میں مولوی اور ممبر شری تھے۔ میرزا اب علی نے خفیہ رپورٹ دی۔

”مولوی فضل حق بھی اس کے ایک ممبر ہیں۔ ”

”اس کورٹ کا ڈائریکٹر (نگران) مولانا خیر آبادی کو بنایا گیا۔ ”

بادشاہ کی طرف سے حاصل اختیارات کے تحت علامہ نے:

حسن بخش غرضی، یحییٰ کو ضلع علی گڑھ کی آمدنی وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔

مولانا فیض احمد بدایونی کو ضلع ہندو شہر کی آمدنی وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔

مولانا عبدالحق (خلف علامہ) کا تقرر کلکتہ گورنمنٹ کی حیثیت سے کیا گیا۔

میرزا اب (عزیز قریب علامہ) کو دہلی کا گورنر مقرر کیا گیا۔

”جب ہنگامہ برپا ہوا تو مولوی فضل حق آئے۔ دربار میں حاضر ہوئے۔ اندر پیش کی

روپیہ صدقے اتارا، انھیں انتظام سنبھالنے کی خواہش تھی۔ ”

حکیم احسن اللہ خاں اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

”اخبار دہلی رپورٹ ترمیمی کے اخبار دہلی ۲۴ فائن ۱۲۱۲ اور پشاور دہلی لال کے سوار ۱۲۱۲ کے دی گئے۔  
 ”۱۵۵۱ء ۱۵۵۲ء ۱۵۵۳ء ۱۵۵۴ء ۱۵۵۵ء ۱۵۵۶ء ۱۵۵۷ء ۱۵۵۸ء ۱۵۵۹ء ۱۵۶۰ء ۱۵۶۱ء ۱۵۶۲ء ۱۵۶۳ء ۱۵۶۴ء ۱۵۶۵ء ۱۵۶۶ء ۱۵۶۷ء ۱۵۶۸ء ۱۵۶۹ء ۱۵۷۰ء ۱۵۷۱ء ۱۵۷۲ء ۱۵۷۳ء ۱۵۷۴ء ۱۵۷۵ء ۱۵۷۶ء ۱۵۷۷ء ۱۵۷۸ء ۱۵۷۹ء ۱۵۸۰ء ۱۵۸۱ء ۱۵۸۲ء ۱۵۸۳ء ۱۵۸۴ء ۱۵۸۵ء ۱۵۸۶ء ۱۵۸۷ء ۱۵۸۸ء ۱۵۸۹ء ۱۵۹۰ء ۱۵۹۱ء ۱۵۹۲ء ۱۵۹۳ء ۱۵۹۴ء ۱۵۹۵ء ۱۵۹۶ء ۱۵۹۷ء ۱۵۹۸ء ۱۵۹۹ء ۱۶۰۰ء ۱۶۰۱ء ۱۶۰۲ء ۱۶۰۳ء ۱۶۰۴ء ۱۶۰۵ء ۱۶۰۶ء ۱۶۰۷ء ۱۶۰۸ء ۱۶۰۹ء ۱۶۱۰ء ۱۶۱۱ء ۱۶۱۲ء ۱۶۱۳ء ۱۶۱۴ء ۱۶۱۵ء ۱۶۱۶ء ۱۶۱۷ء ۱۶۱۸ء ۱۶۱۹ء ۱۶۲۰ء ۱۶۲۱ء ۱۶۲۲ء ۱۶۲۳ء ۱۶۲۴ء ۱۶۲۵ء ۱۶۲۶ء ۱۶۲۷ء ۱۶۲۸ء ۱۶۲۹ء ۱۶۳۰ء ۱۶۳۱ء ۱۶۳۲ء ۱۶۳۳ء ۱۶۳۴ء ۱۶۳۵ء ۱۶۳۶ء ۱۶۳۷ء ۱۶۳۸ء ۱۶۳۹ء ۱۶۴۰ء ۱۶۴۱ء ۱۶۴۲ء ۱۶۴۳ء ۱۶۴۴ء ۱۶۴۵ء ۱۶۴۶ء ۱۶۴۷ء ۱۶۴۸ء ۱۶۴۹ء ۱۶۵۰ء ۱۶۵۱ء ۱۶۵۲ء ۱۶۵۳ء ۱۶۵۴ء ۱۶۵۵ء ۱۶۵۶ء ۱۶۵۷ء ۱۶۵۸ء ۱۶۵۹ء ۱۶۶۰ء ۱۶۶۱ء ۱۶۶۲ء ۱۶۶۳ء ۱۶۶۴ء ۱۶۶۵ء ۱۶۶۶ء ۱۶۶۷ء ۱۶۶۸ء ۱۶۶۹ء ۱۶۷۰ء ۱۶۷۱ء ۱۶۷۲ء ۱۶۷۳ء ۱۶۷۴ء ۱۶۷۵ء ۱۶۷۶ء ۱۶۷۷ء ۱۶۷۸ء ۱۶۷۹ء ۱۶۸۰ء ۱۶۸۱ء ۱۶۸۲ء ۱۶۸۳ء ۱۶۸۴ء ۱۶۸۵ء ۱۶۸۶ء ۱۶۸۷ء ۱۶۸۸ء ۱۶۸۹ء ۱۶۹۰ء ۱۶۹۱ء ۱۶۹۲ء ۱۶۹۳ء ۱۶۹۴ء ۱۶۹۵ء ۱۶۹۶ء ۱۶۹۷ء ۱۶۹۸ء ۱۶۹۹ء ۱۷۰۰ء ۱۷۰۱ء ۱۷۰۲ء ۱۷۰۳ء ۱۷۰۴ء ۱۷۰۵ء ۱۷۰۶ء ۱۷۰۷ء ۱۷۰۸ء ۱۷۰۹ء ۱۷۱۰ء ۱۷۱۱ء ۱۷۱۲ء ۱۷۱۳ء ۱۷۱۴ء ۱۷۱۵ء ۱۷۱۶ء ۱۷۱۷ء ۱۷۱۸ء ۱۷۱۹ء ۱۷۲۰ء ۱۷۲۱ء ۱۷۲۲ء ۱۷۲۳ء ۱۷۲۴ء ۱۷۲۵ء ۱۷۲۶ء ۱۷۲۷ء ۱۷۲۸ء ۱۷۲۹ء ۱۷۳۰ء ۱۷۳۱ء ۱۷۳۲ء ۱۷۳۳ء ۱۷۳۴ء ۱۷۳۵ء ۱۷۳۶ء ۱۷۳۷ء ۱۷۳۸ء ۱۷۳۹ء ۱۷۴۰ء ۱۷۴۱ء ۱۷۴۲ء ۱۷۴۳ء ۱۷۴۴ء ۱۷۴۵ء ۱۷۴۶ء ۱۷۴۷ء ۱۷۴۸ء ۱۷۴۹ء ۱۷۵۰ء ۱۷۵۱ء ۱۷۵۲ء ۱۷۵۳ء ۱۷۵۴ء ۱۷۵۵ء ۱۷۵۶ء ۱۷۵۷ء ۱۷۵۸ء ۱۷۵۹ء ۱۷۶۰ء ۱۷۶۱ء ۱۷۶۲ء ۱۷۶۳ء ۱۷۶۴ء ۱۷۶۵ء ۱۷۶۶ء ۱۷۶۷ء ۱۷۶۸ء ۱۷۶۹ء ۱۷۷۰ء ۱۷۷۱ء ۱۷۷۲ء ۱۷۷۳ء ۱۷۷۴ء ۱۷۷۵ء ۱۷۷۶ء ۱۷۷۷ء ۱۷۷۸ء ۱۷۷۹ء ۱۷۸۰ء ۱۷۸۱ء ۱۷۸۲ء ۱۷۸۳ء ۱۷۸۴ء ۱۷۸۵ء ۱۷۸۶ء ۱۷۸۷ء ۱۷۸۸ء ۱۷۸۹ء ۱۷۹۰ء ۱۷۹۱ء ۱۷۹۲ء ۱۷۹۳ء ۱۷۹۴ء ۱۷۹۵ء ۱۷۹۶ء ۱۷۹۷ء ۱۷۹۸ء ۱۷۹۹ء ۱۸۰۰ء ۱۸۰۱ء ۱۸۰۲ء ۱۸۰۳ء ۱۸۰۴ء ۱۸۰۵ء ۱۸۰۶ء ۱۸۰۷ء ۱۸۰۸ء ۱۸۰۹ء ۱۸۱۰ء ۱۸۱۱ء ۱۸۱۲ء ۱۸۱۳ء ۱۸۱۴ء ۱۸۱۵ء ۱۸۱۶ء ۱۸۱۷ء ۱۸۱۸ء ۱۸۱۹ء ۱۸۲۰ء ۱۸۲۱ء ۱۸۲۲ء ۱۸۲۳ء ۱۸۲۴ء ۱۸۲۵ء ۱۸۲۶ء ۱۸۲۷ء ۱۸۲۸ء ۱۸۲۹ء ۱۸۳۰ء ۱۸۳۱ء ۱۸۳۲ء ۱۸۳۳ء ۱۸۳۴ء ۱۸۳۵ء ۱۸۳۶ء ۱۸۳۷ء ۱۸۳۸ء ۱۸۳۹ء ۱۸۴۰ء ۱۸۴۱ء ۱۸۴۲ء ۱۸۴۳ء ۱۸۴۴ء ۱۸۴۵ء ۱۸۴۶ء ۱۸۴۷ء ۱۸۴۸ء ۱۸۴۹ء ۱۸۵۰ء ۱۸۵۱ء ۱۸۵۲ء ۱۸۵۳ء ۱۸۵۴ء ۱۸۵۵ء ۱۸۵۶ء ۱۸۵۷ء ۱۸۵۸ء ۱۸۵۹ء ۱۸۶۰ء ۱۸۶۱ء ۱۸۶۲ء ۱۸۶۳ء ۱۸۶۴ء ۱۸۶۵ء ۱۸۶۶ء ۱۸۶۷ء ۱۸۶۸ء ۱۸۶۹ء ۱۸۷۰ء ۱۸۷۱ء ۱۸۷۲ء ۱۸۷۳ء ۱۸۷۴ء ۱۸۷۵ء ۱۸۷۶ء ۱۸۷۷ء ۱۸۷۸ء ۱۸۷۹ء ۱۸۸۰ء ۱۸۸۱ء ۱۸۸۲ء ۱۸۸۳ء ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء ۱۸۸۶ء ۱۸۸۷ء ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء ۱۸۹۰ء ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء ۱۸۹۳ء ۱۸۹۴ء ۱۸۹۵ء ۱۸۹۶ء ۱۸۹۷ء ۱۸۹۸ء ۱۸۹۹ء ۱۹۰۰ء ۱۹۰۱ء ۱۹۰۲ء ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء ۱۹۰۸ء ۱۹۰۹ء ۱۹۱۰ء ۱۹۱۱ء ۱۹۱۲ء ۱۹۱۳ء ۱۹۱۴ء ۱۹۱۵ء ۱۹۱۶ء ۱۹۱۷ء ۱۹۱۸ء ۱۹۱۹ء ۱۹۲۰ء ۱۹۲۱ء ۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء ۱۹۲۴ء ۱۹۲۵ء ۱۹۲۶ء ۱۹۲۷ء ۱۹۲۸ء ۱۹۲۹ء ۱۹۳۰ء ۱۹۳۱ء ۱۹۳۲ء ۱۹۳۳ء ۱۹۳۴ء ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء ۱۹۳۷ء ۱۹۳۸ء ۱۹۳۹ء ۱۹۴۰ء ۱۹۴۱ء ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء ۱۹۴۷ء ۱۹۴۸ء ۱۹۴۹ء ۱۹۵۰ء ۱۹۵۱ء ۱۹۵۲ء ۱۹۵۳ء ۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء ۱۹۵۶ء ۱۹۵۷ء ۱۹۵۸ء ۱۹۵۹ء ۱۹۶۰ء ۱۹۶۱ء ۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء ۱۹۶۴ء ۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء ۱۹۶۹ء ۱۹۷۰ء ۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ۱۹۸۴ء ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء ۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء ۱۹۹۲ء ۱۹۹۳ء ۱۹۹۴ء ۱۹۹۵ء ۱۹۹۶ء ۱۹۹۷ء ۱۹۹۸ء ۱۹۹۹ء ۲۰۰۰ء ۲۰۰۱ء ۲۰۰۲ء ۲۰۰۳ء ۲۰۰۴ء ۲۰۰۵ء ۲۰۰۶ء ۲۰۰۷ء ۲۰۰۸ء ۲۰۰۹ء ۲۰۱۰ء ۲۰۱۱ء ۲۰۱۲ء ۲۰۱۳ء ۲۰۱۴ء ۲۰۱۵ء ۲۰۱۶ء ۲۰۱۷ء ۲۰۱۸ء ۲۰۱۹ء ۲۰۲۰ء ۲۰۲۱ء ۲۰۲۲ء ۲۰۲۳ء ۲۰۲۴ء ۲۰۲۵ء ۲۰۲۶ء ۲۰۲۷ء ۲۰۲۸ء ۲۰۲۹ء ۲۰۳۰ء ۲۰۳۱ء ۲۰۳۲ء ۲۰۳۳ء ۲۰۳۴ء ۲۰۳۵ء ۲۰۳۶ء ۲۰۳۷ء ۲۰۳۸ء ۲۰۳۹ء ۲۰۴۰ء ۲۰۴۱ء ۲۰۴۲ء ۲۰۴۳ء ۲۰۴۴ء ۲۰۴۵ء ۲۰۴۶ء ۲۰۴۷ء ۲۰۴۸ء ۲۰۴۹ء ۲۰۵۰ء ۲۰۵۱ء ۲۰۵۲ء ۲۰۵۳ء ۲۰۵۴ء ۲۰۵۵ء ۲۰۵۶ء ۲۰۵۷ء ۲۰۵۸ء ۲۰۵۹ء ۲۰۶۰ء ۲۰۶۱ء ۲۰۶۲ء ۲۰۶۳ء ۲۰۶۴ء ۲۰۶۵ء ۲۰۶۶ء ۲۰۶۷ء ۲۰۶۸ء ۲۰۶۹ء ۲۰۷۰ء ۲۰۷۱ء ۲۰۷۲ء ۲۰۷۳ء ۲۰۷۴ء ۲۰۷۵ء ۲۰۷۶ء ۲۰۷۷ء ۲۰۷۸ء ۲۰۷۹ء ۲۰۸۰ء ۲۰۸۱ء ۲۰۸۲ء ۲۰۸۳ء ۲۰۸۴ء ۲۰۸۵ء ۲۰۸۶ء ۲۰۸۷ء ۲۰۸۸ء ۲۰۸۹ء ۲۰۹۰ء ۲۰۹۱ء ۲۰۹۲ء ۲۰۹۳ء ۲۰۹۴ء ۲۰۹۵ء ۲۰۹۶ء ۲۰۹۷ء ۲۰۹۸ء ۲۰۹۹ء ۲۱۰۰ء ۲۱۰۱ء ۲۱۰۲ء ۲۱۰۳ء ۲۱۰۴ء ۲۱۰۵ء ۲۱۰۶ء ۲۱۰۷ء ۲۱۰۸ء ۲۱۰۹ء ۲۱۱۰ء ۲۱۱۱ء ۲۱۱۲ء ۲۱۱۳ء ۲۱۱۴ء ۲۱۱۵ء ۲۱۱۶ء ۲۱۱۷ء ۲۱۱۸ء ۲۱۱۹ء ۲۱۲۰ء ۲۱۲۱ء ۲۱۲۲ء ۲۱۲۳ء ۲۱۲۴ء ۲۱۲۵ء ۲۱۲۶ء ۲۱۲۷ء ۲۱۲۸ء ۲۱۲۹ء ۲۱۳۰ء ۲۱۳۱ء ۲۱۳۲ء ۲۱۳۳ء ۲۱۳۴ء ۲۱۳۵ء ۲۱۳۶ء ۲۱۳۷ء ۲۱۳۸ء ۲۱۳۹ء ۲۱۴۰ء ۲۱۴۱ء ۲۱۴۲ء ۲۱۴۳ء ۲۱۴۴ء ۲۱۴۵ء ۲۱۴۶ء ۲۱۴۷ء ۲۱۴۸ء ۲۱۴۹ء ۲۱۵۰ء ۲۱۵۱ء ۲۱۵۲ء ۲۱۵۳ء ۲۱۵۴ء ۲۱۵۵ء ۲۱۵۶ء ۲۱۵۷ء ۲۱۵۸ء ۲۱۵۹ء ۲۱۶۰ء ۲۱۶۱ء ۲۱۶۲ء ۲۱۶۳ء ۲۱۶۴ء ۲۱۶۵ء ۲۱۶۶ء ۲۱۶۷ء ۲۱۶۸ء ۲۱۶۹ء ۲۱۷۰ء ۲۱۷۱ء ۲۱۷۲ء ۲۱۷۳ء ۲۱۷۴ء ۲۱۷۵ء ۲۱۷۶ء ۲۱۷۷ء ۲۱۷۸ء ۲۱۷۹ء ۲۱۸۰ء ۲۱۸۱ء ۲۱۸۲ء ۲۱۸۳ء ۲۱۸۴ء ۲۱۸۵ء ۲۱۸۶ء ۲۱۸۷ء ۲۱۸۸ء ۲۱۸۹ء ۲۱۹۰ء ۲۱۹۱ء ۲۱۹۲ء ۲۱۹۳ء ۲۱۹۴ء ۲۱۹۵ء ۲۱۹۶ء ۲۱۹۷ء ۲۱۹۸ء ۲۱۹۹ء ۲۲۰۰ء ۲۲۰۱ء ۲۲۰۲ء ۲۲۰۳ء ۲۲۰۴ء ۲۲۰۵ء ۲۲۰۶ء ۲۲۰۷ء ۲۲۰۸ء ۲۲۰۹ء ۲۲۱۰ء ۲۲۱۱ء ۲۲۱۲ء ۲۲۱۳ء ۲۲۱۴ء ۲۲۱۵ء ۲۲۱۶ء ۲۲۱۷ء ۲۲۱۸ء ۲۲۱۹ء ۲۲۲۰ء ۲۲۲۱ء ۲۲۲۲ء ۲۲۲۳ء ۲۲۲۴ء ۲۲۲۵ء ۲۲۲۶ء ۲۲۲۷ء ۲۲۲۸ء ۲۲۲۹ء ۲۲۳۰ء ۲۲۳۱ء ۲۲۳۲ء ۲۲۳۳ء ۲۲۳۴ء ۲۲۳۵ء ۲۲۳۶ء ۲۲۳۷ء ۲۲۳۸ء ۲۲۳۹ء ۲۲۴۰ء ۲۲۴۱ء ۲۲۴۲ء ۲۲۴۳ء ۲۲۴۴ء ۲۲۴۵ء ۲۲۴۶ء ۲۲۴۷ء ۲۲۴۸ء ۲۲۴۹ء ۲۲۵۰ء ۲۲۵۱ء ۲۲۵۲ء ۲۲۵۳ء ۲۲۵۴ء ۲۲۵۵ء ۲۲۵۶ء ۲۲۵۷ء ۲۲۵۸ء ۲۲۵۹ء ۲۲۶۰ء ۲۲۶۱ء ۲۲۶۲ء ۲۲۶۳ء ۲۲۶۴ء ۲۲۶۵ء ۲۲۶۶ء ۲۲۶۷ء ۲۲۶۸ء ۲۲۶۹ء ۲۲۷۰ء ۲۲۷۱ء ۲۲۷۲ء ۲۲۷۳ء ۲۲۷۴ء ۲۲۷۵ء ۲۲۷۶ء ۲۲۷۷ء ۲۲۷۸ء ۲۲۷۹ء ۲۲۸۰ء ۲۲۸۱ء ۲۲۸۲ء ۲۲۸۳ء ۲۲۸۴ء ۲۲۸۵ء ۲۲۸۶ء ۲۲۸۷ء ۲۲۸۸ء ۲۲۸۹ء ۲۲۹۰ء ۲۲۹۱ء ۲۲۹۲ء ۲۲۹۳ء ۲۲۹۴ء ۲۲۹۵ء ۲۲۹۶ء ۲۲۹۷ء ۲۲۹۸ء ۲۲۹۹ء ۲۳۰۰ء ۲۳۰۱ء ۲۳۰۲ء ۲۳۰۳ء ۲۳۰۴ء ۲۳۰۵ء ۲۳۰۶ء ۲۳۰۷ء ۲۳۰۸ء ۲۳۰۹ء ۲۳۱۰ء ۲۳۱۱ء ۲۳۱۲ء ۲۳۱۳ء ۲۳۱۴ء ۲۳۱۵ء ۲۳۱۶ء ۲۳۱۷ء ۲۳۱۸ء ۲۳۱۹ء ۲۳۲۰ء ۲۳۲۱ء ۲۳۲۲ء ۲۳۲۳ء ۲۳۲۴ء ۲۳۲۵ء ۲۳۲۶ء ۲۳۲۷ء ۲۳۲۸ء ۲۳۲۹ء ۲۳۳۰ء ۲۳۳۱ء ۲۳۳۲ء ۲۳۳۳ء ۲۳۳۴ء ۲۳۳۵ء ۲۳۳۶ء ۲۳۳۷ء ۲۳۳۸ء ۲۳۳۹ء ۲۳۴۰ء ۲۳۴۱ء ۲۳۴۲ء ۲۳۴۳ء ۲۳۴۴ء ۲۳۴۵ء ۲۳۴۶ء ۲۳۴۷ء ۲۳۴۸ء ۲۳۴۹ء ۲۳۵۰ء ۲۳۵۱ء ۲۳۵۲ء ۲۳۵۳ء ۲۳۵۴ء ۲۳۵۵ء ۲۳۵۶ء ۲۳۵۷ء ۲۳۵۸ء ۲۳۵۹ء ۲۳۶۰ء ۲۳۶۱ء ۲۳۶۲ء ۲۳۶۳ء ۲۳۶۴ء ۲۳۶۵ء ۲۳۶۶ء ۲۳۶۷ء ۲۳۶۸ء ۲۳۶۹ء ۲۳۷۰ء ۲۳۷۱ء ۲۳۷۲ء ۲۳۷۳ء ۲۳۷۴ء ۲۳۷۵ء ۲۳۷۶ء ۲۳۷۷ء ۲۳۷۸ء ۲۳۷۹ء ۲۳۸۰ء ۲۳۸۱ء ۲۳۸۲ء ۲۳۸۳ء ۲۳۸۴ء ۲۳۸۵ء ۲۳۸۶ء ۲۳۸۷ء ۲۳۸۸ء ۲۳۸۹ء ۲۳۹۰ء ۲۳۹۱ء ۲۳۹۲ء ۲۳۹۳ء ۲۳۹۴ء ۲۳۹۵ء ۲۳۹۶ء ۲۳۹۷ء ۲۳۹۸ء ۲۳۹۹ء ۲۴۰۰ء ۲۴۰۱ء ۲۴۰۲ء ۲۴۰۳ء ۲۴۰۴ء ۲۴۰۵ء ۲۴۰۶ء ۲۴۰۷ء ۲۴۰۸ء ۲۴۰۹ء ۲۴۱۰ء ۲۴۱۱ء ۲۴۱۲ء ۲۴۱۳ء ۲۴۱۴ء ۲۴۱۵ء ۲۴۱۶ء ۲۴۱۷ء ۲۴۱۸ء ۲۴۱۹ء ۲۴۲۰ء ۲۴۲۱ء ۲۴۲۲ء ۲۴۲۳ء ۲۴۲۴ء ۲۴۲۵ء ۲۴۲۶ء ۲۴۲۷ء ۲۴۲۸ء ۲۴۲۹ء ۲۴۳۰ء ۲۴۳۱ء ۲۴۳۲ء ۲۴۳۳ء ۲۴۳۴ء ۲۴۳۵ء ۲۴۳۶ء ۲۴۳۷ء ۲۴۳۸ء ۲۴۳۹ء ۲۴۴۰ء ۲۴۴۱ء ۲۴۴۲ء ۲۴۴۳ء ۲۴۴۴ء ۲۴۴۵ء ۲۴۴۶ء ۲۴۴۷ء ۲۴۴۸ء ۲۴۴۹ء ۲۴۵۰ء ۲۴۵۱ء ۲۴۵۲ء ۲۴۵۳ء ۲۴۵۴ء ۲۴۵۵ء ۲۴۵۶ء ۲۴۵۷ء ۲۴۵۸ء ۲۴۵۹ء ۲۴۶۰ء ۲۴۶۱ء ۲۴۶۲ء ۲۴۶۳ء ۲۴۶۴ء ۲۴۶۵ء ۲۴۶۶ء ۲۴۶۷ء ۲۴۶۸ء ۲۴۶۹ء ۲۴۷۰ء ۲۴۷۱ء ۲۴۷۲ء ۲۴۷۳ء ۲۴۷۴ء ۲۴۷۵ء ۲۴۷۶ء ۲۴۷۷ء ۲۴۷۸ء ۲۴۷۹ء ۲۴۸۰ء ۲۴۸۱ء ۲۴۸۲ء ۲۴۸۳ء ۲۴۸۴ء ۲۴۸۵ء ۲۴۸۶ء ۲۴۸۷ء ۲۴۸۸ء ۲۴۸۹ء ۲۴۹۰ء ۲۴۹۱ء ۲۴۹۲ء ۲۴۹۳ء ۲۴۹۴ء ۲۴۹۵ء ۲۴۹۶ء ۲۴۹۷ء ۲۴۹۸ء ۲۴۹۹ء ۲۵۰۰ء ۲۵۰۱ء ۲۵۰۲ء ۲۵۰۳ء ۲۵۰۴ء ۲۵۰۵ء ۲۵۰۶ء ۲۵۰۷ء ۲۵۰۸ء ۲۵۰۹ء ۲۵۱۰ء ۲۵۱۱ء ۲۵۱۲ء ۲۵۱۳ء ۲۵۱۴ء ۲۵۱۵ء ۲۵۱۶ء ۲۵۱۷ء ۲۵۱۸ء ۲۵۱۹ء ۲۵۲۰ء ۲۵۲۱ء ۲۵۲۲ء ۲۵۲۳ء ۲۵۲۴ء ۲۵۲۵ء ۲۵۲۶ء ۲۵۲۷ء ۲۵۲۸ء ۲۵۲۹ء ۲۵۳۰ء ۲۵۳۱ء ۲۵۳۲ء ۲۵۳۳ء ۲۵۳۴ء ۲۵۳۵ء ۲۵۳۶ء ۲۵۳۷ء ۲۵۳۸ء ۲۵۳۹ء ۲۵۴۰ء ۲۵۴۱ء ۲۵۴۲ء ۲۵۴۳ء ۲۵۴۴ء ۲۵۴۵ء ۲۵۴۶ء ۲۵۴۷ء ۲۵۴۸ء ۲۵۴۹ء ۲۵۵۰ء ۲۵۵۱ء ۲۵۵۲ء ۲۵۵۳ء ۲۵۵۴ء ۲۵۵۵ء ۲۵۵۶ء ۲۵۵۷ء ۲۵۵۸ء ۲۵۵۹ء ۲۵۶۰ء ۲۵۶۱ء ۲۵۶۲ء ۲۵۶۳ء ۲۵۶۴ء ۲۵۶۵ء ۲۵۶۶ء ۲۵۶۷ء ۲۵۶۸ء ۲۵۶۹ء ۲۵۷۰ء ۲۵۷۱ء ۲۵۷۲ء ۲۵۷۳ء ۲۵۷۴ء ۲۵۷۵ء ۲۵۷۶ء ۲۵۷۷ء ۲۵۷۸ء ۲۵۷۹ء ۲۵۸۰ء ۲۵۸۱ء ۲۵۸۲ء ۲۵۸۳ء ۲۵۸۴ء ۲۵۸۵ء ۲۵۸۶ء ۲۵۸۷ء ۲۵۸۸ء ۲۵۸۹ء ۲۵۹۰ء ۲۵۹۱ء ۲۵۹۲ء ۲۵۹۳ء ۲۵۹۴ء ۲۵۹۵ء ۲۵۹۶ء ۲۵۹۷ء ۲۵۹۸ء ۲۵۹۹ء ۲۶۰۰ء ۲۶۰۱ء ۲۶۰۲ء ۲۶۰۳ء ۲۶۰۴ء ۲۶۰۵ء ۲۶۰۶ء ۲۶۰۷ء ۲۶۰۸ء ۲۶۰۹ء ۲۶۱۰ء ۲۶۱۱ء ۲۶۱۲ء ۲۶۱۳ء ۲۶۱۴ء ۲۶۱۵ء ۲۶۱۶ء ۲۶۱۷ء ۲۶۱۸ء ۲۶۱۹ء ۲۶۲۰ء ۲۶۲۱ء ۲۶۲۲ء ۲۶۲۳ء ۲۶۲۴ء ۲۶۲۵ء ۲۶۲۶ء ۲۶۲۷ء ۲۶۲۸ء ۲۶۲۹ء ۲۶۳۰ء ۲۶۳۱ء ۲۶۳۲ء ۲۶۳۳ء ۲۶۳۴ء ۲۶۳۵ء ۲۶۳۶ء ۲۶۳۷ء ۲۶۳۸ء ۲۶۳۹ء ۲۶۴۰ء ۲۶۴۱ء ۲۶۴۲ء ۲۶۴۳ء ۲۶۴۴ء ۲۶۴۵ء ۲۶۴۶ء ۲۶۴۷ء ۲۶۴۸ء ۲۶۴۹ء ۲۶۵۰ء ۲۶۵۱ء ۲۶۵۲ء ۲۶۵۳ء ۲۶۵۴ء ۲۶۵۵ء ۲۶۵۶ء ۲۶۵۷ء ۲۶۵۸ء ۲۶۵۹ء ۲۶۶۰ء ۲۶۶۱ء ۲۶۶۲ء ۲۶۶۳ء ۲۶۶۴ء ۲۶۶۵ء ۲۶۶۶ء ۲۶۶۷ء ۲۶۶۸ء ۲۶۶۹ء



دوسرے روز مولوی فضل جی گئے اور نذر پیش کی۔ وہ باقی فوج کی پرستش اور  
 شہر سے تشریف کر رہے تھے۔ جنوں نے بادشاہ سے کہا اب وقت کا تقاضا ہے  
 کہ ماحول کو راقم درساں و رسد کی مدد بخائی جائے۔ تاکہ انھیں کچھ سہارا ہو۔  
 بادشاہ نے قبول کر لیا۔ راقم درساں کا تو وہ پہنچ چکی تھی مگر ناکافی تھی۔ اور اس  
 کی وجہ ان باغیوں کا عوام کے ساتھ خلط و رعب ہے۔ مولوی صاحب نے کہا حضور  
 کے تمام درجین نااہل ہیں۔ دور اور قریب کے تمام حکمرانوں سے راقم کا مطالبہ  
 کرنے کی حازت دیجئے۔ میرا لڑکا (مولانا عبدالحق) اور دیگر اعزہ تکمیل کا  
 کام بھی مہیا کریں گے۔ اندر سے بھی فراہم کریں گے۔ بادشاہ نے جواب دیا آپ تو  
 ہیں۔ آپ احتیاط سمجھائے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ میرے  
 رشکے در و دروں کو گورگاہ کی قیسلہ آری اور کلکڑی کا پردہ تفر و جاری  
 کیا جائے۔ وہ سب انتظام کریں گے اور اور چھوڑا۔ بس گڑھ اور پٹیل  
 کے حادثے کے نام بھی راقم کے مطالبے کے پر وائے جاری کیجئے۔ یہاں کا  
 راجہ گرچہ نیکو دل سے ملا جلا ہے لیکن اگر دوستانہ مراسلت کی جائے تو  
 وہ ساتھ آجائے گا۔ بادشاہ نے بتایا کہ پیرزادہ عبد السلام کی درخواست  
 پر غنت خانہ نے راجہ پٹیل کو ایک پر وائے بھیج دی ہے مگر ابھی تک اس کا جواب  
 نہیں آیا۔ مولوی صاحب نے کہا میں اپنے بھائی (فضل غنیم) کو جو راجہ کے یہاں  
 لازم ہیں لکھوں گا کہ وہ جلد جواب بھیجوائیں۔ مولوی صاحب جب بھی بادشاہ  
 سے پاس آئے بادشاہ کہ سنو رہ دیتے کہ جہاد کی اہم میں اپنی رعایا کی بہت قربانی  
 کریں۔ دران کے ساتھ باہر بھی نکلیں۔ فوجی دستوں کو جس حد تک ممکن ہو ستر  
 معاف دیں۔ ورنہ اگر انگریز حیت گئے نہ صرف خاندان تیموریہ بلکہ تمام  
 مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے۔

بادشاہ سے غنیمت میں قلم حسن اللہ نے شہادت دینے ہوئے کہا۔  
 میں نے یہ کہنا کہ وہ ایک درخواست ارسال کی تھی جس میں

یہ فی ہادی کو کر کے التی کی تھی کہ کوئی ان سے نفرت نہ کرے۔ مقرر کیا جائے۔ سوری  
فیض الحق (فضل حق) جو اور سے آئے تھے اپنے جہان کے کا جس کا نام بھجے یاد  
نہیں رہا۔ ان کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ ہون پر  
کے ذریعہ حکومت میں وہ اس ضلع پر مقرر تھا۔ چنانچہ یہ شخص ضلع دار مقرر کیا گیا۔  
مگر جس آگاہ نہیں ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو بھیجیا یا نہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ زول  
دہلی کے ۲۰۱۵ء و قبل یہ تقریر ہو چکا ہو۔ فیض حق نے بھی کئی تحصیل دار  
کو ضلع دار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔ لے

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء

”بعد ازاں خلف مولوی فضل حق اور مولوی فیض احمد لگان وصول کرنے کی  
غرض سے گورنمنٹ کو لکھے۔“ لے  
اور جو کے چیف کمشنر کا سکریٹری اگلے مہینہ کو ۱۸۵۷ء کو سرکاری  
راستے میں لکھتا ہے:-

”باغی ہوا میں جو لکھنؤ سے شمال مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر ہے سکنت  
نہیں رہا۔ دسمبر کو لکھنؤ پر حملہ ہوا۔ . . . .  
ان کی تعداد ۹۰۰ سوار ہیں۔ ۴۰۰ پوری طرح مسلح ہیں اور باقی سپاہیوں کے  
پاس اسلحہ کافی نہیں ہے۔ ۳۰۰ پیدل وغیرہ تھے ان میں ۱۰۰ عمرتیں ۲۰۰ ہاتھی  
ایک توپ جس کا نام گروہ ہے اس جماعت کے ہیڈ و فیروز شاہ شہزادہ  
دلی اگلے شاہ اگلا ب شاہ عوف پوری، حسن علی خاں ساکن منوشہ آباد،  
فرخ آباد جو خود کو پوری میں مقرر تھا۔ اور مولوی فضل حق سابق سرستہ دار  
کشمیر دلی جس کے پست سے عہدہ اعلیٰ نا صوب حکومت پر ہیں اور جس کے بھائی  
بھائی میں راجہ مرنی سکھ کا ملازم ہے۔“ لے  
جی سکریٹری دسمبر ۱۸۵۷ء کو گورنمنٹ کو لکھتا ہے:-

۱۰ ستمبر ۱۸۵۷ء کو گورنمنٹ کو لکھتا ہے:-

مندرجہ ذیل لوگوں کے پہلے چاروں کے بعد حکومت کو قیام اس میں کافی بہت  
 ہو رہی ہے۔ نذر شاہ، گڑ شاہ، مولوی فضل حق جو ہماری حکومت کا دشمن جاں  
 ہے۔ چار دیگر مستے اسے اور اس کے اعزہ کو اعلیٰ مناصب عطا کئے تھے۔  
 "کچھ لوگ مولوی فضل حق کی صحیح خبر لانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جو اپنے  
 متبعین کے ساتھ شاہ آباد کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔" لکھ

مشہور انگریز مصنف ہنٹن اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں لکھتا ہے  
 "یہ حکمت کے اس وقت کے صدر مدرس مولانا عبدالحق خیر آبادی کے متعلق لکھتا ہے۔  
 "جو جو وہ ہندو مولوی اس عالم دین کے صاحبزادے ہیں جن کو ۱۷۵۷ء کے غدار  
 نے زبیاں کر دیا تھا۔ اور جنہوں نے اپنے جرموں کا خیال نہ اس طرح بھگتا تھا کہ  
 "جو ہند کے ایک جرم سے میں تمام عمر کے لئے جلا وطن کر دیئے جائیں اس  
 غدار عالم دین کا کتب خانہ جس کو حکومت نے ضبط کر لیا تھا، اب کلکتہ کا کتب  
 خانہ ہے۔" لکھ

"ان (فضل حق) کو اس بغاوت کے سبب سے جلا وطنی کی سزا ملی تھی۔" لکھ  
 علامہ کے تبار آزادی میں بھرپور حصہ لینے کی معاصرین کی شہادتیں آپ نے  
 ملحوظ کر لیں اب جدید حوالے بھی دیکھئے :-

"۱۷۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو مولوی فضل حق نے  
 اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا۔ بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا  
 اور عمر قید کی سزا دی گئی۔" لکھ

"علامہ فضل حق نے ۱۷۵۷ء کے ہنگامہ میں انگریزوں کے خلاف سخت  
 حصہ لیا جس کے نتیجے میں گرفتار کر کے کالے پانی بھیج دیئے گئے جہاں اس  
 داخل جیل عالم بے رحمی سے نہایت کس پرستی سے لپی اور لاچارگی کی حالت

۱۷۵۷ء فروری میں ان پر دس برس قید کا حکم دیا گیا۔ لکھ ہمارے ہندوستانی مسلمان  
 ۱۷۵۷ء دہرہ نوے سنہ ۱۸۵۰ء کے دوران معارف اسلامیہ جلد ۱۷۵۷ء

میں ۲۰ اگست ۱۸۵۶ء کو انتقال کیا۔ اور علم و دانش اور فضل و ہنر کا یہ ثناء ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ ۱۷

”جنرل بخت خاں کی تحریک پر مولانا فضل حق خیر آبادی بلور دوسرے علماء نے جو جہاد کا فتویٰ دیا اس کے بارے میں مولوی ذکا راسدہ دہلوی نے بھی اپنی تاریخ میں اقرار کیا ہے کہ اس سے مذہبی جوش و خروش بہت بڑھ گیا تھا۔ ۱۸  
”مولانا فضل حق خیر آبادی کے دہلی پہنچنے سے پیش تر بھی لوگوں نے جہاد کا پرچم بلند کر رکھا تھا۔ مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگ آزادی پر آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا جس پر علمائے دہلی کے دستخط لئے گئے۔ میراجیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا اور انہی نے علماء کے نام تجویز کئے۔ جن کے دستخط لئے گئے۔ ۱۹

”جب برطانوی استعمار کے خلاف ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوا تو بعض شاعروں اور جموں اور عالوں نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور انگریزی حکومت کا اقتدار بحال ہو جانے کے بعد ان پر مصیبت کے بیاباڑ ٹوٹ پڑے۔ مولانا فضل حق کو جہاد کا فتویٰ صادر کرنے کے جرم میں اندمان بھیجا گیا، صباغی کو پھانسی کے تختے پر لٹکا یا گیا، شیفتہ کو قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ ۲۰

”مولانا فضل حق خیر آبادی علی قابلیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان کو فتویٰ جہاد اور جرم بغاوت میں اندمان بھیج دیا گیا۔ ۲۱

محمد اسماعیل پانی پتی مضمون ”۱۸۵۷ء میں علماء کرام کا حصہ“ میں لکھتے ہیں :-  
”جب ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ عظیم دہلی میں رونما ہوا تو مولانا فضل حق خیر آبادی پہنچے اور جہاد کا فتویٰ دیا جنرل بخت خاں کا مذاہن خفیت افواج ظفر سے ملے

۱۷ حاشیہ مقالات سرسید صفحہ ۱۶ و ۲۳۔ ۱۸ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از رشید مصطفیٰ رضوی صفحہ ۱۷  
۱۹ جہاد ص ۲۰ از غلام رسول ہیر۔ ۲۰ جہاد خیال لاہور سن ۱۹۷۲ء ص ۵۵ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد  
۲۱ ۳۱۵ از دین احمد جعفری۔

اور اس کی بڑی دولت اور مادی کی اسلئے

میں اس نے ایک دوسرے کو جمع کر کے مسجد میں انگریزوں کے خلاف  
فوجیں جمع کر کے انہوں کے لئے باعث تسویش سارا اس فتوے پر مبنی تھی کہ  
اس دور میں یہ بے ایمانوں کے دستخط تھے اس کے ساتھ مولانا محمد  
سید ایک بیاد رکھا اور جگہ جگہ انگریزوں کے چنگے چھوٹ گئے۔ تاریخ نگار  
کے مطابق اس فتوے کے بعد صرف دینی اساتذہ جمع ہو گئے۔

پاکستان میں دو بڑی مکتب فکر کے آرگن خدام الدین لاہور میں مولانا محمد مستقیم

میں صادق دین دو بڑے تھے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جو افراد و نڈر مجاہدین میں  
سے تھے جن کی جرأت و ہمت و حق گوئی و بے باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا  
"مولانا فضل حق خیر آبادی نے" افضل الہی دکنہ حق عند سلطان چائو "کا فریضہ  
ایک بار اور اپنی عمر عزیز انڈمان میں حبس و دوام کی نذر کر دی۔

مولانا فضل حق خیر آبادی دیگر مسلمانوں کے خلاف فتویٰ دیکر مسلمانوں کو عدم تعاون  
پر آمادہ کیا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی بھی باقی قزاقوں کے لئے سلطنت مغلیہ کی وفاداری فتویٰ کیا  
کی یاد ایشیاء ہرم بجا دستوں مولانا افروز کے سینا پور سے لکھنؤ لائے گئے۔ یہ سب  
"دلاور جنگ مولوی احمد اللہ شاہ مدرسی اگر اس سے لکھنؤ آئے۔ وہ ایسٹ انڈیا  
کمپنی کے اقتدار کے خلاف علماء میں سرگرمی عمل پیدا کر رہے تھے۔ مولانا (فضل حق)  
بھی ان کے منوا ہو گئے اور سرکاری ملازمت ترک کر کے اور چلے گئے۔ ہنگامہ  
۱۹۰۵ء روزنامہ "دلی" نے "بیاد شاہ" سے یہاں جنرل بکشت خان کے ٹھکانے  
میں ہوئے تھے۔ نصاریٰ کے خلاف جہاد کا فتویٰ مولانا نے دیا۔ اور اس پر مفتی

محمد علی دہلوی مولانا محمد علی دہلوی نے ۱۹۰۵ء فروری ۱۹۰۵ء میں لاہور میں تحریک آزادی  
۱۹۰۵ء میں مفت روزہ ختم کیا۔ ۱۹۰۵ء فروری ۱۹۰۵ء











اور جو کہ جس وقت کہ میں نے اس کے ساتھ  
جس وقت کہ میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ  
میں نے اس کے ساتھ

کاسرپ و صل کر۔ اہوں

سرور و دھوک کہ اور درمی ششہ کی ساعت بنی اور اس وقت  
کے ترقی و جد و آب کو تو بھی مضمون دھوک مضمون مضمون کی سکند  
سرور و دھوک دلی صورت ۲۰۰ دھوک و سرور و دھوک و سرور  
یاں ہی مضمون سے مضمون میں اور مضمون کا مضمون ہے۔ مضمون  
علی مضمون میں بڑی مضمون مضمون کہ ہے اور مضمون مضمون  
ہیں۔ مضمون مضمون سے مضمون اور مضمون مضمون۔ مضمون  
مضمون کے مضمون مضمون سے مضمون کی صورت مضمون مضمون  
ناریکی مضمون میں ہی مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون  
مضمون مضمون اب آپ کے مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون  
مضمون مضمون کی مضمون مضمون

ربادہ و شام مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون

پنے لے لے مضمون مضمون مضمون

تو مضمون مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون  
مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون  
مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون

مضمون مضمون مضمون مضمون مضمون

ہمارے یہ دونوں بزرگ ہمیشہ غازی گھنارہ سے غازی کردار بھی نہ بن سکے۔  
 رکھنے ہو کر شادراں بکریران سیاست و جہاد حریت کا تالش دیکھتے رہے۔ ان کے عقائد  
 تباب سے ہندوستان کے دریائے جنگ آزادی میں دیوں تلام و مدوجز رائے نگرانی  
 غارت پسندی و راحت آسانی کے بھارے باہر نہ نکل سکے جبکہ ہزاروں جوان مرد  
 و باہمت خواتین مصائب انگیزی اور جان سپاری کا مظاہرہ کرتے رہے۔  
 بنا کر زندہ خوش رہے بھاک و خون غلطیدن  
 خدا رحمت کنذای عاشقان پاک طینت را

میں موعود پر فضل حق خیر آبادی اور سن تادین "مرتبہ مولانا حکیم محمد واحد برکاتی  
 وکیلم کریمی موعود برکات الیڈی کرچی ۱۹۵۵ء اور "انتیاز حق" مرتبہ راجہ غلام محمد۔  
 تاریخ کردہ عتبه قادریہ لاہور ۱۹۵۵ء جامع الاسلامی مبارکپور، خاص توجہ کی سخی ہیں  
 یہ دونوں کتابیں ہماری بھی ماحذہ ہیں۔

مقدیمہ سے متعلق چوری و رد آپ نے پڑھ لی۔ اب التورۃ الہندیہ کے متعلق مفکر  
 جبر شہات بھی نظر ڈالیں۔

محترم نادیم سیٹاپوری اپنی کتاب "غائب نام" اور "میں اندھیرے میں تیر چلایا ہے"  
 جس کا خلاصہ یہ ہے کہ التورۃ الہندیہ اور قصائد نعتہ الہند کے کونوں اور سنیل سے لکھے  
 محسنے فخر پر زے جب مولانا عبدالحق کو مفتی عنایت احمد کا کردی کے ذریعے تو  
 و دیئے دلدادہ جند غمیش حق کی ربانی سکے لے گوشاں سے انھیں خضر ہو گا کہ پر زے  
 مرتب ہو کر حکام وقت کے اٹھ لگ گئے تو ربانی مشکل ہو گی۔ اس لئے اس میں ترمیم  
 کر دی گئی ہو گی۔ لے

اس کا جو بہ محترم محمد ایوب قادری نے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

لے - رب نام ترمیم شدہ

(۱۱) داخلی یا خارجی شواہد میں دیکھے بغیر محض ان تینوں سے رسالہ و قصائد کو شکوک قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۱۲) یہ رسالہ و قصائد مولانا عبدالحق کی زندگی میں شائع نہیں ہوئے لہذا حکومت کے خوف کی بنا پر تحریف و ترمیم کی ضرورت کیا تھی۔

(۱۳) اس رسالہ و قصائد میں حکومت برطانیہ پر سخت تنقید کی گئی ہے اگر حکومت کے خوف سے ترمیم کی گئی ہو تو لب و لہجہ نرم ہوتا۔

(۱۴) ۱۲۷۷ھ میں مفتی عنایت احمد کا گوروی رہا جو کہ کسے ایک دو ماہ بعد رسالہ اور قصائد مولانا کو پہنچے ہوں گے۔ ۱۲ صفر ۱۲۷۷ھ کو غلام نقی کی وصال ہو جاتا ہے اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ مولانا عبدالحق نے غلام کے وصال کے بعد رسالہ و قصائد کی طرف توجہ دی ہوگی۔ لہذا غلام کی ربائی کے لئے کوشش ان کی تریب سے مانع نہ ہوئی ہوگی لہذا میرے خیال سے قادری صاحب کو جواباً ان دلائل کی ضرورت ہی نہ تھی۔ تاہم صاحب زبان عربی اور اس کے ادب سے ناواقف ہیں۔ غلام کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کو وہ خود تو کیا سمجھ سکے ہیں بڑے سے بڑا ماہر سانس و لغت بھی کتب لغات کی مدد کے بغیر غلام کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر کوئی ترمیم کی گئی ہو تو وہ محض میں ثابت کا بیونہ ہوئی۔

اب خود محمد ایوب قادری صاحب کا شبہ ملاحظہ فرمائیں اسی مضمون میں لکھتے ہیں:

”جزائر اندمان و نکوباد میں دفتر قائم ہو چکا تھا۔ اسکول کھل چکا تھا۔ عدالتی کارروائیاں جاری تھیں۔ دہان کے انگریز حکام کی اجازت سے تصنیف و تالیف کا کام جاری تھا تو پھر کوٹے سے لکھنے کا کیا قریب؟“

مولانا مفتی عنایت احمد کا گوروی اندمان سے رہا ہو کر آئے تو اپنے ساتھ اپنی تین کتابیں بھی لائے جن میں سے تواریخ حبیب اللہ و علم الیضیہ شائع ہو کر مقبول عام ہوئیں۔ جب یہ تین کتابیں بحفاظت پہنچ گئیں تو رسالہ اور

جزائر اندمان و نکوباد میں مسلمانوں کی غلطی ہندوستان میں اردو جنوری ۱۹۶۵ء ص ۶۳

تقصاؤ کے پیچھے سے کیا مانع تھا ؟

کوئی ہتھکنڈے کہ ہم بست لائیں کیسا ؟

موصوف نے سوچا کہ ناظم سینا پوری دور کی کوڑی لائے تو میں کیوں محروم رہوں  
یہ تہ آشکار کرنے کے لئے کوئی نئی بات پیدا کرنی چاہئے۔

رسالہ وقصاؤ کو علم الصیغہ اور تواریخ حبیب اللہ اور غدر کے حالات کو  
موجودہ حدوت پر قیاس کرنا انھیں جیسے مفکر کا کام ہو سکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد تعارف باغی ہندوستان میں تخریر فرماتے ہیں :-

”حال اس زمانہ کا دوسرا اہم واقعہ غدر کے حادث کا تذکرہ اور پھر ایسے شخص کی  
زمانی جسے مجرم بدعت مدۃ العزید کی سزا دی گئی تھی۔ زیادہ سے زیادہ نظر نہ  
مانت یقین کی جاتی تھی۔“

وہ زوریت کی غلیظ کی جسارت بڑی ہمت چاہتی ہے جسکی قادری صاحب کے  
پاس کی نہیں۔

خود کہتے ہیں کہ تواریخ حبیب اللہ و علم الصیغہ شائع ہو کر مقبول عام ہوئیں۔ یہی  
بات تھی تو رسالہ وقصاؤ شائع ہو کر کیوں شائع ہو کر مقبول عام نہ ہوئے ؟ اور کیوں  
ان کی محدود سے چند نقلیں فروش نے حوزہ جاں بنا کر رکھیں ؟

مزدوں پر لکھ کر بھیجنے میں مشغول یہی تھی کہ اگر راہ میں کسی کے ہاتھ لگ جائیں  
ہاتھ نہ آئے۔ اس کی ترتیب میں خلف الرشید مولانا عبدالحی جیسے فاضل کو کیا کیا دقتیں  
میش آئی ہوں گی۔ یہ وہی ہنسنے والے تھے۔ مولانا تو ”الولد برتر“ لایہ مدد تھے کہ نادر المرام  
ہوئے۔

سرچہ در جمع تو نہ آید راست

تو نہ راست ہی گور خطا سمت

# تضہین حرمائے خیر آبادی برنعت حضرت رضی اللہ عنہ

وصفت زبشیر ہم نامکن ہستی ممدوح خدا جاننا  
سن یا ہے بچار کورت تسدن تو ہے پرکھن ہار کیا جاننا  
گیتی ہے ہی چشم باطن، میں نے تو تجھے یکتا جاننا  
الم یات نظرک فی نظر مثل تو نہ مشد پید جاننا

جگ راج کا تاج تو سے سر سو ہے تجھ کو نہ در جاننا

وہم لے شافع روز جزاء شد غرقہ ہو گئے دلِ ما  
من کو ان لوگ کار و گنگا جن چاہے نہ آپا لیں خدا  
نکرتا ہوں سی دن رات عالمے ساتی چشمہ کو تر آ  
الم یوج علاء البحر طغی، من بکس طوفان ہوش رُبا

منجور بھاریں ہوں بگڑی ہے ہوا، ہوری نیپا لیں

من تیر نصیب سیاہ مل، ازم ہر عقدہ لائے نعل  
نہ تو کام کی آس نہ کام کا بل، تو سے جیت کو دھریں کتے بل  
اب تہ چاہے تو مجھے کل، تر ہو سو کسی ہوئی یہ کشت مل  
گک بدرقی التوجہ الاجل، خط الہ مر زلف ابراہل

تو سے چدن چندر پر دکنڈل رحمت کج بھر سا جاننا

تجند کشم بہ زراق تو غم تاکے خور دنوش سر نکالم  
ہرگز کا راج بڑھے جم جم، سدھ کلاہے بسا ردی پیتم  
میں تشنہ شوق ہوں نری قسم، تپ بحر ہے البتہ ہے دم  
انی عطش و سحاک تم لے گسے تاکے، ابریکم

برس بائے دم جسم دم جسم، ادب و عدا دھریں گرا جاننا



# خود و خیر

تذکرہ ابرارِ ملت

محمد عید الحکیم شرف قاری

مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ ضریفہ لوہاری سندھی لائبریری



الديوان العربي

الموسم

# بساتين الففرات

تم في فنية اللهم الله كبر النجوى  
محمد أحمد رضا خان

تمعه وحققه. وقدم له وارادفه بماحق

الانتاجات من محمد أحمد رضا خان

أعلى لغات والنزاهة. بامعة الازهر الشريف القاهرة مصر

دلائل الخیرات

اور

دُعائے عز و الجبر

تصنیف

فنا فی الرسول شیخ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجوزی رحمہ اللہ

تصنیف عز و الجبر: حضرت شیخ سید ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ • لاہور

مکتبہ قادریہ لاہور

# عقائد و نظریات

تصنیف: علامہ محمد عبید اللہ شرف قادری

مکتبہ قادریہ لاہور

بہارِ شہر

سینہ بہ سینہ

بہارِ شہر

